

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نور المصابيح

حصہ دوم (2)

ترجمہ زجاجة المصابيح (جلد اول)

کتاب الصلوة تا باب السهو

حدیث نمبر: 822 تا 1592

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت و دین
ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

﴿.....۱۲۹۲ھ.....۱۳۸۲ھ.....﴾

مترجم

قدوة المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ و خطیب مکہ مسجد

✽ ناشر ✽

دکٹریدرس بکسیلرن

اینڈ پبلیشرز، مغلیہ پورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

✽ زیر اہتمام ✽

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تارین، X، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : نور المصانیح، جلد: دوم (2)
ترجمہ ”زجاجة المصائب“ (جلد: 1)
- موضوع : حدیث وفقہ
- مؤلف : حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین
محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ
- مترجم : قدوة المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد
- زیر اہتمام : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑ بن، X، روڈ، حیدرآباد
- ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلیہ پورہ، حیدرآباد
- پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔ اے عثمانیہ
- تعداد : ایک ہزار (1000)
- سن اشاعت : 1438ھ، م 2017ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
(4۔ سورۃ النساء: 80)

وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔
(59۔ سورۃ الحشر: 7)

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ،

وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔
(صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2042۔ زجاجة المصابيح، حدیث نمبر: 145)

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبست
ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
سنت و سیرت صحابہ کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین نور المصائب حصہ دوم 2

صفحہ	صفحہ	خلاصہ مضمون حدیث	سلسلہ نشان حدیث
زجاجۃ المصائب	نور المصائب		
	42	تعارف زجاجۃ المصائب	
	44	ضروری التماس یعنی دیباچہ کتاب از حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب (مدظلہ العالی) رحمۃ اللہ علیہ	
159	48	(4) کِتَابُ الصَّلَاةِ	☆
	50	نماز مسلمان پر اللہ کا حق ہے۔	1/822
	50	بے نمازی پر شیطان قابو پالیتا ہے	2/823
	50	نمازی کو اللہ کی رحمت گھیری رہتی ہے	3/824
	51	نمازی کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے دربار کا دروازہ کھول دیتا ہے۔	4/825
	51	وہ امور جن کی وجہ سے مسلمان جنت میں جانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔	5/826
	51	نمازی کی فضیلت اور بے نمازی کی وعید	6/827
	52	نماز سے نمازی کا دل منور ہوتا ہے	7/828
	52	نمازی کو دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے	8/829
	52	نمازی نماز میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے اور رحمت کے فرشتے اس کو گھیرے رہتے ہیں	9/830

53	قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا، نفل کی فضیلت	10/831
53	گناہوں کو مٹانے والی عبادتیں	11/832
54	نمازیں گناہوں کو مٹانے والی ہیں	12/833
54	نماز صغیرہ گناہ مٹا دیتی ہے۔	13/834
54	نماز صغیرہ گناہ مٹا دیتی ہے۔	15/836
56	نماز سے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں	16/837
57	نماز سے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں	17/838
57	نمازی جب نماز ختم کر لیتا ہے تو وہ صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے!	18/839
57	وضوء اور نماز کی فضیلت۔	19/840
58	بغیر وسوسوں کے نماز پڑھنے کی فضیلت	20/841
58	سنت طریقہ پر نماز پڑھنے کی فضیلت اور خلاف سنت نماز پڑھنے کی وعید	21/842
59	افضل اعمال کی تفصیل	22/843
59	بے نمازی پر اللہ تعالیٰ غضبناک رہیں گے	23/844
59	شرک کرنے والے کی، عہد نماز ترک کرنے والے کی اور نشہ کرنے والے کی وعید	24/845
60	تارکِ صلوٰۃ کفر سے قریب ہو جاتا ہے	25/846
60	بے نمازی کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے	26/847
60	بے نمازی شرک سے قریب ہو جاتا ہے	27/848
61	عہد نماز ترک کرنا کافروں کا فعل ہے	28/849
61	نماز ترک کرنے سے چھپا ہوا نفاق ظاہر ہو جاتا ہے۔	29/850
62	تارکِ صلوٰۃ کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال	30/851

31/852	اولاد کو نماز کے پابند بنانے کا حکم، لڑکوں کو لڑکیوں سے علیحدہ سنانے کا حکم	62	
☆	(1/20) بَابُ الْمَوَاقِیْتِ	63	164
1/853	ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان	65	
2/854	نمازِ ظہر کے اول وقت کا بیان	65	
3/855	نمازِ ظہر کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان	65	
4/856	نمازِ ظہر کا وقت ایک سایہ کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت دو سایہ کے بعد سے شروع ہوتا ہے	66	
6/858	نمازِ عصر کا دو مثل پر پڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے	67	
7/859	نمازِ عصر کا ابتدائی وقت دو مثل سے شروع ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے	68	
8/860	نمازِ عصر کے آخری وقت کا بیان	69	
ف	جو شخص فجر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب طلوع کیا، ایسے ہی عصر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب غروب ہوا، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اس کی تحقیق	69	
10/862	نمازِ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے	72	
12/864	مغرب کے اول وقت کا بیان	73	
13/865	نمازِ مغرب کے ابتدائی وقت کا بیان	73	
14/866	نمازِ مغرب کے آخری وقت کا بیان	73	
15/867	نمازِ عشاء کا ابتدائی وقت سفید شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے	74	
17/869	نمازِ عشاء کے ابتدائی وقت کا بیان	75	

75	سفید شفق کے بعد سیاہی پھیلنے سے عشاء کا ابتدائی وقت شروع ہوتا ہے	18/870
75	نمازِ عشاء کے آخری وقت کا بیان	19/871
76	تمام رات عشاء کا وقت ہے۔	20/872
76	نمازِ عشاء کا وقت صبح صادق طلوع کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔	21/873
77	صبح صادق و صبح کاذب کا بیان	22/874
77	نمازِ فجر کا ابتدائی وقت اور اس کا آخری وقت	23/875
78	نمازِ وتر کا وقت	24/876
78	نمازِ وتر کے واجب ہونے کا ثبوت، اور اس کا ابتدائی اور آخری وقت	25/877
78	تمام رات نمازِ وتر کا وقت ہے	26/878
78	نمازِ وتر کا آخری وقت	27/879
79	صبح صادق کے بعد نمازِ وتر کا وقت باقی نہیں رہتا	28/880
170	80 (2/21) بَابُ تَأْخِيرِ الصَّلَوَاتِ وَتَعْجِيلِهَا	☆
80	نمازِ ظہر کا مستحب وقت	1/881
80	نمازِ ظہر کا مستحب وقت	2/882
80	نمازِ ظہر کا وقتِ مستحب	3/883
81	نمازِ ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کی وجہ	4/884
81	نمازِ ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کا بیان	7/887
82	گرمیوں میں نمازِ ظہر کو اول وقت ادا کرنے کا حکم منسوخ ہے	8/888
82	نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے کسی موقع سے خاص نہیں	9/889

83	نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے جو کسی موقع سے خاص نہیں، اس پر دوسری حدیث	10/890
84	نمازِ عصر تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے	11/891
84	نمازِ عصر میں اس قدر تاخیر مستحب ہے کہ آفتاب زرد نہ ہو جائے	12/892
84	عصر کی نماز میں دیر کرنا سنت ہے	13/893
85	نمازِ عصر دیر سے پڑھنا صحابہ کی بھی سنت ہے	14/894
85	نمازِ عصر دو مثل کے بعد پڑھنے کا بیان	15/895
85	نمازِ عصر دیر سے پڑھنا تابعین کی بھی سنت ہے۔	16/896
86	عصر کا نام عصر رکھنے کی وجہ	17/897
86	آفتاب کے زرد پڑ جانے سے عصر کا مکروہ وقت شروع ہوتا ہے۔	18/898
86	ابر کے دنوں کی نمازِ عصر کا بیان	19/899
87	نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید	20/900
87	نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث	21/901
87	نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر تیسری حدیث	22/902
88	نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر چوتھی حدیث	23/903
88	نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر پانچویں حدیث	24/904
88	ابر کے دنوں میں احتیاط یہ ہے کہ نمازِ مغرب کچھ دیر سے پڑھے	25/905
88	نمازِ عشاء کا مستحب وقت	26/906
89	نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر دوسری حدیث	27/907
89	نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر تیسری حدیث	28/908

89	نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث	29/909
90	نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث	30/910
90	نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث	31/911
90	نمازِ عشاء ترک کرنے والے کی وعید	32/912
91	افق میں سفیدی پھیلنے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے	33/913
91	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث	34/914
91	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر تیسری حدیث	35/915
91	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث	36/916
92	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث	37/917
92	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث	38/918
92	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر ساتویں حدیث	39/919
92	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر آٹھویں حدیث	40/920
93	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر نویں حدیث	41/921
93	نمازِ فجر کے مستحب وقت پر دسویں حدیث	42/922
93	عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کا مستحب وقت	43/923
94	عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث	44/924
94	نمازِ وتر کا مستحب وقت ایک لحاظ سے	45/925
95	نمازِ وتر کا مستحب وقت دوسرے لحاظ سے	46/926
95	نمازِ وتر کے مستحب وقت میں وسعت	47/927
96	نمازِ وتر کے مستحب وقت میں اختلاف ہونے کی وجہ	48/928

96	ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت	49/929
97	ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر دوسری حدیث	50/930
97	ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر تیسری حدیث	51/931
97	ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید	52/932
98	ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث	53/933
99	ان نمازوں کا بیان جن کو دوبارہ نفل کی نیت سے باجماعت ادا کرنا جائز نہیں	54/934
99	قضاء نماز کب ادا کرنا چاہئے؟ اس کی تحقیق	56/936
101	نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم	58/938
101	نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے نماز وتر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم	59/939
101	نماز وتر کے واجب ہونے کے جودلائل ہیں ان کے مجملہ یہ بھی ایک دلیل ہے	ف
102	حدیث تعریس، نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو اس کو ادا کرنے کے حکم پر دوسری حدیث	60/940
104	نیند کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم	61/941
104	صاحب ترتیب کا حکم	62/942
105	صاحب ترتیب کے حکم پر دوسری حدیث	63/943
105	صاحب ترتیب کے حکم پر تیسری حدیث	64/944
105	صاحب ترتیب کے حکم پر چوتھی حدیث	65/945
106	صاحب ترتیب سے نماز وتر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم	66/946
106	صاحب ترتیب کے لئے ترتیب فرض ہونے کا ثبوت	67/947

107	صاحب ترتیب کی تعریف اور ترتیب کے تفصیلی احکام	ف
181	108 (3/22) بَابُ فَضَائِلِ الصَّلَاةِ	☆
108	فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت	1/948
108	فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پر دوسری حدیث	2/949
108	فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پر تیسری حدیث	3/950
109	فجر اور عشاء کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت	4/951
110	فجر اور عشاء کو ترک کرنے کی وعید	5/952
110	فجر اور عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کو شب بیداری کا ثواب ملتا ہے	6/953
110	نماز مغرب اور نماز عشاء کا کوئی اور نام رکھنے کی ممانعت	7/954
111	نماز فجر جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں آجاتا ہے	8/955
111	”إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا“ کی تفسیر	9/956
111	نماز فجر کے لئے گھر سے نکلنے والے کی فضیلت	10/957
112	نماز فجر کو باجماعت ادا کرنا شب بیداری سے افضل ہے۔	11/958
112	جمعہ کے دن نماز فجر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت	12/959
112	نماز ظہر کی فضیلت	13/960
113	نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ وسطیٰ کی تحقیق	14/961
113	نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ وسطیٰ کی تحقیق پر دوسری حدیث	15/962
113	نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ وسطیٰ کی تحقیق پر تیسری حدیث	16/963
114	نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ وسطیٰ کی تحقیق پر چوتھی حدیث	17/964
114	نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ وسطیٰ کی تحقیق پر پانچویں حدیث	18/965

115	نمازِ عصر ترک کرنے کی وعید	19/966
115	نمازِ عصر ترک کرنے کی وعید پر دوسری حدیث	20/967
116	نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت	21/968
116	نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت	22/969
184	117 (4/23) بَابُ الْأَذَانِ	☆
117	اذانِ مشروع ہونے سے پہلے نماز کے لئے ندا کرنے کی کیفیت	1/970
118	اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت	2/971
119	اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر دوسری حدیث	3/972
120	اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر تیسری حدیث	4/973
120	اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چوتھی حدیث	5/974
122	اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر پانچویں حدیث	6/975
124	اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چھٹی حدیث	8/977
124	اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر ساتویں حدیث	10/979
126	اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی وحی سے	11/980
126	وحی سے اذان کی مشروعیت پر دوسری حدیث	12/981
127	تکبیر اذان کی طرح ہونے کا ثبوت	13/982
127	اذان میں ترجیع نہ ہونے کا ثبوت	14/983
128	تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کا ثبوت	15/984
128	تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	16/985
128	تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث	17/986

128	تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	18/987
129	تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	19/988
129	تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث	20/989
129	تکبیر کے سترہ کلمات ہونے کا ثبوت	21/990
129	تکبیر کے الفاظ ایک ایک کر دیئے جانے کی وجہ	22/991
130	فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کے اضافہ کا بیان	24/993
130	فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنے کا ثبوت	25/994
130	فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا سنت ہے	26/995
131	تشویب یعنی اذان و اقامت کے درمیان نماز کے لئے بلانے کا ثبوت	27/996
131	اذان اور تکبیر کے احکام	28/997
132	جو اذان دے اسی کا اقامت کہنا افضل ہے ضروری نہیں ہے	30/999
133	ایک اذان دے تو اس کی رضا مندی سے دوسرے کے تکبیر کہنے کا ثبوت	31/1000
134	ایک اذان دے تو اس کی رضا مندی سے دوسرا تکبیر کہے اس کے ثبوت پر دوسری حدیث	32/1001
134	اذان کے وقت کلمہ کی انگلیاں کانوں میں رکھنا سنت ہے	33/1002
134	بلند مقام پر اذان دیا کرنے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی اذان کہنے کا ثبوت	34/1003
135	اذان دینے اور امامت کرنے کے مستحق کون ہیں؟	35/1004
135	باوضوء اور کھڑے ہو کر اذان کہنا مستحب ہے	36/1005
136	باوضوء اذان کہنا مستحب ہے	37/1006

38/1007	بغیر وضوء اذان دینا جائز ہے	136
39/1008	اذان اور اقامت کے کلمات کے آخری حرف کو ساکن پڑھنا	136
40/1009	اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے	137
41/1010	اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانے کی وعید	137
☆	(5/24) بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ وَافْضَلِيَّةِ الْاِمَامَةِ وَاجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ	138
1/1011	مؤذن کی ذمہ داریوں کا بیان	138
2/1012	اذان دینے والے کی فضیلت	138
3/1013	اذان کی فضیلت اور اس سے شیطان کا بھاگنا	139
4/1014	اذان کی فضیلت اور اس سے شیطان کے بھاگنے پر دوسری حدیث	139
5/1015	اذان دینے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث	139
6/1016	بلند آواز سے اذان دینے والے اور باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت	140
7/1017	اخلاص کے ساتھ بغیر دکھاوے کے اذان دینے والے کی فضیلت	140
8/1018	اذان اور اقامت کہنے والے کی فضیلت	140
9/1019	قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے	141
10/1020	اذان کی فضیلت	141
11/1021	دارالکفر میں اذان کی آواز سنائی دے تو حملہ کرنا جائز نہیں	141
12/1022	امام کے افضل ہونے کا بیان	142
13/1023	امام کے افضل ہونے پر دوسری حدیث	143
14/1024	امامت کے مستحق کون ہیں؟	143

144	امام کے افضل ہونے پر تیسری حدیث	15/1025
144	امام کے افضل ہونے پر چوتھی حدیث	16/1026
144	اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت	17/1027
145	اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر دوسری حدیث	18/1028
145	اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر تیسری حدیث	19/1029
145	اذان سننے والا وہی الفاظ دہرائے جو مؤذن کہتا ہے، پھر درود پڑھے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرے۔	20/1030
146	اذان میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کا جواب	21/1031
147	اذان میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب پر دوسری حدیث	22/1032
148	اذان میں شہادتین کے جواب کا ایک اور طریقہ	23/1033
148	تکبیر اور قد قامت الصلوٰۃ کے جواب کا طریقہ	24/1034
149	اذان کے بعد کی دعاء	25/1035
149	اذان اور اقامت کے درمیان دعاء کی قبولیت	26/1036
150	قبولیت دعا کے اوقات	27/1037
150	اذان کے بعد کی دوسری دعا	29/1039
150	اذان مغرب کے وقت دعا کرنے کا حکم	30/1040
151	اذان مغرب کے وقت دعا کرنے پر دوسری حدیث	31/1041
151	مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا مکروہ ہے	32/1042
152	اذان کہنے پر اجرت لینے کا بیان	35/1045

36/1046	اذان کہنے پر اجرت لینا جائز ہونے کا بیان	152	
37/1047	بغیر عوض کے ثواب کے لئے اذان دینے والے کی فضیلت	152	
38/1048	جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت	153	
39/1049	جنگل میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت	153	
☆	باب (6/25)	154	201
1/1050	صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت	154	
3/1052	صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت پر دوسری حدیث	155	
4/1053	سفر میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان	156	
5/1054	اذان اور اقامت، قضا نمازوں کے لئے بھی کہنی چاہئے	156	
6/1055	مقتدی جماعت کے لئے کب کھڑے ہوں؟	157	
7/1056	مقتدی کے جماعت میں آ کر شریک ہونے کا طریقہ	157	
12/1061	مقتدی کے جماعت میں آ کر شریک ہونے کے طریقہ پر دوسری حدیث	160	
☆	باب (7/26) الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ	161	204
1/1062	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان	162	
2/1063	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں دوسری حدیث	162	
3/1064	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان تیسری حدیث	163	
4/1065	استقبال قبلہ کے لئے سمت کعبہ کی نیت کرنا کافی ہے مگر مکہ والے اور مدینہ والوں کے لئے عین کعبہ کی نیت ضروری ہے	163	
5/1066	کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی بنا کب ہوئی	164	
6/1067	مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز پڑھنے کا ثواب	165	

165	مساجد کے ثواب کا بیان	7/1068
166	مسجد نبوی کی فضیلت	8/1069
166	مسجد نبوی کے آداب	9/1070
167	”لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ“ سے جو غلط فہمی ہو رہی ہے اس کا ازالہ	10/1071
169	مسجد قباء کی فضیلت	11/1072
169	منبر شریف اور روضہ مبارک کے درمیانی زمین کی اور منبر شریف کی فضیلت	12/1073
170	انبیاء اور صلحاء کے قبور کے قرب و جوار میں مسجد بنانے کا ثبوت اور عین قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت	13/1074
172	انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت	14/1075
172	انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر دوسری حدیث	15/1076
173	مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت	16/1077
173	مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت پر دوسری حدیث	17/1078
174	مساجد کی اور مساجد میں ذکر کرنے کی فضیلت	18/1079
174	مسجد بنانے کی فضیلت	19/1080
174	مسجد کے آداب	20/1081
175	ہر مقام پر مسجد بنانے کا حکم	21/1082
175	مسجدوں کو بلند بنانے اور ان کو آراستہ رکھنے کا ثبوت	22/1083
178	مساجد کی زیب و زینت تعظیم کی نیت سے جائز ہے	23/1084
178	عورتوں کے لئے زیارت قبور کے جائز ہونے کا ثبوت، عین قبروں کو سجدہ گاہ بنانے یا عین قبروں پر چراغ روشن کرنے کی ممانعت	24/1085

26/1087	مسجد کی خدمت کا ثواب اور قرآن کے بھولنے کا گناہ	188
27/1088	مسجد کی خدمت اور اس کے آباد رکھنے کا ثواب	189
28/1089	مسجد کی نماز باجماعت کا ثواب اور مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت	189
30/1091	ان تینوں شخصوں کا ذکر جن کو دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے	190
31/1092	مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس عمل کا ذکر جو عَلَیْنِ میں لکھا جاتا ہے	190
32/1093	مسجد میں نماز پڑھنے کی ایک اور فضیلت	191
33/1094	نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے دور سے آنے والے کی فضیلت	191
34/1095	نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے دور سے آنے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث	191
35/1096	قیامت کے دن عرش کے سایہ میں رہنے والے سات شخصوں کا ذکر	192
36/1097	جماعت کے لئے اندھیرے میں مسجد آنے والوں کی فضیلت	193
38/1099	مسجد کو ثواب کی نیت سے آنے والے کی فضیلت	193
39/1100	خصی ہونے، سیاحت کرنے اور راہب بننے سے متعلق اوروں (دیگر مذاہب) کے خلاف اسلام کی خاص تعلیمات	193
40/1101	گناہوں کو مٹانے والے اور درجے بڑھانے والے امور کا بیان	194
42/1103	گناہوں کو مٹانے والے اور درجے بڑھانے والے امور کے بیان پر دوسری حدیث	196
43/1104	مسجد میں آنے کی اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعا	198
44/1105	مسجد میں آنے کی اور مسجد سے باہر نکلنے کی ایک اور دعا	199

200	مسجد میں داخل ہونے کی ایک اور دعا	46/1107
200	سفر سے واپسی کے آداب	47/1108
200	تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیفیت	48/1109
202	تحیۃ المسجد پڑھنے کی دوسری کیفیت	49/1110
202	آداب مسجد میں سے یہ بھی ایک ادب ہے	50/1111
202	مسجد کے آداب	51/1112
203	مسجد کے آداب پر دوسری حدیث	52/1113
205	مسجد کے آداب پر تیسری حدیث	55/1116
205	مسجد کے آداب پر چوتھی حدیث	56/1117
205	مسجد کے آداب پر پانچویں حدیث	57/1118
206	مسجد کے آداب پر چھٹی حدیث	58/1119
206	مسجد کے آداب پر ساتویں حدیث	59/1120
206	مسجد کے آداب پر آٹھویں حدیث	60/1121
206	مسجد کے آداب پر نویں حدیث	61/1122
207	مسجد کے آداب پر دسویں حدیث	62/1123
207	مسجد کے آداب پر گیارہویں حدیث	63/1124
208	مسجد کے آداب پر بارہویں حدیث	65/1126
208	مسجد کے آداب پر تیرہویں حدیث	66/1127
209	گھروں میں بھی کچھ نہ کچھ نفل نمازیں پڑھا کرو	67/1128
209	حیطان میں نماز پڑھنے کا ذکر اور حیطان کی تحقیق	68/1129

210	کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے	69/1130
210	کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر دوسری حدیث	70/1131
210	کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر تیسری حدیث	71/1132
216	211 (8/27) بَابُ السُّتْرِ	☆
211	نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کی تحقیق	1/1133
212	نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر دوسری حدیث	2/1134
213	نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر تیسری حدیث	3/1135
213	نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر چوتھی حدیث	4/1136
213	اشتمال صماء کی ممانعت	5/1137
214	جائز اشتمال کا بیان	7/1139
215	اگر دو کپڑے موجود ہوں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے	8/1140
215	بغیر تہ بند کے لائے کرتے میں نماز پڑھنے کی تحقیق	9/1141
216	نماز میں سدل کرنا اور ڈھانپنا باندھنا مکروہ ہے	10/1142
217	پاجامہ یا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھنے کی وعید	11/1143
218	نماز میں ایسی چیز سے بچے جس سے دل بٹ جاتا ہو	12/1144
219	مرد کے لئے ریشم کی ممانعت	14/1146
220	تصویر رکھنے کی ممانعت	15/1147
220	مرد کے ستر کا بیان	16/1148
221	مرد کے ستر کے بیان پر دوسری حدیث	17/1149
221	مرد کے ستر کے بیان پر تیسری حدیث	19/1150

221	باندیوں کا ستر	20/1152
222	حرہ یعنی آزاد عورت کا ستر	23/1155
222	حرہ یعنی آزاد عورت کے ستر پر دوسری حدیث	24/1156
223	حرہ یعنی آزاد عورت کے ستر پر تیسری حدیث	25/1157
223	عورت کی نماز بغیر تہ بند کے ایسے لائے کرتے میں جائز ہے جس سے قدم چھپ جاتے ہوں	26/1158
224	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق	27/1159
224	جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنے پر دوسری حدیث	28/1160
225	نماز پڑھتے وقت جوتے کہاں رکھے جائیں	29/1161
226	جوتے پہنے بغیر نماز پڑھنے کا ثبوت	31/1163
221	227 (9/28) بَابُ السُّتْرَةِ	☆
227	سُتْرَہ کی تعریف اور اس کے احکام	ف
227	سُتْرَہ کھڑا کرنے کا بیان	1/1164
228	سُتْرَہ کھڑا کرنے کے بیان پر دوسری حدیث	2/1165
228	لوگوں کی گذر گاہ نہ ہو تو بغیر سُتْرَہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے	3/1166
229	جس چیز کو چاہے ستر بنا سکتے ہیں	4/1167
229	نمازی کے سامنے سُتْرَہ نہ ہونے کی صورت میں کتنے فاصلہ سے گذر سکتے ہیں	5/1168
230	سُتْرَہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید	7/1170
230	سُتْرَہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید پر دوسری حدیث	8/1171

230	سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی صورت پر تیسری حدیث	9/1172
231	نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو بغیر عمل کثیر کے روکے	11/1174
231	نمازی کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس سے نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا	12/1175
232	نمازی کے سامنے سے گدھا، کتا، یا عورت گزرے تو اس سے نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا	13/1176
233	نمازی کے سامنے عورت رہنے سے اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا	14/1177
233	نمازی کے سامنے عورت کے رہنے سے اس کی نماز میں خلل نہیں آنے پر دوسری حدیث	15/1178
233	نمازی کے سامنے سے گدھا گزرے تو اس کی نماز میں خلل نہیں آتا	16/1179
234	نمازی کے سامنے سے لڑکی گزر جائے تو اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا	17/1180
234	سترہ اور سترہ کے قائم مقام چیزوں کا بیان	18/1181
235	نمازی کو سترہ کے قریب رہنے کی تاکید	19/1182
235	سترہ کہاں رکھنا چاہئے؟	20/1183
225	236 (10/29) بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ ☆	
237	نماز میں تعدیل ارکان کا حکم	1/1184
239	نماز میں تعدیل ارکان کے حکم پر دوسری حدیث	2/1185
240	نماز میں تعدیل ارکان کے حکم پر تیسری حدیث	3/1186
240	نماز کی صفت یعنی نماز کے ادا کرنے کی پوری کیفیت	4/1187

241	نماز کی صفت یعنی نماز کے ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث	5/1188
241	نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت	6/1189
242	نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث	7/1190
243	نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث	8/1191
243	تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت	9/1192
244	تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ثبوت پر دوسری حدیث	12/1195
244	پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کا بیان	13/1196
245	پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کے بیان پر دوسری حدیث	15/1198
245	عورتوں کا حکم	ف
245	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت	16/1199
245	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	17/1200
246	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث	18/1201
247	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	20/1203
247	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	21/1204
247	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چھٹی حدیث	22/1205
248	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث	23/1206
250	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث	24/1207
251	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث	25/1208
252	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث	27/1210
252	تکبیر تحریمہ کے سواپوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر گیارہویں حدیث	28/1211

29/12	253	تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر بارھویں حدیث
30/12	253	تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیرھویں حدیث
31/12	253	تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چودھویں حدیث
32/12	253	تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پندرھویں حدیث
33/12	254	تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر سولہویں حدیث
34/12	255	تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر سترھویں حدیث
35/12	256	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت
36/12	256	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر دوسری حدیث
37/12	257	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر تیسری حدیث
39/12	257	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر چوتھی حدیث
40/12	257	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر پانچویں حدیث
ف(1)	258	تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تحقیق
ف(2)	258	تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی تحقیق
ف(3)	259	عورتوں کا حکم

259	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟	42/1225
260	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں اس پر دوسری حدیث	43/1226
260	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں اس پر تیسری حدیث	44/1227
260	عورتوں کا حکم	ف
260	نماز میں طویل قیام کی فضیلت	45/1228
261	نماز میں رکوع کرنے کا مسنون طریقہ	46/1229
261	نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر دوسری حدیث	47/1230
262	عورتوں کا حکم	ف
262	نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر تیسری حدیث	49/1232
262	نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ چوتھی حدیث	50/1233
262	نماز میں قومہ، سجدہ اور جلسہ کا مسنون طریقہ	51/1234
263	عورتوں کا حکم	ف
263	سجدہ میں چہرہ رکھنے کا مسنون طریقہ	54/1237
264	سجدہ میں ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ	55/1238
264	سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ، استراحت کئے بغیر اٹھنے کا ثبوت	57/1240
265	سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ، استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	58/1241
265	سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ، استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر تیسری حدیث	59/1242
266	سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ، استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	61/1244

62/1245	سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	266
64/1247	سجدہ اور قعدہ اولیٰ سے قیام کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ	266
65/1248	قعدہ میں یادوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ	267
ف	عورتوں کا حکم	267
66/1249	قعدہ میں یادوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کے مسنون طریقہ پر دوسری حدیث	267
67/1250	قعدہ میں یادوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کے مسنون طریقہ پر تیسری حدیث	268
،،	قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کی بحث	268
،،	نماز کے ختم پر ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ کہنے کی بحث	269
،،	عمداً اپنے کسی فعل سے نماز ختم کرنے کی بحث	270
68/1251	نماز میں تشہد واجب ہونے کا ثبوت	270
69/1252	قعدہ اخیر میں اپنے فعل سے نماز سے نکلنا فرض ہونے کا ثبوت	271
72/1255	نماز میں تشہد واجب ہونے کا ثبوت	272
73/1256	نماز کے ختم پر سلام پھیرنے کا بیان	272
74/1257	نماز کم سے کم دو رکعت ہونے کا ثبوت اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان	273
☆	(11/30) بَابُ مَا يَقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ	274
1/1259	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کا ثبوت	274

3/1261	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	274
4/1262	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر تیسری حدیث	275
5/1263	نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	276
7/1265	احادیث میں ثناء کے بجائے جو اولاً الفاظ آئے ہیں ان پر عمل ابتداء اسلام میں تھا بعد میں نہ رہا	276
8/1266	احادیث میں ثناء کے بجائے جو الفاظ آئے ہیں ان پر عمل ابتداء اسلام میں تھا بعد میں نہ رہا اس پر دوسری حدیث	277
9/1267	نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعائیں	278
11/1269	ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعائیں	281
12/1270	ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر دوسری حدیث	282
13/1271	ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر تیسری حدیث	283
14/1272	ثناء آہستہ پڑھنے کا ثبوت	285
15/1273	ثناء تکبیر تحریمہ کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور باقی رکعتوں کے شروع میں ثناء پڑھنا ثابت نہیں	285
	(12/31) بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ	241
1/1274	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہے پہلی حدیث	286
2/1275	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر دوسری حدیث	287
3/1276	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر تیسری حدیث	287
4/1277	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر چوتھی حدیث	288
5/1278	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر پانچویں حدیث	288

288	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر چھٹی حدیث	6/1279
289	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر ساتویں حدیث	7/1280
289	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر آٹھویں حدیث	8/1281
289	”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر نویں حدیث	9/1282
292	نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہونے کا ثبوت	11/1284
293	نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	12/1285
295	نماز میں سورہ فاتحہ کے واجب ہونے کا ثبوت	13/1286
295	نماز میں سورہ فاتحہ کے واجب ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	14/1287
297	نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ واجب ہونے کا ثبوت	15/1288
300	نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ واجب ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	18/1291
301	فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کرنے کا بیان	19/1292
301	نمازوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کرنے کی تحقیق	ف
303	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کا ثبوت	21/1294
303	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	22/1295
304	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث	23/1296
304	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	24/1297
305	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	25/1298
305	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چھٹی حدیث	26/1299
305	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث	27/1300
306	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث	28/1301

306	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث	29/1302
307	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث	32/1305
307	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر گیارہویں حدیث	33/1306
308	فرض کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے ایک مثال	،،
309	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر بارہویں حدیث	34/1307
309	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر تیرہویں حدیث	35/1308
310	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چودھویں حدیث	36/1309
311	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر پندرہویں حدیث	39/1312
311	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر سولہویں حدیث	40/1313
312	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر سترہویں حدیث	44/1317
313	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر اٹھارہویں حدیث	45/1318
314	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر انیسویں حدیث	46/1319
314	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر بیسویں حدیث	47/1320
315	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر اکیسویں حدیث	51/1324
315	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر بائیسویں حدیث	52/1325
315	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 23 ویں حدیث	53/1326
315	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 24 ویں حدیث	54/1327
316	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 25 ویں حدیث	55/1328
316	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 26 ویں حدیث	56/1329
316	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 27 ویں حدیث	57/1330

58/1331	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 28 ویں حدیث	316
59/1332	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 29 ویں حدیث	317
61/1334	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 30 ویں حدیث	317
62/1335	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 31 ویں حدیث	318
63/1336	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 32 ویں حدیث	318
65/1338	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 33 ویں حدیث	318
66/1339	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 34 ویں حدیث	319
67/1340	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 35 ویں حدیث	319
68/1341	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 36 ویں حدیث	319
69/1342	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 37 ویں حدیث	320
70/1343	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 38 ویں حدیث	320
71/1344	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 39 ویں حدیث	320
72/1345	مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر 40 ویں حدیث	320
74/1347	بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کا ثبوت، پہلی حدیث	321
75/1348	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	321
76/1349	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث	322
77/1350	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	324

78/1351	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	324
79/1352	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جاتا تھا	325
80/1353	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھے جانے پر دوسری حدیث	326
81/1354	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھے جانے پر تیسری حدیث	326
82/1355	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھے جانے پر چوتھی حدیث	326
83/1356	”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھے جانے پر پانچویں حدیث	327
84/1357	نماز میں قرأت سے پہلے ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ پڑھنے کا ثبوت	327
85/1358	نماز میں ”اعوذ باللہ“ اور ”بسم اللہ“ اور ”آمین“ آہستہ کہنے کا ثبوت	327
86/1359	نماز میں ”اعوذ باللہ“، ”بسم اللہ“ اور ”ربنا لک الحمد“ آہستہ کہنے کا ثبوت	328
87/1360	نماز میں ”ثناء“، ”اعوذ باللہ“، ”بسم اللہ“ اور ”آمین“ کے آہستہ کہنے کا ثبوت	328
89/1362	نماز میں آمین کہنے کی فضیلت	329
92/1365	مقتدی کا ہر عمل امام کے ہر عمل کے بعد ہونے کا ثبوت	331
93/1366	نماز میں آمین آہستہ کہنے کا ثبوت	331

94/1367	نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	332
95/1368	نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر تیسری حدیث	332
96/1369	نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	332
97/1970	آمین کہنے کی فضیلت	333
98/1371	فرائض میں دوسری رکعت پہلی کی نسبت چھوٹی ہونے کا ثبوت	333
99/1372	فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے واجب نہیں	333
100/1373	فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے واجب نہیں اس پر دوسری حدیث	334
101/1374	نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنے کا بیان	334
102/1375	نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث	335
103/1376	نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنے کے بیان پر تیسری حدیث	335
104/1377	جمعہ کے دن نماز فجر میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان	336
105/1378	نماز ظہر میں طوال مفصل پڑھنے کا بیان	336
107/1380	نماز عصر میں اوساط مفصل پڑھنے کا بیان	336
108/1381	نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنے کا بیان	337
109/1382	نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث	337
110/1383	جمعہ کی شب نماز مغرب میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان	337
112/1385	نماز عشاء میں اوساط مفصل پڑھنے کا بیان	338
113/1368	نماز عشاء میں اوساط مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث	338

338	نماز عشاء میں اوساط مفصل پڑھنے کے بیان پر تیسری حدیث	114/1387
338	پانچوں نمازوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	115/1388
339	فرض نمازوں میں تینوں طوالوں کے ہر سورت کا پڑھنا مسنون ہے۔	116/1389
339	نماز جمعہ میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	117/1390
340	عیدین اور جمعہ میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	118/1391
340	عیدین میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	119/1392
340	فجر کی سنتوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	120/1393
340	فجر کی سنتوں میں جو آیتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	121/1394
341	فجر اور مغرب کی سنتوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان	122/1395
343	آیت میں فَبَآئِیَ الْآءِ رَبِّکُمْ تَکْذِبْنَ کا مسنون جواب	124/1397
345	سَبِّحْ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی کا مسنون جواب	125/1398
345	جن آیتوں کو سن کر جواب دینا مسنون ہے ان کا بیان	126/1399
263	346	(13/32) بَابُ الرُّكُوعِ
346	رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنے کا بیان	1/1400
346	رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنے کے بیان پر دوسری حدیث	2/1401
347	رکوع، سجدہ، جلسہ اور قومہ اطمینان سے کرنے کا بیان	3/1402
347	قومہ اور جلسہ کو نہایت اطمینان سے ادا کرنے کا بیان	4/1403
348	رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے پر وعید	5/1404
348	رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر دوسری حدیث	6/1405
349	رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر تیسری حدیث	7/1406

349	رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر چوتھی حدیث	8/1407
350	رکوع اور سجدہ کے تسبیحات کا بیان اور ان میں قرآن پڑھنے کی ممانعت	9/1408
350	نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات کا بیان	10/1409
351	نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات کے بیان پر دوسری حدیث	11/1410
351	نماز کسوف کے رکوع اور اس میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح کا بیان	12/1411
351	ہر نماز کے رکوع اور سجدے میں جو تسبیحات معین کئے گئے ہیں، ان کا بیان	13/1412
352	نفل نمازوں کے قومہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان	14/1413
353	نفل نمازوں کے قومہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے بیان پر دوسری حدیث	15/1414
354	قومہ میں امام اور مقتدی کے لئے جو دعائیں مقرر کی گئی ہیں، ان کی فضیلت	16/1415
354	تہا نماز پڑھنے والے کو قومہ میں تسمیع اور تحمید کے جمع کرنے کا بیان	18/1417
355	رکوع اور سجدے میں کم سے کم تعداد تسبیحات پڑھنے کا بیان	20/1419
355	رکوع اور سجدے میں تسبیحات کی مستحب تعداد کا بیان	21/1420
266	357	(14/33) بَابُ السُّجُودِ وَفَضْلِهِ
357	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب	1/1421
357	عورتوں کا حکم	،،
358	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر دوسری حدیث	2/1422
359	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر تیسری حدیث	3/1423
360	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر چوتھی حدیث	4/1424

360	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر پانچویں حدیث	5/1425
360	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر چھٹی حدیث	6/1426
361	سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر ساتویں حدیث	7/1427
361	مردوں کو سجدے میں باہیں بچھانے کی ممانعت اور سجدہ اعتدال سے کرنے کا حکم	8/1428
361	مردوں کو سجدے میں باہیں بچھانے کی ممانعت اور اعتدال سے سجدہ کرنے کے حکم پر دوسری حدیث	9/1429
362	سجدہ کرنے کی کیفیت	10/1430
362	سجدہ کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث	11/1431
362	سجدہ کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث	13/1433
363	قومہ سے سجدہ میں جانے اور سجدے سے اٹھنے کی کیفیت	14/1434
363	سجدہ کرنے کی اور سجدہ سے اٹھنے کی کیفیت	15/1435
363	دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی ممانعت	16/1436
364	سجدہ کی فضیلت	17/1437
364	سجدہ کی فضیلت پر دوسری حدیث	18/1438
365	سجدہ کی فضیلت پر تیسری حدیث	19/1439
366	سجدہ کی فضیلت پر چوتھی حدیث	20/1440
366	نفل نمازوں کے سجدے میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی دعا	21/1441
366	نفل نمازوں کے سجدے میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی دعا پر دوسری حدیث	22/1442

23/1443	367	دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں پڑھی جانے والی دعاء
24/1444	368	فرض اور نفل نمازوں کے جلسہ میں پڑھی جانے والی دعاء
	369	(15/34) بَابُ التَّشَهُّدِ
1/1445	369	التحیات کے لئے بیٹھنے اور کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ
2/1446	369	التحیات کے لئے بیٹھنے اور کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کے طریقہ پر دوسری حدیث
3/1447	370	کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کی فضیلت اور اس کو بار بار حرکت نہ دینے کا ثبوت
5/1449	371	کلمہ شہادت کے وقت دونوں ہاتھ اور ان کی انگلیوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت
6/1450	371	التحیات کے وقت دونوں ہاتھ اور ان کی انگلیوں کو رکھنے کی کیفیت
7/1451	372	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات
8/1452	373	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کے بیان پر ایک اور حدیث
9/1453	374	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی روایت پر راوی کا بیان
11/1455	375	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی اہمیت پر خود ان کا بیان
12/1456	375	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی اہمیت پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان
13/1457	376	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی تائید پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول
14/1458	376	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی تائید حضرت خصیف کے خواب سے

377	التحیات کو آہستہ پڑھنے کا ثبوت	15/1459
377	قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود نہ پڑھنے کا ثبوت	16/1460
274	378 (16/35) بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلُهَا	
378	قعدہ اخیر میں التحیات کے بعد درود اور دعا پڑھنے کا ثبوت	1/1462
379	قعدہ اخیر میں التحیات کے بعد درود اور دعا پڑھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	2/1463
379	دعاء کی قبولیت کے لئے درود شریف پڑھنے کی ضرورت	3/1464
380	التحیات کے بعد جس درود کا پڑھنا افضل ہے وہ درود ابراہیمی ہے	4/1465
381	التحیات کے بعد یہ درود بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر افضل نہیں ہے	5/1466
382	التحیات کے بعد یہ درود بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر افضل نہیں ہے	6/1467
383	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت	7/1468
384	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت پر دوسری حدیث	8/1469
384	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت پر تیسری حدیث	9/1470
384	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت پر چوتھی حدیث	10/1471
385	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت پر پانچویں حدیث	11/1472
385	درود کی فضیلت اور اس دعا کا بیان جس کے پڑھنے سے شفاعت کا مستحق ہوتا ہے	12/1473
385	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت	13/1474
386	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت پر دوسری حدیث	14/1475
386	جو بد نصیب ہیں ان کی تفصیل	15/1476
387	جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود نہ پڑھے اس کی وعید	16/1477
387	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قصداً حاضر ہونے کی فضیلت	18/1479

389	کہیں سے بھی امت کے درود پڑھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہونے کا بیان	،،
390	قبر شریف کے پاس درود پڑھنے کی فضیلت	19/1480
390	امت کے سلام جہاں کہیں سے ہوا فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں	20/1481
390	امت کے سلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جواب دیا کرتے ہیں اس کی تحقیق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات النبیؐ ہونے کا ثبوت	21/1482
278	398 (17/36) بَابُ الدُّعَاءِ فِي الشَّهَادَةِ	
399	قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعاء	1/1483
400	قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد جن چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے ان کا بیان	2/1484
400	قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعاء	3/1485
401	قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء	4/1486
401	قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء	5/1487
402	قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء	6/1488
402	قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد کبھی یہ الفاظ بھی پڑھے گئے ہیں	7/1489
403	ختم نماز پر سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ	8/1490
403	نماز کو دو سلاموں سے ختم کرنے کا ثبوت اور اس کا مسنون طریقہ	9/1491
404	امام اور مقتدی دونوں کو سلام پھیرتے وقت کیا نیت کرنی چاہئے اس کی تفصیل	11/1493
405	نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے	13/1495

405	نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے اس پر ایک اور حدیث	14/1496
406	نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے اس پر ایک اور حدیث	15/1497
406	نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے اس پر ایک اور حدیث	16/1498
406	نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے اس پر ایک اور حدیث	17/1499
407	فرض نمازوں کے بعد سنن اور نوافل کے لئے جگہ تبدیل کرنے کا بیان	18/1500
407	فرض نمازوں کے بعد سنن اور نوافل کے لئے جگہ تبدیل کرنے کے بیان پر دوسری حدیث	19/1501
407	ختم نماز پر مقتدیوں کا امام کی دعاء سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے	20/1502
408	ختم نماز پر مقتدیوں کا امام کی دعاء سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے	21/1503
281	409	(18/37) بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ
409	فرض نمازوں کے بعد اللہ اکبر کہنے کی تحقیق	1/1504
410	فرض نمازوں کے بعد کبھی یہ دعاء بھی پڑھی گئی ہے	2/1505
410	فرض نماز کے بعد دعاء کرنے کا ثبوت	3/1506
411	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت	4/1507
412	جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد مختصر دعاء کرنے کا بیان	6/1509
412	جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان میں فصل کرنے کے لئے مختصر دعاء کرنے کا بیان	7/1510
413	جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان میں فصل کرنے کے لئے مختصر دعاء کرنے کا بیان	8/1511
414	فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے ان کا سنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے	9/1512

414	فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے ان کا سنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے اس پر دوسری حدیث	10/1513
415	فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے ان کا سنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے اس پر تیسری حدیث	12/1515
416	نمازوں کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنے کی فضیلت	13/1516
417	نمازوں کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنے کی فضیلت پر دوسری حدیث	15/1518
417	نمازوں کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنے کی فضیلت پر تیسری حدیث	16/1519
418	نماز کے بعد پڑھا جانے والا ایک تعوذ	17/1520
419	نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا بیان	18/1521
419	نماز کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت	19/1522
420	فجر اور عصر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے کی فضیلت	20/1523
420	نماز فجر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے کی فضیلت	21/1524
421	نماز فجر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے اور اشراق پڑھ کر اٹھنے کی فضیلت	22/1525
287	422 (19/38) بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ	
422	نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے	1/1526
425	نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر دوسری حدیث	2/1527
426	نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر تیسری حدیث	3/1528
426	نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر چوتھی حدیث	4/1529

427	نماز میں اشارہ سے بات کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے	5/1530
427	نمازی کو نماز میں چھینک آئے تو کیا کرنا چاہئے؟	6/1531
428	نمازی کو اپنا نماز میں ہونا کس طرح معلوم کرنا چاہئے	7/1532
429	تشبیک کے احکام کی تفصیل	9/1534
429	گولہوں پر ہاتھ رکھنے اور عصا پر ٹیکہ دینے کے احکام	10/1535
430	نماز میں گولہوں پر ہاتھ رکھنے کی وعید اور اس کا حکم	11/1536
430	نمازی کا نماز کی حالت میں سجدے کی جگہ سے کنکریاں صاف کرنے کا حکم	12/1537
431	نمازی کا نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف کرنے کے حکم پر دوسری حدیث	13/1538
431	عمل قلیل اور عمل کثیر کا بیان	ف
432	نماز میں ضرورت سے عمل قلیل جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے	14/1539
432	نماز میں ضرورت سے عمل قلیل جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے اس پر دوسری حدیث	15/1540
433	نماز میں ضرورت سے عمل قلیل جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے اس پر تیسری حدیث	16/1541
434	نماز میں سانپ اور بچھو کے مارنے کا حکم اور اس کی تفصیل	17/1542
435	نماز میں عمل قلیل کا جواز اور بحالت نماز مشی یعنی چلنے کے احکام کی تفصیل	18/1543
436	بحالت نماز مشی یعنی چلنے کے احکام کی تفصیل	ف
437	بحالت نماز اور خارج نماز جمائی کو روکنے کے احکام کی تفصیل	19/1544
438	بحالت نماز جمائی کو روکنے کے حکم پر دوسری حدیث	21/1546

23/1548	مکروہات یا مفسدات نماز میں یہ چھ چیزیں بھی داخل ہیں	438
24/1549	نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کا حکم	439
25/1550	نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کے حکم پر دوسری حدیث	439
26/1551	نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کے حکم پر تیسری حدیث	440
27/1552	نماز میں دیکھنے کے اقسام اور ان کے احکام	440
29/1554	بحالت نماز اور خارج نماز آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے تفصیلی احکام	441
30/1555	بحالت نماز نمازی اپنی نگاہ کہاں رکھے؟	441
32/1557	بحالت نماز اور بعد نماز پیشانی پر سے مٹی پونچھنے کے احکام	442
ف	نماز میں پھونک مارنے کے احکام	442
33/1558	نماز میں رونے کے احکام اور ان کی تفصیل	442
35/1560	نماز میں وضوء ٹوٹنے کے احکام اور بناء کا جواز	443
ف(1)	صحابہ اور تابعین سے بھی بناء کا جواز ثابت ہے	444
ف(2)	نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے بناء کرنے کے تفصیلی احکام	444
38/1563	نماز میں وضوء ٹوٹنے کے احکام اور بناء کے جواز پر دوسری حدیث	446
40/1565	نماز میں وضوء ٹوٹنے پر از سر نو نماز پڑھنے کے شرائط	446
41/1566	نماز میں امام کا وضوء ٹوٹنے پر کسی کو خلیفہ بنائے بغیر وضوء کو جانے کا بیان	447
42/1567	نماز میں وضوء ٹوٹنے پر وضوء کو جانے کے لئے شرمندگی دور کرنے کا طریقہ	448
43/1568	نماز میں امام کا وضوء ٹوٹنے پر خلیفہ بنانے کا طریقہ	448
44/1569	قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد عمدہ اُحدث کرنے والے کے لئے حکم	449

296	450	(20/39) بَابُ السُّهُوِ	
	450	نماز میں جس کسی کو عمر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟	1/1570
	451	نماز میں جس کسی کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ ایسا ہی ایک سے زیادہ مرتبہ شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟	4/1573
	451	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے	6/1575
	452	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے پر دوسری حدیث	7/1576
	452	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے پر تیسری حدیث	8/1577
	453	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے؛ اس پر چوتھی حدیث	9/1578
	453	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کی رکعات پر عمل کرنا چاہئے	10/1579
	454	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کی رکعات پر عمل کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث	11/1580
	455	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کا ثبوت	12/1581
	455	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	13/1582
	455	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث	14/1583
	456	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	15/1584

16/1585	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	456
17/1586	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث	456
18/1587	نماز میں سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنے کا ثبوت	457
19/1588	سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر ایک اور حدیث	457
ف	نماز میں سہو کی ہو یا زیادتی ہر دو صورت میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے کا ثبوت	458
20/1589	نماز میں سہو کی سے ہو یا زیادتی سے ہر دو صورت میں سجدہ سہودا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے	458
21/1590	نماز میں سہو اقعہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو جائیں تو کیا کرنا چاہئے؟	458
22/1591	نماز میں سہو اقعہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو جائیں تو کیا کرنا چاہئے؟ اس پر دوسری حدیث	459
23/1592	نماز میں سہو اقعہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہونے لگیں تو کیا کرنا چاہئے؟	460

تم الفہرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف ز حاجۃ المصائب

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہو سکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں:-

واقعہ یہ ہے کہ مولف مدظلہ العالی نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے سابق میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مؤلف موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائیدغیبی جس کا اظہار اپنی کتاب ز حاجۃ المصائب کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امام صاحب کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابی یا تابعی پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

ز حاجۃ المصائب میں مؤلف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:-

- (1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔
- (2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب و عنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے، البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے، اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔
- (3) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا، اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلا لحاظ فصل یکجا کئے گئے۔
- (4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علامہ موصوف نے اس بحرِ خار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتی بہ حاصل کیا گیا، ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی، ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔
- (5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب، احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔
- یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔ مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری التماس

یعنی

دیباچہ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدہ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کر دیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہو رہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمائیے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہا جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

بایوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے

ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یایوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چار پائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہو گیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغتاً و قانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہو گئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بد اخلاقی پر رنج، کوئی جزء ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہ ویسا ہی ہے جیسے مذکور الصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟۔

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ”زجاجۃ المصباح“ کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کر کے دین دار کہے جانے کے لائق بنو۔ تمام ”زجاجۃ المصباح“ کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ”زجاجۃ المصباح“ میں آ گیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر

مولوی محمد منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ”زجاجۃ المصائب“ کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصائب سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی محمد عبدالستار خاں صاحب ایم۔ اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ”ف“ کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، اس سے ”زجاجۃ المصائب“ کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آرہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر لیں۔ ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا، میں نے اس ترجمہ کا نام ”نور المصائب“ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین۔

نور المصائب کا حصہ دوم آپ کے سامنے آ رہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت کوئی کام کر رہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نور المصائب کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھ دیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر عمل کرتے رہیں۔ آمین۔

نُورُ الْمَصَابِيحِ

حصہ دوم

ترجمہ

زُجَّاجَةُ الْمَصَابِيحِ

جلد اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(4) کِتَابُ الصَّلٰوةِ

(یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے)

”وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ”وَأَقِمْوَا الصَّلٰوةَ“ اور اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ، پ: 1، ع: 5، آیت نمبر: 43 میں) نماز کی پابندی کیا کرو۔

وَقَوْلُهُ: ”وَأَقِمْ الصَّلٰوةَ، إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ عنکبوت، پ: 21، ع: 5، آیت نمبر: 45 میں) اور نماز کی پابندی رکھئے کیوں کہ بلاشبہ نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے۔

وَقَوْلُهُ: ”وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ طہ، پ: 16، ع: 8، آیت نمبر: 132 میں) اور اپنے متعلقین (یعنی اہل خاندان یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔

وَقَوْلُهُ: ”إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ مائدہ، پ: 6، ع: 8، آیت نمبر: 55، میں) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہی ہیں جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ: ”وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ، أُولَٰئِكَ فِي جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ معارج، پ: 29، ع: 1، آیت نمبر: 34/35 میں) اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) یہی لوگ ہیں جو عزت سے بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔

وَقَوْلُهُ: ”وَأَنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَشِيعِينَ الَّذِينَ يَنْظُنُونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا رَبِّهِمْ

وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ بقرہ، پ: 1، ع: 5، آیت نمبر: 45، میں) اور بے شک نماز دشوار ضرور ہے مگر ان پر (نہیں) جن کے دلوں میں خشوع (یعنی خاکساری) ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف واپس جانے والے ہیں، جن لوگوں کو خدا کا اور عاقبت کا خیال نہیں ان کو نماز کی پابندی بھی بجائے خود ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔

وَقَوْلُهُ: ”رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي“ اور ارشاد باری تعالیٰ

ہے: (سورہ ابراہیم، پ: 13، ع: 6، آیت نمبر: 40، میں) (حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعاء میں یہ فرما رہے ہیں) اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں نماز (پابندی کے ساتھ) پڑھتا رہوں اور (نہ صرف مجھ کو بلکہ) میری اولاد کو بھی۔ (اس کی توفیق دے۔)

وَقَوْلُهُ: ”فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ

يَلْقَوْنَ غِيًّا“۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ مریم، پ: 16، ع: 4، آیت نمبر: 59، میں) پھر ان کے بعد بعض ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں برباد کیں اور (نفسانی، ناجائز) خواہشات کے پیچھے پڑ گئے (تو ان کی گمراہی ان کے آگے آئے گی اور یہ) عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔

وَقَوْلُهُ: ”إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ

قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ نساء، پ: 5، ع: 21، آیت نمبر: 142، میں) بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ سے چال بازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ

تعالیٰ ان کو اس چال کی سزا دینے والے ہیں اور یہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ (کہ ظاہر داری کر کے) صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں۔

نماز مسلمان پر اللہ کا حق ہے

1/822- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یقین کر لیا کہ نماز (اللہ تعالیٰ کا ہم پر) حق ہے اور فرض ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور حاکم نے بھی مستدرک میں اس کی روایت کی ہے۔)

بے نمازی پر شیطان قابو پالیتا ہے

2/823- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن سے شیطان اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ پنجگانہ نمازوں کی پابندی کرتا رہتا ہے اور جب مؤمن نمازوں کو ضائع کرتا ہے تو شیطان اس پر جری ہو جاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہوں میں ڈال دیتا ہے اور اس پر (قابو پانے کی) حرص کرتا ہے۔

(اس کی روایت ابو نعیم نے کی ہے اور ابو بکر محمد بن الحسین بخاری نے اپنی ”امالی“ میں اور رافعی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

نمازی کو اللہ کی رحمت گھیری رہتی ہے

3/824- عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے تو رکوع میں جانے تک اس کے سر پر رحمت نازل ہوتی رہتی ہے اور جب رکوع میں چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سجدہ میں جانے تک اس کو گھیر لیتی ہے اور سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ (اس وقت

دل میں) اللہ سے مانگے اور بہت رغبت سے مانگے (کیوں کہ یہ مقبولیت کا وقت ہے۔)
(اس کی روایت سعید بن منصور نے مرسل کی ہے۔)

نمازی کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے دربار کا دروازہ کھول دیتا ہے

4/825- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والا یقیناً شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جو دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے توقع ہے کہ بہت جلد اس کیلئے دروازہ کھول دیا جائے۔ (اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

وہ امور جن کی وجہ سے مسلمان جنت میں جانے کا مستحق ہو جاتا ہے

5/826- ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی پانچوں نمازوں کو ادا کرتے رہو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھا کرو، اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دیا کرو اور جب تم کو تمہارا امیر کوئی حکم دے (اور وہ حکم خلاف شرع نہ ہو) تو اس کے حکم کی اطاعت کیا کرو تو تم (اس کے صلہ میں) اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی۔)

نمازی کی فضیلت اور بے نمازی کی وعید

6/827- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کیا کرتا ہے تو قیامت کے دن نماز اس کے لئے نورِ ایمان کی زیادتی اور کمال ایمان کی دلیل اور مغفرت کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا تو اس کے نورِ ایمان میں نہ تو زیادتی ہوگی اور نہ اس کے کمال ایمان کی کوئی دلیل ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی ذریعہ ہوگا اور بے نمازی قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابلی بن خلف کے ساتھ رہے

گا۔ (اور عذاب میں مبتلا ہوگا)۔

(اس کی روایت امام احمد اور دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔)

نماز سے نمازی کا دل منور ہوتا ہے

7/828- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز سے نمازی کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے تو تمہارے اختیار میں ہے کہ نماز کی پابندی سے اپنے دل میں نور پیدا کر لیں۔ (اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نمازی کو دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے

8/829- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ (مقرر) ہے جو ہر نماز کے وقت یہ آواز دیتا ہے کہ اے اولادِ آدم! اٹھو تم نے اپنے اوپر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) جو آگ سلاگ لی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھا دو۔ (اس کی روایت ضیاء نے کی ہے اور طبرانی نے بھی کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازی نماز میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے اور رحمت اور فرشتے

اس کو گھیرے رہتے ہیں

9/830- حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کو تین باتیں حاصل ہوتی ہیں، (ایک 1) یہ کہ آسمان سے لے کر اس کے سر تک رحمت الہی نازل ہوتی رہتی ہے (دوسرے 2) ملائکہ اس کو اس کے دونوں قدموں سے لے کر آسمان تک گھیرے ہوئے رہتے ہیں اور (تیسرے 3) یہ کہ ندا کرنے والا ندا کرتے

رہتا ہے کہ اگر نمازی جان لیتا کہ وہ کس سے راز و نیاز کر رہا ہے تو وہ نماز سے نہ پلٹتا۔

(اس کی روایت محمد بن نصر نے اپنی کتاب الصلوٰۃ میں مرسل کی ہے۔)

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا، نفل کی فضیلت

10/831- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً پہلی چیز جس کا حساب بندہ سے لیا جائے گا وہ نماز ہے پس اگر نماز درست ہوگی تو بندہ کے جملہ اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو دوسرے تمام اعمال بھی درست نہیں ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ دیکھو کہ کیا میرے بندے کے اعمال میں نفل (عبادتیں) ہیں؟ اگر نفل (عبادتیں) ہوں گی تو ان کے ذریعہ سے فرض کی تکمیل کر دی جائے گی کیونکہ نفل فرض کی تکمیل کیلئے ہیں اور اصل تو فرائض ہی ہیں (اس لئے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ فرائض کے ذریعہ سے (بندوں پر) نعمت کی تکمیل اور اپنی رحمت نازل کرنا چاہتے ہیں۔ (اس کی روایت ابن عساکر نے کی ہے۔)

گناہوں کو مٹانے والی عبادتیں

11/832- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (1) نماز پنج گانہ (2) ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ، اور (3) ایک رمضان سے دوسرا رمضان، یہ تینوں چیزیں ان گناہوں کو جو ان کے درمیان ہوئے ہوں مٹانے والے ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہ صادر نہ ہوئے ہوں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیثوں میں نماز اور دیگر عبادات کی وجہ سے گناہوں کے

مٹادیئے جانے کا جو ذکر ہے اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں نہ کہ کبیرہ، کیوں کہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلئے

باتفاق اہل سنت والجماعت توبہ ضروری ہے۔ (ماخوذ از مرقات ولعات۔)

نمازیں گناہوں کو مٹانے والی ہیں

12/833- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتلاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کیا کرتا ہے، کیا اس کے جسم پر کچھ بھی میل باقی رہے گا؟ سب نے عرض کیا کہ اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی مثال نماز پنج گانہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ نمازوں کے ذریعہ سے خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز صغیرہ گناہ مٹا دیتی ہے

13/834- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (سورہ ہود، پ: 12، ع: 10، آیت نمبر: 114) ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ“ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں اور رات کے قریبی ساعتوں میں یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) (اس آیت کے الفاظ ”طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ“ سے پانچوں نمازوں کی طرف اس طرح اشارہ ہو رہا ہے کہ ”طَرَفِي النَّهَارِ“ دن کے دونوں طرف میں طرف اول سے نماز فجر اور طرف آخر سے نماز ظہر اور عصر اور ”زُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ“ رات کے قریبی ساعتوں سے نماز مغرب اور عشاء مراد ہے) اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے ہی لئے ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری تمام امت کیلئے ہے۔

14/835- اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ میری امت میں جو بھی اس آیت پر

عمل کر کے برائیوں کے بعد (برائیوں پر نادم ہو کر) نیکیاں کرے اس کیلئے بھی یہی ہے۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز صغیرہ گناہ مٹا دیتی ہے

15/836- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
ایک عورت سے مدینہ منورہ کی آخری آبادی میں لپٹ گیا تھا اور اس سے جماع تو نہیں کیا لیکن
بوس و کنار وغیرہ کر لیا اور اب میں حاضر ہوں تو حضور مجھ پر جو سزا چاہیں جاری فرمائیں، عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے، کاش کہ تم
بھی اپنی پردہ پوشی کر لیتے! ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کچھ جواب نہیں دیا، وہ شخص اٹھا اور جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے ایک
آدمی کو روانہ کر کے اس شخص کو بلوائے اور یہ آیت اس کو پڑھ کر سنائے ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي
النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي
لِلَّذَاكِرِينَ“ (سورہ ہود، پ: 12، ع: 10، آیت نمبر: 114) (دن کے دونوں طرف اور
رات کے قریبی ساعتوں میں نماز کی پابندی کیجئے، بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ
نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے) یہ سن کر مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم کیا خاص اسی شخص کیلئے ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
نہیں بلکہ یہ تمام لوگوں کیلئے عام حکم ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز سے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں

16/837- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے پس حضور مجھ پر حد جاری فرمائیں، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے اس کے فعل کے متعلق دریافت نہیں فرمایا (کہ تم نے کیا کیا ہے؟) اس اثناء میں نماز کا وقت آ گیا تو وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز باجماعت ادا کیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہی شخص اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے اس لئے آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز باجماعت ادا نہیں کی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو معاف کر دیا ہے، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو بخش دیا ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں سائل سے جس گناہ کے سرزد ہونے کا ذکر ہے، انہوں نے اس کو اپنے خیال میں گناہ کبیرہ سمجھا اور اسی خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس گناہ کی پاداش میں حد جاری کر دی جائے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم فرمالیا کہ وہ گناہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر حد جاری کی جائے، اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ وہ گناہ نماز باجماعت ادا کرنے کی وجہ سے معاف ہو گیا ہے، اس لئے اب حد جاری کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (یہ لمعات سے ماخوذ ہے۔ 12)

نماز سے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں

17/838- ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرما کے موسم میں جب پتے (درختوں سے) گر رہے تھے باہر نکلے، آپ نے ایک درخت کی دو شاخوں کو پکڑ لیا، ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاخ سے پتے گرنے لگے، راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اے ابوذر رکھ کر پکارا، میں نے جواباً بلیک یا رسول اللہ کہا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب نماز اس مقصد سے پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جائے تو اس کے گناہ اسی طرح گر جاتے ہیں جس طرح پتے اس درخت سے گرتے جا رہے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نمازی جب نماز ختم کر لیتا ہے تو وہ صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے

18/839- سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اس کے سر پر دھرے رہتے ہیں، پس جس وقت وہ سجدہ کرتا رہتا ہے تو اس کے گناہ گرتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ اس کے تمام گناہ اس سے گر چکے ہوتے ہیں۔ (اور وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے)۔

(اس کی روایت طبرانی نے معجم کبیر میں کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔)

وضوء اور نماز کی فضیلت

19/840- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب وضوء کرتا ہے اور (سنتوں کی ادائی کے

ساتھ) کامل وضوء کرتا ہے، پھر نماز شروع کرتا ہے اور (سنتوں اور مستحبات کے ساتھ) کامل نماز ادا کرتا ہے تو نماز سے فراغت کے بعد وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح انسان اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک تھا۔
(اس کی روایت ابن عساکر نے کی ہے۔)

بغیر وسوسوں کے نماز پڑھنے کی فضیلت

20/841- زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو رکعت نماز حضور قلب کے ساتھ ادا کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

سنت طریقہ پر نماز پڑھنے کی فضیلت اور خلاف سنت نماز پڑھنے کی وعید

21/842- عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے جس نے ان نمازوں کے وضوء (سنتوں اور مستحبات کے ساتھ) اچھی طرح ادا کیا، اور ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کیا، اور ان نمازوں کے رکوع اور سجود کو خشوع کے ساتھ سنت طریقہ سے ادا کیا تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے اور جس نے ایسا نہیں کیا (یعنی نماز ہی نہ پڑھایا نماز کو اچھی طرح نہ پڑھا) تو ایسے شخص کیلئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے اگر چاہے تو اس کی مغفرت فرمادے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔
(اس کی روایت امام احمد اور ابو داؤد نے کی ہے، اور امام مالک اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

افضل اعمال کی تفصیل

22/843- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اس کے مستحب وقت پر (ادا کرنا افضل اعمال ہے) میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل (افضل اعمال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل (افضل اعمال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے راستہ میں جہاد کرنا، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو بیان فرمایا، اگر میں اسی طرح اور سوال کرتا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح جواب دیتے جاتے۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

بے نمازی پر اللہ تعالیٰ غضبناک رہیں گے

23/844- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز ترک کر دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے (ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔) (اس کی روایت طبرانی نے کبیر میں کی ہے۔)

شرک کرنے والے کی، عداً نماز ترک کرنے والے کی، اور نشہ کرنے والے کی وعید

24/845- ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میرے خلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو جان بوجھ کر ہرگز ترک مت کرو پس جو شخص عداً نماز کو ترک کر دیتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی وہ ذمہ

داری (جو مسلمانوں کے ساتھ ہے اس بے نمازی سے) اٹھ جاتی ہے (اور وہ کفر سے قریب ہو جاتا ہے) اور شراب مت پیو کیوں کہ بلاشبہ شراب (اور ہر نشہ لانے والی چیز) برائی کی کنجی ہے۔ (اس لئے کہ نشہ میں رہنے والے سے جو برائی نہ ہو وہ کم ہے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تارکِ صلوٰۃ کفر سے قریب ہو جاتا ہے

25/846- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترکِ صلوٰۃ ہے۔ (یعنی جب بندہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ کفر سے قریب ہو جاتا ہے)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

بے نمازی کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے

26/847- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کو کمزور کر کے کفر سے قریب کرنے والی چیز ترکِ صلوٰۃ ہے۔ (یعنی جب بندہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور وہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے)۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

بے نمازی شرک سے قریب ہو جاتا ہے

27/848- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو مشرک بنانے والی کوئی چیز ترکِ صلوٰۃ سے بڑھ کر نہیں ہے، بندہ جب نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ مشرک کہلانے کے لائق بن جاتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

ف: عبادة بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث نمبر (20) اس بات پر دلیل ہے کہ تارکِ صلوٰۃ اس لئے کافر نہیں قرار دیا جاسکتا کہ وہ منکرِ صلوٰۃ نہیں۔

اس حدیث میں تارکِ صلوٰۃ کی وعید پر ارشاد ہے ”إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ“ (اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کی مغفرت فرمادیں اور چاہیں تو اس کو عذاب دیں) ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو تارکِ صلوٰۃ کی مغفرت فرمادیں گے، اگر تارکِ صلوٰۃ کافر ہوتا تو کسی حال میں بھی اس کی مغفرت نہیں ہو سکتی، اس لئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تارکِ صلوٰۃ کافر نہیں ہوتا بلکہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے، اسی بناء پر اس باب میں اس مضمون کی جو حدیثیں موجود ہیں اور ان میں ”فَقَدْ كَفَرَ“ اور ”فَقَدْ أَشْرَكَ“ کے الفاظ ہیں ان کا ترجمہ کفر سے قریب پہنچ جانے اور شرک سے قریب پہنچ جانے سے کیا گیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مذہبِ حنفی میں تارکِ صلوٰۃ کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو زکوٰۃ کر کے قید میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے نماز کا عادی بن جائے۔ (اشعۃ اللمعات) 12۔

عما نماز ترک کرنا کافروں کا فعل ہے

28/849- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے عما نماز چھوڑ دی تو وہ علانیہ کافروں کے جیسے فعل کا مرتکب ہوا۔ (اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

نماز ترک کرنے سے چھپا ہوا نفاق ظاہر ہو جاتا ہے

29/850- بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عہد و پیمان جو ہمارے اور منافقوں کے درمیان ہے وہ نماز ہی کی وجہ سے باقی رہتا ہے، تو جس نے نماز ترک کر دی اس کا کفر ظاہر ہو گیا اور وہ عہد و پیمان باقی نہ رہا۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ منافقین نماز کے پڑھنے، جماعت میں حاضر ہونے اور اسلام کے ظاہری احکام کی تابعداری کرنے کی وجہ سے مسلمانوں سے مشابہت رکھتے ہیں، اسی لئے منافقین کو امن دیا جاتا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا جاتا اور ان پر احکامِ اسلام جاری ہوتے ہیں تو جس نے نماز جیسی عمدہ ترین عبادت چھوڑ دی تو اس کا کفر و نفاق ظاہر ہو گیا اور وہ جن رعایتوں کا مستحق تھا اس کا یہ استحقاق باقی نہ رہا۔ 12

تارکِ صلوٰۃ کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال

30/851- عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کسی گناہ کو بجز ترکِ صلوٰۃ کے کفر سے قریب نہیں سمجھتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اولاد کو نماز کے پابند بنانے کا حکم لڑکوں کو لڑکیوں سے علیحدہ سُلانے کا حکم

31/852- عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم کیا کرو، اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نماز کی پابندی نہ کرنے پر) انہیں مار کر نماز کے پابند بناؤ اور ان کے سونے کی جگہ الگ الگ کر دو۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں بچوں کے درمیان بستروں کے جدا کرنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب بچے دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو بھائی بہن کے بستر الگ الگ کر دیئے جائیں۔ (اشعۃ المعانی اور مرقات۔)

(1/20) بَابُ الْمَوَاقِيتِ

(یہ باب اوقات نماز کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ : ”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا“ (سورہ نساء، پ: 5، ع: 15، آیت نمبر: 103 میں) ارشاد باری تعالیٰ ہے: یقیناً نماز مسلمانوں پر بقید وقت فرض ہے۔

وَقَوْلُهُ : ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ ہود، پ: 12، ع: 10، آیت نمبر: 114)۔ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں اور رات کی قریبی ساعتوں میں۔

ف: اس آیت کے الفاظ ”طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ“۔ سے پانچوں نمازوں کی طرف اس طرح اشارہ ہو رہا ہے کہ ”طَرَفِي النَّهَارِ“ (دن کے دونوں طرف میں) طرف اول سے نماز فجر اور طرف آخر سے مراد نماز ظہر اور عصر اور ”زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ“ (رات کی قریبی ساعتوں سے) نماز مغرب اور عشاء مراد ہے۔ (خازن۔) 12

وَقَوْلُهُ : ”أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ، إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سورہ بنی اسرائیل، پ: 15، ع: 9، آیت نمبر: 78 میں) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھا کرو اور صبح کی نماز بھی کیوں کہ صبح کی نماز فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

وَقَوْلُهُ : ”وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ

اَنَا اَيُّ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى “ ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ طہ، پ: 16، ع: 8، آیت نمبر: 130 میں) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کیجئے ” قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ “ آفتاب نکلنے سے پہلے (نماز فجر ادا کیا کیجئے) ” وَقَبْلَ غُرُوبِهَا “ اور نیز آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے (نماز عصر پڑھا کیجئے) وَمِنْ اَنَاءِ اللَّيْلِ اور نیز رات کے وقتوں میں ” فَسَبِّحْ “ تسبیح کیا کیجئے (یعنی نماز مغرب و عشاء پڑھا کیجئے) ” وَاَطْرَافِ النَّهَارِ “ اور دوپہر کے وقت (نماز ظہر ادا کیا کیجئے) ظہر کے وقت کو ” اَطْرَافِ النَّهَارِ “ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال پر موقوف ہے اور وقت زوال کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک طرف تو دن کے نصف اول کی انتہا ہے تو دوسری طرف یہ دن کے نصف آخر کی ابتداء ہے گویا زوال کا وقت دن کے دونوں طرف کا جامع ہے اور اسی وجہ سے ظہر کے وقت کو ” وَاَطْرَافِ النَّهَارِ “ سے تعبیر دی گئی ہے ” لَعَلَّكَ تَرْضٰى “ تاکہ آپ (اس عبادت کا صلہ پا کر) خوش ہو جائیں۔

وَقَوْلُهُ: ” فَسُبِّحَنَ اللّٰهُ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ “ (سورہ روم، پ: 21، ع: 2، آیت نمبر: 17/18 میں) ارشاد باری تعالیٰ ہے (اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی نماز مغرب و عشاء پڑھا کرو) اور صبح کے وقت (یعنی نماز فجر) اور تمام آسمان اور زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور دوسریہ کے بعد یعنی نماز عصر) اور ظہر کے وقت (یعنی نماز ظہر)

ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان

1/853- ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ نمازوں میں شریک رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی، پھر نماز ظہر ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی! پھر نماز عصر ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی، پھر نماز مغرب ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی پھر نماز عشاء ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی پھر دوسرے دن پانچوں نمازیں ادا فرمائیں اور ہر نماز کو اس کے آخر وقت ادا فرمائی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں دنوں کی میری نمازوں کو تم نے دیکھا ہے (اور تم کو ان دونوں دنوں کی ہر نماز کا اول وقت اور آخر وقت معلوم ہو گیا) تو ان دونوں دنوں کی ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کے درمیان کا پورا وقت ہر نماز کا وقت ہے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کے اول وقت کا بیان

2/854- ابن جریج رضی اللہ عنہ، سلیمان بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے شروع ہو جاتا ہے۔ (اس کی روایت عبدالرزاق نے مرسلہ کی ہے۔)

نمازِ ظہر کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان

3/855- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے شروع ہو جاتا ہے۔ (اس کی روایت عبدالرزاق نے مرسلہ کی ہے۔)

وسلم نے فرمایا: بیشک ہر نماز کے لئے ایک اول وقت ہے اور ایک آخر وقت اور نمازِ ظہر کا ابتدائی وقت یہ ہے کہ جب آفتاب ڈھل جائے اور نمازِ ظہر کا آخری وقت وہ ہے کہ جب وقتِ عصر آجائے۔ (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کا وقت ایک سایہ کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت دو سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے
4/856- عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ جوام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں، ان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وقتِ نماز کے متعلق دریافت کیا تھا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تم کو ظہر اور عصر کے نمازوں کا وقت بتلاتا ہوں، نمازِ ظہر اس وقت پڑھو جب کہ تمہارا سایہ (سایہ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے ایک مثل ہو جائے اور نمازِ عصر اس وقت ادا کرو جب کہ تمہارا سایہ (سایہ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے دو مثل ہو جائے۔

(اس کی روایت امام مالک نے اسنادِ صحیح کے ساتھ کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح مرفوعاً کی ہے اور تمہید میں بھی عبداللہ بن رافع سے ہی مرفوعاً اسی طرح مروی ہے۔)

ف: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے الفاظ ”صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ“ نمازِ ظہر اس وقت پڑھو جب کہ تمہارا سایہ (سایہ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے ایک مثل ہو جائے۔ حدیث کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نمازِ ظہر کا شروع کرنا اس وقت بھی جائز ہے جبکہ کسی چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی کو چھوڑ کر اس چیز کے ایک مثل کو پہنچ جائے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ جب نماز ایک مثل پر شروع کی جائے گی تو باقی نماز ایک مثل کے بعد ہی ادا ہوگی، اگر ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا ہے تو پھر یہ نماز جو ایک مثل کے بعد ادا ہو رہی ہے اس کا شمار ادا میں ہوگا یا قضا میں؟ حدیث شریف سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ادا ہونے والی نماز کا شمار ادا میں ہوگا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور یہی حنفی مذہب ہے۔

5/857- بخاری شریف کی ایک روایت میں مرفوعاً مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا ”أَبْرِدُ حَتَّى سَاوِيَ الظِّلَّ التَّلَوَّلَ“ (نماز ظہر کو) ٹھنڈی کر کے پڑھو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جائے (اور جب سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جاتا ہے تو دو مثل ہو جاتا ہے اور نماز ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے)۔ بخاری شریف کے ان مذکورہ الفاظ ”أَبْرِدُ حَتَّى سَاوِيَ الظِّلَّ التَّلَوَّلَ“ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں (1) ایک تو یہ چیز کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور یہ لفظ ”أَبْرِدُ“ (نماز ظہر کو) ٹھنڈی کر کے پڑھو سے حاصل ہوا کیوں کہ ٹھنڈک ایک مثل کے بعد ہی شروع ہوتی ہے اور حدیث کے باقی الفاظ ”أَبْرِدُ حَتَّى سَاوِيَ الظِّلَّ التَّلَوَّلَ“ (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جائے) ان الفاظ سے (2) دوسری یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ نماز ظہر کا وقت سایہ ٹیلو کے برابر ہونے تک باقی رہتا ہے اور یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب کہ سایہ دو مثل کو پہنچ جائے تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہو جاتا ہے اور یہی حنفی مذہب ہے۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ فائدہ (1) میں نماز ظہر کے وقت کے بارے میں جو وضاحت کی گئی ہے وہ ازراہ تحقیق ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے سراج میں جو لکھا ہے اسی پر عمل ہو اور وہ یہ ہے کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ نماز ظہر کو ایک مثل سے پہلے ختم کر دیں اور نماز عصر اس وقت تک نہ پڑھی جائے جب تک کہ دو مثل نہ ہو جائیں اس سے دونوں نمازیں بالاجماع اپنے اپنے وقت پر ادا ہوں گی یہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔

نماز عصر کا دو مثل پر پڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

6/858- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ (سایہ اصلی کو چھوڑ کر) دو مثل کو پہنچ گیا تھا۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ایسی سند کے ساتھ کی ہے جو قابل قبول ہے۔)

نماز عصر کا ابتدائی وقت دو مثل سے شروع ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے

7/859- ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری چھوٹی عمریں تم سے پیشتر کے امتوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہیں جتنا وقت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہوا کرتا ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ) ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند کام کرنے والوں کو کام میں اجرت پر لگایا اور یہ کہا کہ کون میرا کام صبح سے دوپہر تک ایک قیراط اجرت پر کرے گا؟ تو یہود صبح سے دوپہر تک ایک قیراط اجرت پر کام انجام دیتے رہے، پھر اس شخص نے کہا دوپہر سے لے کر نماز عصر تک ایک قیراط اجرت پر کون میرا کام کرے گا؟ تو نصاریٰ دوپہر سے لے کر نماز عصر تک ایک قیراط کی اجرت پر کام کرتے رہے، پھر اس شخص نے کہا کہ کون میرا کام نماز عصر سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک دو قیراط کی اجرت پر انجام دے گا؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) خوب سن لو کہ تم ہی وہ لوگ ہو جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک عمل کرتے ہیں، پھر سن لو کہ تم ہی دوہرے اجر کے مستحق ہو، یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم تو زیادہ عمل کریں اور اجرت کم پائیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے حق کے ادا کرنے میں تم پر کچھ ظلم کیا ہے؟ یہود و نصاریٰ نے جواب دیا کہ نہیں! پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو گنا اجر دینا میرا فضل ہے جس کو چاہوں دیدوں۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ہمارے علماء نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں استدلال کیا ہے کہ نماز عصر کا ابتدائی وقت اس وقت ہوتا ہے جب کہ ہر شے کا سایہ (سایہ صلی چھوڑ کر) اس شے کے دو مثل ہو جائے کیوں کہ اگر عصر کا وقت ایک مثل پر قرار دیا جائے تو ایک مثل سے غروب تک زیادہ مدت ہوتی ہے اور دوپہر سے ایک مثل تک تھوڑی مدت حالانکہ اس حدیث میں جو مثال دی

گئی ہے اس میں نصاریٰ کی مدت جو دوپہر سے عصر تک ہے اس کو زیادہ بتایا گیا ہے اور عصر سے مغرب تک کی مدت کو جو اس امت کی مدت ہے کم بتایا گیا ہے اس طرح اس سے ثابت ہوا کہ عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ 12

نماز عصر کے آخری وقت کا بیان

8/860- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز عصر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ آفتاب کا رنگ زرد نہ پڑ جائے اور آفتاب کا پہلا کنارہ ڈوب نہ جائے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

9/861- اور مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ نماز عصر کا وقت اُس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب ڈوب نہ جائے۔

جو شخص فجر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب طلوع کیا، ایسے ہی عصر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب غروب ہوا، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اس کی تحقیق

ف: اس حدیث میں نماز عصر کے آخری وقت کے بارے میں مسلم کی ایک روایت جو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یہ ہے: (وَقُتِلَ الْعَصْرُ مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ) نماز عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے (اور غروب ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے) اور نماز فجر کی ابتداء اور انتہا کے بارے میں امام احمد اور ترمذی کی یہ (2) حدیث مروی ہے:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَوَّلَ الْفَجْرِ حِينَ يَطْلُعَ الْفَجْرُ، وَإِنْ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.“

نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب سے ختم ہو جاتا ہے اور وہ اوقات جن میں نمازوں کا پڑھنا ممنوع ہے۔

اس بارے میں بخاری و مسلم کی متفقہ ایک حدیث یہ ہے:

(3) ”عَنْ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَادْعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَادْعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ، وَلَا تَحِينُوا لِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ“.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آفتاب کا کنارہ ہونے سے کیا ہے (اور جب آفتاب کا کنارہ ڈوبنے لگے تو نماز عصر کو چھوڑ دو یہاں تک کہ آفتاب خوب ظاہر ہو جائے) (اس کا اندازہ فقہاء نے سورج کے ایک نیزہ برابر طلوع ہونے سے کیا ہے) اور جب آفتاب کا کنارہ ڈوبنے لگے تو نماز عصر کو چھوڑ دو یہاں تک کہ پورا آفتاب ڈوب جائے اور آفتاب طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرو کیوں کہ آفتاب شیطان کے دو سینکوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

ان تینوں حدیثوں نمبر (1,2,3) کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی حدیث کا مطالعہ کیا جائے جس کو بخاری اور مسلم نے بالاتفاق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ“.

جو طلوع آفتاب سے پہلے نماز صبح کی ایک رکعت کو پائے تو وہ صبح کو پوری نماز پالیا اور جو غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالیا تو وہ عصر کی پوری نماز پالیا۔

اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ جو طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اور اس نے باقی نماز طلوع یا غروب کے بعد ادا کر لی تو وہ فجر اور عصر کی پوری نماز پالیا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی یہ حدیث اور اسی مضمون کی جو دوسری حدیث مروی ہے ان دونوں حدیثوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مذکور الصدر تینوں حدیثوں سے تعارض کی بناء پر منسوخ ہیں کیوں کہ صدر کی تینوں حدیثیں متواتر ہیں اور یہ دونوں متعارض حدیثیں اس درجہ کو نہیں پہنچیں، اس لئے یہ دونوں متعارض حدیثیں صدر کی تینوں متواتر حدیثوں سے منسوخ ہیں، ان دونوں متعارض حدیثوں کے منسوخ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان تینوں حدیثوں سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں۔

(1) ایک یہ کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز ناجائز ہے اور (2) دوسرے یہ کہ فجر اور عصر کا وقت طلوع اور غروب تک رہتا ہے اس کے برخلاف ان دونوں متعارض حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز جائز ہے اور دوسرے یہ کہ فجر اور عصر کا وقت طلوع اور غروب کے وقت باقی رہتا ہے جو صریح تعارض ہے، اس کے علاوہ ان دونوں متعارض حدیثوں کا منسوخ ہونا مسلم کی ایک اور حدیث ”صَلِّ الصَّلَاةَ لَوْ قُتِلَ“ (ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا کرو) سے بھی ثابت ہوتا ہے کیوں کہ ان دونوں متعارض حدیثوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نماز اپنے وقت سے متجاوز ہو کر ادا ہو رہی ہے اور یہ مسلم کی اس روایت کے صریحاً خلاف ہے۔

علاوہ ازیں کتاب اللہ کی آیت ”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا“ (یقیناً نماز مسلمانوں پر یقید وقت فرض ہے) (سورہ نساء، پ: 5، ع: 15، آیت نمبر: 103)

یہ آیت بھی ان دونوں متعارض حدیثوں کے منسوخ ہونے پر قوی حجت ہے کیونکہ ان دونوں متعارض حدیثوں سے غیر وقت میں نماز ادا کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کے برخلاف آیت مذکورہ سے صرف یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ نماز کو اس کے وقت پر ہی ادا کیا جائے۔

واضح ہو کہ صدر کی تینوں حدیثیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان تینوں حدیثوں سے ”مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً“، والی دونوں حدیثیں متعارض ہو رہی تھیں، اس تعارض کو علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس طرح دور فرمایا کہ ”مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً“، والی دونوں حدیثیں منسوخ ہیں، اس کی تفصیلی بحث ابھی سطور بالا میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہے، اب ذیل میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس تعارض کو جس طرح دور فرمایا ہے اس کو سنئے:-

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً“، والی دونوں حدیثیں ان لوگوں کے بارے میں نہیں ہیں جنہوں نے فجر کی یا عصر کی نماز دیر کر کے ادا کی ہو یہاں تک کہ ایک رکعت کے ادا کرنے کے بعد طلوع یا غروب ہو گیا اور انہوں نے باقی نماز طلوع یا غروب کے بعد ادا کی ہو بلکہ یہ دونوں حدیثیں واجب العمل ہیں اور منسوخ نہیں ہیں اور ان دونوں حدیثوں کا حکم اس قسم کے لوگوں سے متعلق ہے جیسے نابالغ لڑکے جو آفتاب کے طلوع یا غروب سے پہلے ایسے وقت میں بالغ ہوں کہ ان کو طلوع یا غروب سے پہلے صرف اتنا وقت مل گیا جس میں ایک رکعت ادا کی جاسکتی ہے تو ایسے وقت

میں بالغ ہونے والے لڑکے پر اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور اس نماز کی قضاء اس پر لازم ہوگی، نماز کے واجب ہو جانے کا سبب نماز کے وقت کا ٹل جانا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہاں بالغ ہونے والے لڑکے کو تھوڑا وقت مل گیا ہے اس لئے اس پر نماز واجب ہوگئی ایسا ہی ”مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً“، والی دونوں حدیثیں اُن حیض والی عورتوں کے بارے میں ہیں جو طلوع یا غروب سے پہلے پاک ہو جائیں اور ان کو طلوع یا غروب سے پہلے اتنا وقت مل گیا جس میں ایک رکعت ادا کی جاسکتی ہے تو ان پر بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گی۔ اور بالکل اسی طرح ”مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً“، والی دونوں حدیثیں اُن نو مسلموں سے بھی متعلق ہیں جو طلوع یا غروب سے پہلے اسلام قبول کر لیں اور طلوع یا غروب سے پہلے اسلام لانے کے بعد ان کو اتنا وقت مل گیا کہ اس میں ایک رکعت ادا ہو سکتی ہے تو ان پر بھی اس وقت کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں لفظ ”أَذْرَكَ“ مذکور ہے جس کے معنی پانے کے ہیں نہ کہ نماز پڑھنے کے، اگر طلوع یا غروب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھ لینے سے طلوع یا غروب کے بعد باقی نماز کا پڑھنا جائز ہوتا اور یہ نماز ادا نماز میں محسوب ہوتی تو ”مَنْ أَذْرَكَ“ کی بجائے ”مَنْ صَلَّى“ جو نماز پڑھا ارشاد ہوتا، یہاں بجائے ”مَنْ صَلَّى“ کے ارشاد ہوا ہے ”مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً“ (جس نے ایک رکعت پالی) یعنی جس نے ایک رکعت کا وقت پالیا تو ایسا شخص جو ایسے وقت میں ایک رکعت پالیا ہو وہ پوری نماز کا پانے والا سمجھا جائے گا اور اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور وہ شخص اس نماز کی قضا کرے گا۔ 12

نمازِ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے

10/862- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کا ابتدائی وقت وہ ہے جب سورج غروب ہو جائے (اور مغرب کے آخری وقت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے ”حِينَ يَغِيبُ الْأَفْقُ“، یعنی) مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب کنارۂ آسمان سیاہی پھیلنے کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ (یعنی سفید شفق غائب ہو جائے۔) (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

11/863- اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر مغرب کی اذان غروب آفتاب کے وقت دی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع فرمائی اور طویل قرأت سے نماز میں اس قدر تاخیر فرمائی یہاں تک کہ دن کی سفیدی (یعنی سفید شفق) قریب تھا کہ غائب ہو جائے، (اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے، اگر مغرب کا آخری وقت سرخ شفق کے غائب ہونے تک ہی قرار دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب کا جو حصہ سرخ شفق کے بعد ادا فرمایا ہے وہ وقت کے بعد ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔) (پیشی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

مغرب کے اول وقت کا بیان

12/864- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ آفتاب ڈوب جایا کرتا تھا۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز مغرب کے ابتدائی وقت کا بیان

13/865- سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب غروب آفتاب کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز مغرب کے آخر وقت کا بیان

14/866- عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کا وقت شفق کے پھیلاؤ کے ختم ہونے تک رہتا ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کا ابتدائی وقت سفید شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے

15/867- انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں عشاء کی نماز کب پڑھوں؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز عشاء اُس وقت پڑھا کرو) جب آسمان کے کناروں میں سیاہی پھیل جائے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

16/868- اور ابوداؤد کی ایک روایت میں مرفوعاً مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اُس وقت ادا فرماتے جب افق یعنی کنارہ آسمان میں سیاہی دکھائی دیا کرتی۔ اس حدیث کو ابن خزمیہ اور دیگر محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

ف: ”کِتَابُ الْاِخْتِيَارِ“ میں لکھا ہے کہ شفق سے مراد سفید شفق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سپیدی ختم ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور سپیدی ختم ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق، معاذ بن جبل اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور صاحب رد المحتار کہتے ہیں کہ اس کی روایت عبدالرزاق نے ابو ہریرہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما سے بھی کی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شفق سے سفید شفق مراد لی ہے۔ البتہ شفق سے سرخ شفق مراد ہونے کی روایت بیہقی نے صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کی ہے اور اس حدیث کی پوری روایت بیہقی میں موجود ہے اور اس لئے صاحبین نے شفق سے سرخ شفق مراد لیا ہے۔

”ہدایہ“ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب احادیث و آثار میں تعارض پیدا ہو گیا کہ شفق سے کیا مراد لیں؟ شفق کے بارے میں کسی حدیث سے سفیدی اور کسی حدیث سے سرخی معلوم ہوتی ہے تو شک پیدا ہو گیا اس لئے اس شک کی وجہ سے سرخ شفق کے غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم نہیں ہوگا۔ علامہ قاسم نے فرمایا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ترین قول ہے اور ”بحر الرائق“ نے اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن اس زمانہ میں اکثر ممالک میں لوگوں کا تعامل صاحبین کے قول پر ہو چلا ہے۔

نہر نے نقایہ، وقایہ، درہ، الاصلاح، درر البحار، الامداد، الموہب اور اس کی شرح البرہان نے

بھی ان ساری کتابوں کے حوالے سے صاحبین کے قول کی تائید کی ہے اور ان سب نے صراحت کی ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں سہولت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے یہ پورا مضمون ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔ عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے اولیٰ یہ ہے کہ نماز مغرب سرخ شفق تک ادا کر لی جائے اور نماز عشاء سفید شفق کے ختم ہونے کے بعد شروع کی جائے تاکہ ہر دو نمازیں مغرب اور عشاء بالاتفاق اپنے اپنے وقت پر ادا ہو جائیں۔ 12

نماز عشاء کے ابتدائی وقت کا بیان

17/869- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشاء کا ابتدائی وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جبکہ کنارہ آسمان سیاہی پھیلنے سے نظر نہ آئے۔ (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

سفید شفق کے بعد سیاہی پھیلنے سے عشاء کا ابتدائی وقت شروع ہوتا ہے

18/870- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشاء کا وقت اس وقت ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی روئے زمین پر پھیل جائے۔ (اس کا حاصل یہ ہے کہ سفید شفق غائب ہو جائے)۔
(اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

نماز عشاء کے آخری وقت کا بیان

19/871- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز عشاء میں اتنی تاخیر فرمائی کہ رات ختم ہونے کے قریب تھی اور مسجد کے نمازی سو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور نماز عشاء ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بے شک رات کا آخری حصہ بھی نماز عشاء کا وقت ہے، اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسی

وقت نمازِ عشاء پڑھنے کا حکم دیتا۔ (اس کی روایت امام طحاوی، نسائی اور مسلم نے کی ہے۔) (یہ ترجمہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی بنیاد پر شرح ہدایہ سے ماخوذ ہے۔ 12)۔

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الآثار میں اس مقام پر ایک بڑی اچھی بات لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جملہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نمازِ عشاء کا آخری وقت صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء کی ادائی میں ایک تہائی شب تک تاخیر فرمائی ہے اور ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء میں نصف نصف شب تک تاخیر فرمائی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء میں اُس وقت تک تاخیر فرمائی کہ رات کا دو تہائی حصہ گزر چکا تھا اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء میں تاخیر فرمائی یہاں تک کہ رات ختم ہونے کے قریب تھی۔ یہ تمام روایتیں صحیح میں مذکور ہیں۔ اس بناء پر امام طحاوی نے وضاحت کی ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ پوری رات نمازِ عشاء کا وقت ہے۔ اس کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

تمام رات عشاء کا وقت ہے

20/872- نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ حکم نامہ روانہ فرمایا کہ نمازِ عشاء رات کے جس حصہ میں چاہیں پڑھئے اور اس نماز کو غفلت کر کے قضاء نہ ہونے دیجئے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

نمازِ عشاء کا وقت صبح صادق طلوع کرنے سے ختم ہو جاتا ہے

21/873- عبید بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ نماز عشاء میں افراط کرنا (یعنی اس قدر تاخیر کرنا جو ناجائز ہے) کیا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نماز عشاء میں اتنی تاخیر کرنا کہ صبح صادق طلوع ہو جائے افراط اور ناجائز ہے۔ (اس لئے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے نماز عشاء کا وقت باقی نہیں رہا۔)
اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

صبح صادق اور صبح کاذب کا بیان

22/874- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح دو ہیں (1) ایک صبح کاذب اور (2) دوسری صبح صادق (صبح کاذب وہ صبح ہے جس کی روشنی بھیڑیے کے دُم کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف دراز ہوتی ہے) (اس کے بعد پھر سیاہی آجاتی ہے اس میں نماز فجر جائز نہیں ہے لیکن سحری کھانا جائز ہے اور صبح صادق وہ صبح ہے جس کی روشنی میں آسمان کے کناروں جنوب و شمال کی طرف پھیلتی ہے۔) (اس کے بعد سیاہی نہیں آتی بلکہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے) اس میں نماز صبح جائز ہے اور سحری کھانا ممنوع ہو جاتا ہے۔
(اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور مسلم کی ایک روایت بھی اسی طرح ہے۔)

نماز فجر کا ابتدائی وقت اور اس کا آخری وقت

23/875- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور سورج طلوع ہونے پر اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

نماز وتر کا وقت

24/876- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز وتر رات میں پڑھی جاتی ہے۔ (یعنی یہ رات کی نماز ہے۔)
(اس کی روایت امام احمد اور ابو یعلیٰ نے کی ہے۔)

نماز وتر کے واجب ہونے کا ثبوت اور اس کا ابتدائی اور آخری وقت

25/877- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے میری (امت کیلئے) ایک اور نماز زیادہ فرمادی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے اور اس کا وقت نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔
(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

تمام رات نماز وتر کا وقت ہے!

26/878- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ہر حصہ میں نماز وتر ادا فرماتے ہیں اول شب میں، وسط شب میں اور آخر شب میں اور آپ کے وتر کی ادائی سحر کے وقت تک بھی پہنچی ہے۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز وتر کا آخری وقت

27/879- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو رات کی نماز اور وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس لئے تم نماز وتر کو صبح صادق سے پہلے پڑھ لیا کرو۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

صبح صادق کے بعد نماز وتر کا وقت باقی نہیں رہتا

28/880- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے وتر کے ادا کرنے میں

جلدی کرو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

(2/21) بَابُ تَأْخِيرِ الصَّلَوَاتِ وَ تَعْجِيلِهَا

(بعض نمازوں کو تاخیر کر کے مستحب وقت میں اور بعض نمازوں کو جلدی کر کے)

اول وقت پڑھنے کی فضیلت کا باب)

نمازِ ظہر کا مستحب وقت

1/881- خالد بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے امیر نے نماز جمعہ پڑھانے کے بعد انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نمازِ ظہر پڑھا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سخت سردی کا موسم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر میں تعجیل فرماتے تھے اور جب گرمی سخت ہو جاتی تو نمازِ ظہر ٹھنڈے وقت ادا فرماتے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کا مستحب وقت

2/882- انس بن مالک اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسمِ سرما میں نمازِ ظہر جلد ادا فرمایا کرتے اور گرمی میں نمازِ ظہر میں تاخیر فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کا وقتِ مستحب

3/883- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موسمِ گرما ہوتا تو نمازِ ظہر کو ٹھنڈے وقت ادا فرمایا کرتے اور جب سردی کا موسم ہوتا تو جلدی ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور سب صحیح کے راوی ہیں۔)

ف: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نماز ظہر کے بارے میں متعارض حدیثیں وارد ہوئی ہیں بعض حدیثوں سے بلا قید موسم تعیل ثابت ہوتی ہے اور بعض احادیث سے بلا قید موسم تاخیر اور یہ تعارض اس باب کی حدیثوں سے اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ جن حدیثوں میں تعیل ظہر مذکور ہے وہ موسم سرما سے متعلق ہیں اور جن حدیثوں میں تاخیر ظہر مذکور ہے وہ موسم گرما سے متعلق ہیں اور جن حدیثوں سے موسم گرما میں بھی تعیل ظہر ثابت ہے ایسی حدیثوں کے متعلق بیہقی کا قول ہے کہ ایسی حدیثیں منسوخ ہیں۔ 12

نماز ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کی وجہ

4/884- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شدت کی گرمی ہو تو نماز ظہر (یہ ترجمہ بخاری کی روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے جو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نماز ظہر کی صراحت ہے۔ 12) کو ٹھنڈے وقت پڑھو!۔

5/885- کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے جہنم نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے بعض نے بعض کو کھالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دو دفعہ سانس لینے کی اجازت دی (1) ایک سانس سرما میں اور (2) دوسری گرمی میں اسی وجہ سے تم سخت سے سخت گرمی محسوس کرتے ہو اور سخت سے سخت سردی پاتے ہو۔ (جو انہی دونوں سانسوں کا اثر ہے)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

6/886- اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ گرمی کی شدت جس کو تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کی گرم سانس کی وجہ سے ہوتی ہے اور سخت سردی جس کو تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے طبقہ زمہریر کی ٹھنڈی سانس کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

نماز ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کا بیان

7/887- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جب گرمی کا موسم ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

گرمیوں میں نماز ظہر کو اول وقت ادا کرنے کا حکم منسوخ ہے

8/888- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز ظہر دو پہر ڈھلنے یعنی ابتدائی وقت میں پڑھائی اور ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے اس لئے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے) اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نماز ظہر تاخیر کر کے ٹھنڈے وقت پڑھیں اور یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دیا کہ آپ اس حکم کے دینے سے پہلے نماز ظہر کو گرمی میں ابتدائی وقت ادا فرمایا کرتے تھے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ سخت گرمی میں نماز ظہر کا ابتدائی وقت میں پڑھا جانا منسوخ ہو گیا اور نماز ظہر کو گرمی میں تاخیر کر کے ٹھنڈے وقت پڑھنا واجب ہو گیا۔

نماز ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے کسی موقع سے خاص نہیں

9/889- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے موزن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ دھوپ میں ٹھنڈک آنے دو تھوڑی دیر کے بعد ارادہ کیا کہ اذان دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان سے فرمایا کہ دھوپ میں ٹھنڈک آنے دو، یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے ایک مثل ہو گیا (حدیث شریف کے الفاظ ”حَتَّى سَاوَى الظِّلِّ التَّلَوَّلُ“ (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے ایک مثل ہو گیا ہے) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے اور بھی باقی رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اشیاء منسبطہ (یعنی چیزیں جو پھیلی ہوئی ہوں جیسے ٹیلہ وغیرہ) کا سایہ جب

ایک مثل ہوتا ہے تو اشیاء مُنتَصِبَہ (یعنی ایسی چیزیں جو کھڑی ہوئی ہوں جیسے لاٹھی وغیرہ) کا سایہ دو مثل کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ (ماخوذ از علماء السنن - 12) (یعنی عام چیزوں کا سایہ ان کے دو مثل کے قریب پہنچا اور اس وقت ظہر ادا کی گئی) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے جو کسی موقع سے خاص نہیں،

اس پر دوسری حدیث

10/890- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کی ایک منزل میں فروکش ہوئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ اذان دینا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ اے بلال! پھر انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد ارادہ کیا کہ اذان دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ٹھہر جاؤ اے بلال! یہاں تک کہ ہم کو ٹیلوں کا سایہ دکھائی دینے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے اس لئے تم ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھا کرو جبکہ گرمی کا موسم سخت ہو جائے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: ترمذی نے وضاحت کی ہے کہ جن ائمہ نے (جیسے امام اعظم، امام احمد اور ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ) نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ سخت گرمی میں نماز ظہر میں تاخیر کی جائے یہ قول پیروی کیلئے مُرَجَّح اور اولیٰ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے جو مسلک اختیار کیا ہے کہ گرمی کے موسم میں تاخیر ظہر کی رخصت ان لوگوں کیلئے ہے جو دور سے آتے ہیں اس لئے ان کی مشقت دور کرنے کیلئے تاخیر کا حکم دیا گیا حالانکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی تائید نہیں کرتا کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے اگر وہ درست ہوتا تو سفر کی حالت میں ابراد (یعنی ٹھنڈے وقت میں) نماز ظہر پڑھنا ایک بے معنی بات ہو جاتی، کیوں کہ نماز ادا

کرنے والے حالت سفر میں تھے اور ایک جگہ جمع تھے اور ان کو اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ دور سے آکر اکٹھے ہوں۔ (یہ پورا مضمون ترمذی میں مذکور ہے۔)

نماز عصر تا خیر سے پڑھنا مستحب ہے

11/891- عبدالواحد بن نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو موزن نے عصر کی اذان دی (وہاں) ایک سن رسیدہ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے موزن کو ملامت کی اور کہا کہ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے کہ یہ نماز (عصر) تاخیر سے پڑھی جائے، یہ سن کر میں نے ان بزرگ کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ عبداللہ بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما ہیں (ان کے والد رافع بن خدیج جلیل القدر صحابی ہیں)۔ (اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے)۔

نماز عصر میں اس قدر تاخیر مستحب ہے کہ آفتاب زرد نہ ہو جائے

12/892- عبدالرحمن بن علی بن شیبان رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ آفتاب صاف اور روشن رہتا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

عصر کی نماز میں دیر کرنا سنت ہے

13/893- ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں تم لوگوں سے زیادہ جلدی فرماتے تھے اور تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عصر کی نماز میں جلدی کرتے ہو۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث کے راوی صحیح کی شرط کے موافق ہیں)۔

نمازِ عصر دیر سے پڑھنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی سنت ہے

14/894- زیاد بن عبداللہ نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے موزن نے آ کر الصلوٰۃ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ گئے۔ دوسری دفعہ پھر موزن نے الصلوٰۃ کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! اور علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کتنا ہم کو نماز سکھا رہا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور ہمیں نماز عصر پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد ہم پلٹ کر اسی جگہ پہنچے جہاں ہم پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ہم گھٹنے ٹیک کر آفتاب کے ڈوبنے کو دیکھنے لگے۔

(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اگرچہ کہ انہوں نے اس کی روایت نہیں کی ہے اور حدیث کی روایت دارقطنی نے بھی اسی طرح کی ہے۔)

نمازِ عصر دو مثل کے بعد پڑھنے کا بیان

15/895- عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک نماز جنازہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے انہوں نے نماز عصر ادا نہیں کی اور ساکت رہے یہاں تک کہ ہم ان کو بار بار متوجہ کرتے رہے اس پر بھی انہوں نے نماز عصر اس وقت تک ادا نہیں کی جب تک ہم نے مدینہ منورہ کے سب سے اونچے پہاڑ کی پر آفتاب کو نہیں دیکھ لیا۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ عصر دیر سے پڑھنا تابعین کی بھی سنت ہے

16/896- حماد رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو دیکھا ہے کہ وہ نمازِ عصر کو آخری وقت میں ادا کیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کتاب الحجج میں کی ہے۔)

عصر کا نام عصر رکھنے کی وجہ

17/897- ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عصر کا نام اس لئے عصر رکھا گیا ہے کہ عصر کی نماز اس وقت ادا کی جاتی ہے جب کہ آفتاب نچوڑا جا رہا ہو (یعنی آفتاب میں ایسی تمازت نہیں رہتی جیسی کہ ایک مثل کے وقت رہتی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ عصر کی نماز دو مثل پر ہی ہوا کرتی تھی۔) (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

آفتاب کے زرد پڑ جانے سے عصر کا مکروہ وقت شروع ہوتا ہے

18/898- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہوتی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ سورج جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان پہنچ جائے (یعنی زرد پڑ جائے) تو اس وقت اٹھ کر (مرغ کی طرح) چار ٹھونگ مار لے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنے کا (موقع) ملے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ابر کے دنوں کی نماز عصر کا بیان

19/899- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دن ابر آلود ہو تو نماز عصر ابتدائی وقت پڑھ لیا کرو؛ (اس لئے کہ ابر کی وجہ سے تمہیں وقت کا صحیح اندازہ نہ ہوگا اور نماز ترک ہو جائیگی) اور (یہ معلوم ہے کہ) جو نماز عصر (کسی کام کی وجہ سے) ترک کر دیتا ہے تو (اس کام سے) برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (ابر کی وجہ سے بھی اگر تمہاری نماز ترک ہو جائے گی تو تمہارے اس وقت کے کام سے برکت مٹا دی جائے گی۔) (اس کی روایت امام احمد، ابن ماجہ اور ابن جبران نے کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید

20/900- مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ جب جہاد کی غرض سے تشریف لائے تو اس زمانہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حاکم مصر تھے، امیر مصر عقبہ نے نماز مغرب میں کچھ دیر کی تو ابویوب رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا کہ اے عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ عقبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم (حکومت کے) کاموں میں مشغول تھے (اور یہ بھی عبادت ہے، اس وجہ سے دیر ہو گئی) ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کو نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا یوں فرمایا کہ میری امت اسلام کی اصلی حالت پر رہے گی جب تک کہ نماز مغرب کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر نہ کرے کہ ستارے چمکنے لگیں۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث

21/901- ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب کو غروب آفتاب کے ساتھ ہی پڑھا کرو اور اس کی ابتداء تاروں کے نکلنے سے پہلے کیا کرو۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر تیسری حدیث

22/902- ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب کی ابتداء تارے نکلنے سے پہلے کیا کرو۔ (اس کی روایت امام احمد اور دارقطنی نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر چوتھی حدیث

23/903- ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ مغرب تارے نکلنے سے پہلے اس وقت پڑھا کرو جب روزے دار کے افطار کا وقت آجاتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر پانچویں حدیث

24/904- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص نماز کے بعد واپس ہوتا (تو ایسی روشنی میں واپس ہوتا تھا) کہ اس کو اپنے تیر کا نشانہ دکھائی دیتا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ابر کے دنوں میں احتیاط یہ ہے کہ نمازِ مغرب کچھ دیر سے پڑھے

25/905- عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابر کے دنوں میں دن کی نمازیں جلدی پڑھا کرو اور مغرب کی نماز میں دیر کیا کرو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں کی ہے عزیز نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی ہے باوجودیکہ یہ مرسل ہے اور جامع صغیر نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔)

نمازِ عشاء کا مستحب وقت

26/906- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں یہ حکم دیتا کہ وہ نمازِ عشاء میں تہائی شب یا آدھی رات تک تاخیر کریں۔

(اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

27/907- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نمازِ عشاء کو (سفید) شفق غائب ہونے کے بعد سے رات کے پہلی تہائی تک پڑھ لیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر تیسری حدیث

28/908- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اس نماز یعنی نمازِ عشاء کے وقت سے بخوبی واقف ہوں نمازِ عشاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری تاریخ کا چاند ڈوبنے کے وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث

29/909- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک رات عشاء کی نماز کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیر تک انتظار کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت باہر تشریف لائے جب کہ رات کا ایک تہائی حصہ گزر چکا تھا یا اس کے بعد تشریف لائے۔ معلوم نہیں کہ تشریف آوری میں کیا چیز مانع تھی؟ کوئی خانگی ضرورت تھی یا کچھ اور؟ بہر حال تشریف لا کر ارشاد فرمایا تم لوگ ایک ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو کہ تمہارے علاوہ دیگر مذاہب والوں میں سے کوئی اس وقت نماز کے انتظار میں نہیں ہے۔ اگر میری امت پر بار نہ گذرتا تو میں ان کو اسی وقت اس نماز کو پڑھایا کرتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزن کو حکم دیا تو موزن نے نماز کی تکبیر کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث

30/910- جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں نمازوں کو (اوقات کے لحاظ سے) تقریباً تمہاری نمازوں کی طرح ادا فرمایا کرتے تھے اور عشاء کی نماز میں تمہاری نماز کے وقت سے کچھ تاخیر فرمایا کرتے اور نمازوں کو (قرأت کے اعتبار سے) ہلکی پڑھایا کرتے تھے (نہ کہ ارکان کے اعتبار سے)۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث

31/911- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء پڑھنے کے ارادے سے جمع ہوئے، آپ باہر تشریف نہیں لائے یہاں تک کہ تقریباً نصف شب گزر گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو تو ہم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اس وقت نماز پڑھ چکے ہیں اور اپنی اپنی خوابگا ہوں میں آرام کر رہے ہیں اور تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اس وقت سے نماز ہی میں ہو (اور تم کو برابر نماز کا ثواب مل رہا ہے) اور اگر ضعیف کے ضعف کا اور بیماری کی بیماری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس نماز میں نصف شب تک تاخیر کرتا۔
(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء ترک کرنے والے کی وعید

32/912- عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ عشاء سے غافل ہو کر سو گیا اس طرح کہ اس کا وقت گزر جائے تو خدا کرے اس کو نیند نہ آئے۔ (اس کی روایت ابن عساکر نے مرسل کی ہے۔)

افق میں سپیدی پھیلنے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے

33/913- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر روشنی پھیلنے پر پڑھو کیوں کہ یہ بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔
(اس کی روایت ترمذی نے ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

34/914- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر روشنی میں ادا کرو کیوں کہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے۔
(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر تیسری حدیث

35/915- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر سپیدی پھیلنے پر ادا کرو اس سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے۔
(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث

36/916- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! صبح کی نماز سپیدی پھیلنے پر پڑھو، یہ تمہارے لئے خیر ہے۔
(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث

37/917- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو اور اس کے دل کو روشن کر دیتے ہیں اور اس کی نماز قبول فرما لیتے ہیں۔ (اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث

38/918- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت فطرت اسلام یعنی اسلام کی اصلی حالت پر اس وقت تک قائم رہے گی جب تک وہ فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر ادا کرتی رہے۔

(اس کی روایت بزار نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الاوسط میں کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر ساتویں حدیث

39/919- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز صبح کو اس قدر روشنی پھیلنے پر ادا کرو کہ لوگ اپنے تیروں کے نشانوں کو دیکھ سکیں۔ (اس کی روایت طیالسی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر آٹھویں حدیث

40/920- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کی نماز ادا کرنے میں اس قدر روشنی آنے دو کہ لوگ اپنے تیروں کے نشانوں کو دیکھ سکیں۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر نوں حدیث

41/921- عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں اس کے نام کی طرح تاخیر فرماتے تھے۔ (فجر کے معنی یہ ہیں کہ تاریکی پھٹ کر سپیدی پھیلنے لگے۔) (اس کی روایت طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر دسویں حدیث

42/922- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اتفاق کسی چیز پر اس طرح نہیں ہوا جیسا کہ نماز فجر کے خوب روشنی میں ادا کرنے پر ہوا ہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: مذکورہ بالا حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز فجر اسفار یعنی سپیدی میں ادا کی جائے اس بارے میں یہ واضح رہے کہ نماز فجر کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر نہ ہو کہ طلوع آفتاب کا شک ہونے لگے بلکہ نماز فجر کو اسفار یعنی ایسی سپیدی میں ادا کرنا مستحب ہے کہ بہ ترتیل کم و بیش چالیس آیتوں کے ساتھ نماز ختم ہونے پر اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو دوسری مرتبہ نماز فجر کا اعادہ اسی طرح کیا جاسکے جیسے کہ پہلی مرتبہ ادا کیا تھا۔ (ملتی الابحر)۔

عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کا مستحب وقت

43/923- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ ہر نماز اس کے مستحب وقت پر ادا فرمایا کرتے تھے (البتہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حج کے موقع پر دو نمازیں مغرب اور فجر ان کے مستحب وقت سے ہٹا کر اس طرح ادا فرمائی ہیں کہ مزدلفہ میں نماز مغرب کو (اس کے مستحب وقت سے ہٹا کر) عشاء کے ساتھ ادا فرمایا اور (اسی طرح) نماز فجر کو اس کے مستحب وقت (اسفار) سے ہٹا کر غلغلے یعنی

تاریکی میں ادا فرمائی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

44/924- ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حج کو تشریف لائے مجھے علقمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ رہوں مزدلفہ کی رات (جب دسویں ذی الحجہ کی) صبح صادق طلوع ہونے لگی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اقامت کہو! میں نے عرض کیا: اے ابو عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ)! میں نے کبھی آپ کو اس طرح تاریکی میں نماز فجر ادا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس دن کی نماز فجر کو اس جگہ ایسے وقت ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو نمازیں ہیں جو اپنے مستحب وقت سے ہٹا کر ادا کی جاتی ہیں ایک تو مغرب کی نماز ہے جو اپنے مستحب وقت سے ہٹا کر (عشاء کے ساتھ) اس وقت پڑھی جاتی ہے جب لوگ (عرفات سے) مزدلفہ کو پہنچ جاتے ہیں اور دوسری نماز فجر ہے جو صبح صادق ہوتے ہی تاریکی میں پڑھی جاتی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز وتر کا مستحب وقت ایک لحاظ سے

45/925- ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری رات کی آخری نماز وتر کو قرار دو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں جو ارشاد ہوا ہے کہ رات کی نمازوں میں آخری نماز وتر ہونی چاہئے تو

واضح رہے کہ یہ حکم مستحب ہے اس لئے وتر کے بعد اگر کوئی نماز ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتے ہیں کیوں کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات) 12۔

نماز وتر کا مستحب وقت دوسرے لحاظ سے

46/926 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دلی دوست نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے (1) ایک ہر مہینے کے وسط میں (تین روزہ رکھنے کی) (جس کو ایام بیض کہتے ہیں) اور (2) دوسرے دو رکعت نماز چاشت ادا کرنے کی (جو نماز چاشت کی کم سے کم مقدار ہے اور آٹھ یا بارہ رکعت نماز چاشت کی پوری مقدار ہے) (3) تیسری وصیت یہ فرمائی کہ میں سونے سے قبل نماز وتر ادا کر لیا کروں۔

(اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز وتر کے مستحب وقت میں وسعت

47/927 عُصَیْفُ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ مجھے یہ بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل اول شب میں کیا کرتے تھے یا آخر شب میں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اول شب غسل جنابت فرمایا ہے تو کبھی آخر شب میں۔ میں نے کہا اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی فرمادی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا اچھا یہ تو فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر اول شب میں ادا فرماتے تھے یا آخر شب میں؟ ام المؤمنین جواب دیں کہ کبھی اول شب میں آپ نے وتر ادا فرمائی اور کبھی آخر شب میں، میں نے کہا کہ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں وسعت عطا فرمائی پھر میں نے دریافت کیا اچھا

یہ بھی بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز تہجد میں) قرآن آواز سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ؟ ام المؤمنین ارشاد فرمائیں کہ کبھی آپ قرآن آواز سے پڑھتے تھے اور کبھی آہستہ، میں نے کہا اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ جس نے دین میں آسانی کر دی ہے۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف آخری فقرہ روایت کیا ہے۔)

نماز وتر کے مستحب وقت میں اختلاف ہونے کی وجہ

48/928- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ اخیر رات نیند سے نہ اٹھ سکے گا تو وہ اول شب میں نماز وتر ادا کر لے اور جس کو امید ہو کہ وہ آخر شب میں اٹھ سکے گا تو وہ آخر شب میں نماز وتر ادا کرے کیوں کہ آخر شب کی نماز میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اسی لئے آخر شب میں نماز وتر پڑھنا افضل ہے۔ (اس کی روایت مسلم اور امام احمد نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت

49/929- ولید بن عیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عمرو شیبانی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کے مالک نے ہمیں یہ حدیث سنائی اور (یہ کہہ کر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ پسندیدہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اس کے (مستحب) وقت پر ادا کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا (اللہ تعالیٰ کے پاس سب اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہیں)۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

50/930- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تین چیزیں ہیں کہ ان میں دیر نہ کرو (ایک (1)) نماز کہ جب اس کا مستحب وقت ہو جائے (تو پھر اس کی ادائی میں دیر نہ کرنا) اور (2) دوسرے جنازہ کہ جب وہ آجائے۔ (تو اس کی نماز میں دیر نہ کرو) اور (3) تیسرے بے شوہر عورت کہ جب اس کو مناسب خاوند مل جائے (تو اس کے نکاح کر دینے میں دیر نہ کرو)۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

51/931- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہر نماز کو ہمیشہ اس کے مستحب وقت پر ادا فرماتے تھے اس لئے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک کسی ایک کو بھی اس کے آخری وقت میں ادا فرمایا ہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید

52/932- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) اُس زمانے میں تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو (ان کے آداب و شرائط کے لحاظ سے) مردہ کر کے پڑھیں گے یا نمازوں کو اُن کے مستحب وقت سے ہٹا کر مکروہ اوقات میں ادا کریں گے میں نے عرض کیا حضور ایسے وقت کیلئے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نمازوں کو ان کے مستحب وقت پر پڑھا کرو اور اگر اُسی نماز کو اُن حکام کے ساتھ پھر پالو تو دوبارہ باجماعت پڑھ لو کیوں کہ وہ بعد

والی نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی اور اس نے باقی نماز کو طلوع یا غروب کے بعد ادا کر لی تو اس کو فجر اور عصر کی پوری پوری نماز مل گئی ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے متعارض ہو رہی ہے کیوں کہ ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی حدیث میں تاخیر صلوٰۃ کا جواز مذکور ہے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے تاخیر صلوٰۃ کا عدم جواز ثابت ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ قرار پائے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس وجہ سے منسوخ نہیں ہو سکتی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (حدیث نمبر: 51/931) سے بصراحت ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری عمر شریف میں کبھی کسی نماز میں تاخیر نہیں فرمائی بلکہ ہر نماز کو ہمیشہ اس کے مستحب وقت پر ادا فرمایا ہے، اس لئے ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث ناسخ ہے اور ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی حدیث منسوخ۔ ”مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً“ والی حدیث کے منسوخ ہونے کی تفصیلی بحث اور مزید ناسخ حدیثوں کا ذکر ”بَابُ الْمُؤَاقِفَاتِ“ کی حدیث نمبر (9/861) کے فائدہ میں مذکور ہے، ملاحظہ فرمایا جائے۔ 12

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث

53/933- عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جن کو بروقت نماز ادا کرنے سے ان کے دنیاوی مشغولیات اس طرح مانع ہوں گے کہ نماز کا وقت ہی گزر جائے گا، اس لئے تم نماز کو اس کے مستحب وقت پر پڑھ لیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا میں (علیحدہ بروقت تنہا نماز پڑھ لینے کے بعد) ایسے امیروں کے ساتھ بھی نماز پڑھ لوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں پڑھ لو۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

ان نمازوں کا بیان جن کو دوبارہ نفل کی نیت سے باجماعت ادا کرنا جائز نہیں

54/934- نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مغرب یا صبح کی نماز تنہا پڑھ لی اور اس کے بعد یہ نمازیں باجماعت مل گئیں تو وہ ان دونوں نمازوں کو پھر دوبارہ نہ پڑھے۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

55/935- اور دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح اس حدیث کی روایت مرفوعاً

کی ہے۔)

ف: ایسے زمانہ میں جب کہ حکام نمازوں میں تاخیر کر کے نمازوں کو مکروہ اوقات میں ادا کرتے ہوں تو مناسب یہ ہے کہ نمازیں تنہا مستحب اوقات میں ادا کر لی جائیں اور پھر حکام کے ساتھ نماز باجماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہو جائیں، یہ واضح رہے کہ نفل کی نیت سے شرکت صرف ظہر اور عشاء کی حد تک رہے گی کیوں کہ فجر اور عصر کے بعد نفل نمازیں جائز نہیں اور تنہا مغرب پڑھ لینے کے بعد نفل کی نیت سے مغرب کی نماز میں شرکت اس لئے ناجائز ہے کہ نفل نماز تین رکعت والی نہیں ہوا کرتی، اگر ایک رکعت کے اضافہ سے نفل کی چار رکعتیں پوری کر لی جائیں تو امام کی نماز کے خلاف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تنہا مغرب پڑھ لینے کے بعد نفل کی نیت سے مغرب کی جماعت میں شریک ہونا ناجائز ہے اگرچہ کہ مغرب کی نماز کے بعد نفل نمازیں ادا کر سکتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات۔)

قضا نماز کب ادا کرنا چاہئے اس کی تحقیق

56/936- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اس نماز کو ادا نہ کر کے سو رہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ نماز جب یاد آئے (اور وہ مکروہ وقت نہ ہو) اسی وقت ادا کر لے۔

57/937- اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا نیند کی وجہ سے نماز ادا نہ کر سکے اور اس نماز کا وقت گزر جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب وہ اس نماز کو یاد کرے اسی وقت پڑھ لے اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ ممنوعہ اوقات میں قضا نمازوں کا ادا کرنا اس لئے جائز ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب نماز یاد آجائے پڑھ لے، چونکہ نماز ممنوعہ اوقات میں یاد آئی ہے اس لئے ممنوعہ اوقات میں ہی نماز ادا ہونی چاہئے یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے لیکن ہمارے پاس ان اوقات ممنوعہ میں فوت شدہ نماز یاد بھی آجائے تو اس کا ان اوقات میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ نماز قضا ہو یا ادا ہو یا نفل۔ اس حدیث سے ہمارے پاس فوت شدہ نماز کے یاد آتے ہی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس نماز کا اسی وقت ادا کرنا اور چونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نمازوں کا ادا کرنا ناجائز ہے اس لئے ممنوعہ اوقات کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے فوت شدہ نمازوں کو ممنوعہ اوقات میں ادا نہیں کیا جائے گا بلکہ ممنوعہ اوقات کے بعد وہ نمازیں ادا ہوں گی اور یہی وہ صورت ہے جس سے دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اس کے برخلاف انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کر کے ممنوعہ اوقات میں فوت شدہ نمازوں کے یاد آتے ہی فوراً انہی اوقات میں نمازیں ادا کر لی جائیں تو اس حدیث پر عمل ہو جاتا ہے مگر ممنوعہ اوقات والی حدیث پر عمل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ہمارے قول کی تائید حدیث تعریس سے بھی ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستہ میں آرام فرمائے یہاں تک کہ سورج نکل پڑا اور نماز فجر قضا ہو گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سب اس جگہ سے کوچ کریں چنانچہ آگے جا کر سورج کے بلند ہونے کے بعد فوت شدہ نماز فجر ادا کی گئی۔ اگر ممنوعہ اوقات میں نماز کے یاد آتے ہی نماز کا اسی وقت پڑھ لینا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر طلوع آفتاب کے ساتھ ہی نماز پڑھ کر آگے کوچ فرماتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا جو خفی مسلک پر قوی دلیل ہے۔ (عمدة القاری) 12۔

نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم 58/938- ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کسی وقت) نیند کی وجہ سے (کسی نماز کا وقت گزر جائے) تو کوئی قصور نہیں (بر وقت نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو نہیں ہوگا مگر نماز کی قضا ضروری ہوگی) البتہ بیداری میں (کسی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے) تو (ایسا شخص) قصور وار ہوگا (کہ اس نماز کی قضا بھی لازم ہوگی اور گناہ بھی ہوگا) اس لئے تم میں سے کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اتنی دیر سو جائے کہ اس نماز کا وقت گزر جائے تو جب یاد آ جائے (اور مکروہ وقت نہ ہو) نماز ادا کر لے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”وَاقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي“ (سورہ طہ، پ: 16، ع: 1، آیت نمبر: 14) میرے (خوف) سے جب نماز یاد آ جائے تو نماز ادا کر لیا کرو۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے نماز وتر فوت ہو جائے تو

اس کے ادا کرنے کا حکم

59/939- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھ کر سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے وہ وتر کو اس وقت پڑھ لے جب یاد آ جائے یا جب نیند سے بیدار ہو (اور مکروہ وقت نہ ہو)۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز وتر کے واجب ہونے کے جو دلائل ہیں ان کے منجملہ یہ بھی ایک دلیل ہے

ف: اس حدیث میں وتر کے فوت ہو جانے پر ارشاد ہو رہا ہے: ”فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ“ یعنی

جب نماز وتر یاد آ جائے تو پڑھ لے اور یہی انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (قضاء نماز کب ادا کرنا چاہئے والی

حدیث دو احادیث) میں فرض نماز کے بھول جانے پر بھی اسی قسم کے الفاظ وارد ہیں اور وہ یہ ہیں: ”اَنْ يُصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا“، یعنی جب نماز کو یاد کر لے تو اسی وقت پڑھ لے، جب وتر کیلئے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جیسے فرض نماز کیلئے تو اس سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ 12۔

”حدیث تعریس“ نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو اس کو ادا کرنے کے حکم پر دوسری حدیث

60/940- سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپس ہوئے تو رات بھر چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ باقی رہ گیا تو آرام کیلئے ایک مقام پر اتر پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم بیدار رہ کر صبح کی نماز کیلئے ہم کو بیدار کر دو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاں تک ہو سکا بیدار رہے پھر بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کو ٹیکا دے کر مشرق کی طرف رخ کر کے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ ان کو بھی نیند لگ گئی اور دھوپ اوپر آنے تک نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال رضی اللہ عنہ اور نہ کوئی صحابی قافلہ سے جاگ سکے، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے اٹھے اور فرمائے کیا بلال؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اسی نے سلا دیا جس نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلا دیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کجاوے کسو اور یہاں سے چلو! تو سب نے اپنی سواریوں کو اٹھایا کجاوے کس دیئے اور کچھ دور چلے (اور جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو سنتیں اطمینان کے ساتھ ادا فرمائے (سنتوں کا پڑھنا التعلیق المجد میں ”مسند امام احمد“ کے حوالے سے مذکور ہے) اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کا حکم دیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو نماز صبح کی قضا پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو (اس طرح) بھول جائے (کہ نماز قضا ہوگئی) تو وہ فوت شدہ نماز کی قضا اس وقت ادا کر لے جب اس کو یاد آجائے (اور وہ وقت مکروہ نہ ہو) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي“ (سورہ طہ، پ: 16، ع: 1، آیت نمبر: 14) (جب نماز یاد آجائے تو پڑھ لیا کرو،) (اس آیت کا ترجمہ ”لِذِكْرِي“ راء کے فتح اور الف مقصورہ کی قرأت کے لحاظ سے ہے، جس کی تحقیق ذیل کے فائدہ نمبر 1 میں آرہی ہے۔)

(اس کی روایت امام مالک اور مسلم نے کی ہے۔)

ف (1): واضح ہو کہ ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي“ میں دو قرأت:

(1) ایک لِذِكْرِي (راء کے زیر اور یا متکلم کے ساتھ) اور دوسرے ”لِذِكْرِي“ (راء کے

زیر اور الف مقصورہ کے ساتھ)۔

ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث (58/938) میں پہلی قرأت ”لِذِكْرِي“ کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث (60/940) میں دوسری قرأت لِذِكْرِي کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے تحقیق یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس آیت سے جو استدلال فرمایا ہے وہ دوسری قرأت کی بناء پر جو راوی کے تصرف سے ”لِلذِّكْرِ“ ہو گیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے اسی روایت میں ”لِلذِّكْرِ“ کہا ہے اور ابن شہاب جن کو زہری کہا جاتا ہے اور جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ بھی لِذِّكْرِ کی قرأت پڑھا کرتے تھے۔ (العلق المجدد میں تنویر کے حوالہ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔) 12

ف (2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی ساریوں کو اس مقام سے لے کر چلے یہاں تک کہ اس وادی سے باہر ہو گئے، چاہئے تو یہ تھا کہ فوت شدہ نماز کو وہیں ادا کرتے اور پھر روانہ ہوتے ایسا نہ کر کے وہاں سے روانہ ہوئے اور نماز اس وقت ادا فرمائی جب کہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہو چکا

تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نماز یاد آتے ہی نماز نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ ممنوع وقت گزرنے کے بعد فوت شدہ نماز کو ادا کرنا چاہئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ (عمدة القاری۔) 12

نیند کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

61/941- شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حکم اور حماد رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو سوتا رہا یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت گزر گیا اور ایسے وقت بیدار ہوا کہ آفتاب کا کچھ حصہ طلوع ہو چکا تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ وہ اس وقت تک نماز نہ ادا کرے جب تک کہ آفتاب بلند نہ ہو جائے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

صاحب ترتیب کا حکم

62/942- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا (صاحب ترتیب) شخص جو کسی نماز کو بھول جائے اور اس قضا نماز کو ادا کئے بغیر دوسری نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے (فوت شدہ نماز جماعت میں شریک ہونے تک یا دنہ آئی اور شریک ہونے کے بعد یاد آگئی اور اس نے امام کے ساتھ پوری نماز ادا کی اور سلام پھیرا) (اب) اس کا حکم یہ ہے کہ نماز باجماعت سے فراغت کے بعد پہلے اس فوت شدہ نماز کو ادا کر لے جس کو بھول گیا تھا اور اس کے بعد اس نماز کو دہرائے جس کو امام کے ساتھ پڑھا ہے۔

(اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے اور طبرانی اور خطیب نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیثیں صاحب ترتیب کے احکام سے متعلق ہیں جو فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا چاہتا ہے، اس بارے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ وقت یہ نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ قضا نماز پہلے ادا کی جائے کیوں کہ صاحب ترتیب کیلئے ترتیب اس طرح فرض ہے کہ وہ پہلے قضا نماز ادا کرے پھر وقتی نماز ادا کر لے اس کی وضاحت نہایت شرح و بسط سے ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور صاحب بحرائق نے شرح المنار میں کی ہے۔ تفصیل کیلئے ان کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ 12

صاحب ترتیب کے حکم پر دوسری حدیث

63/943- حبیب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب ادا فرمائی اور نماز عصر ادا کرنا بھول گئے تھے (غالباً یہ واقعہ کسی جنگ کا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے مجھے نماز عصر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے نماز عصر نہیں پڑھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا تو مؤذن نے اذان دی پھر اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور عصر کے بغیر جو مغرب کی نماز پڑھی گئی تھی اس کو شمار میں نہ لاکر دوبارہ نماز مغرب ادا فرمائی۔ (اس کی روایت امام احمد، طبرانی اور ابونعیم نے کی ہے۔)

صاحب ترتیب کے حکم پر تیسری حدیث

64/944- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشرکین قریش کو خندق کی لڑائی کے موقع پر برا بھلا کہنے لگے اور وجہ یہ بتائی کہ یا رسول اللہ میں آفتاب غروب ہونے کے قریب تک نماز عصر ادا نہ کر سکا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں نے بھی نماز عصر نہیں پڑھی ہے، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بطحان کی وادی میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا اور ہم سب نے بھی وضوء کیا اور اس وقت تک آفتاب غروب ہو چکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز عصر ادا فرمائی اور اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

صاحب ترتیب کے حکم پر چوتھی حدیث

65/945- ابراہیم نخعی (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کہ اُن سے (صاحب ترتیب) شخص کے متعلق (دریافت کیا گیا) جو نماز ظہر بھول گیا ہو اور عصر کی نماز میں شریک ہو گیا اور اس کو نماز عصر

میں ظہر کی نماز یاد آگئی تو ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عصر کو توڑ دے اور ظہر کی نماز پہلے پڑھ لے اس کے بعد عصر ادا کرے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

صاحب ترتیب سے نماز و ترفوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

66/946- زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز و ترفوت نہ پڑھ کر سو جائے اور رات میں ادا نہ کر سکے اور وہ صاحب ترتیب ہے (تو وہ وتر کو صبح صادق ہونے کے بعد نماز فجر کے پہلے پڑھ لے۔)

(اس کی روایت ترمذی نے مرسل کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب ترتیب کیلئے جس طرح فرض نمازوں کی قضاء کے موقع پر قضا اور وقتیہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا قائم رکھنا فرض ہے (کہ وہ پہلے قضا ادا کرے پھر وقتیہ نماز) اسی طرح صاحب ترتیب کیلئے یہ بھی فرض ہے کہ وہ وتر اور فرض نمازوں کے درمیان ترتیب قائم رکھے، مثلاً کسی صاحب ترتیب کی نماز و ترفوت ہوگئی اور فجر کا وقت شروع ہو گیا تو ایسے صاحب ترتیب کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے وتر کی قضا پڑھے پھر فجر کے فرض ادا کرے۔ یہ مضمون شرح وقایہ سے ماخوذ ہے۔ 12

صاحب ترتیب کے لئے ترتیب فرض ہونے کا ثبوت

67/947- ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے خندق کی لڑائی کے موقع پر چار نمازوں سے روک رکھا تھا (اس لئے چار نمازیں ادا نہ کر سکے) یہاں تک کہ اللہ کی مشیت میں جہاں تک منظور تھا رات کا کچھ حصہ گزر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور نماز عصر ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور مغرب ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔

(اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور ابن حبان اور بزار نے بھی اسی طرح روایت

کی ہے۔)

صاحب ترتیب کی تعریف اور ترتیب کے تفصیلی احکام

ف: ہمارے علماء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ صاحب ترتیب کیلئے وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں کے درمیان ترتیب کا قائم رکھنا فرض ہے اس طرح کہ پہلے قضا نماز ادا کی جائے پھر وقتیہ اور اسی طرح قضا نمازوں کے درمیان بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا فرض ہے اگر کسی صاحب ترتیب کی نماز صبح فوت ہو جائے اور وہ ظہر تک اسکو ادا نہ کر سکے تو وہ ظہر کے وقت پہلے نماز فجر ادا کرے اور اس کے بعد نماز ظہر ادا کرے اور اسی طرح کسی صاحب ترتیب کی فجر اور ظہر دونوں قضا ہوں تو اس کو چاہئے کہ پہلے فجر کی قضا ادا کرے پھر ظہر کی قضا ادا کرے۔ صاحب ترتیب کے بارے میں مزید توضیح یہ ہے کہ کسی شخص کی دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہو گئیں اور ان نمازوں کے سوا اس کے ذمہ کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے۔ یعنی عمر بھر میں سن بلوغ سے کبھی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی اور اگر فوت ہوئی تو اس کی قضا کر لی، ایسا شخص صاحب ترتیب ہے اور ایسے شخص کیلئے ادا نماز کا پڑھنا اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ ان پانچوں فوت شدہ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے اور ایسا شخص ان فوت شدہ نمازوں میں بھی لازماً ترتیب رکھے گا یعنی جو نماز سب سے اول فوت ہوئی ہے، پہلے اس کی قضا پڑھے، پھر اس کے بعد والی، پھر اس کے بعد والی اس طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے مثلاً کسی سے دن بھر کی پانچوں نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء فوت ہو گئیں تو یہ صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشاء ترتیب سے پڑھے، اگر اس نے پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر قضا پڑھ لی یا عصر کی قضا کی یا ان پانچوں نمازوں میں سے بلا لحاظ ترتیب کوئی اور نماز ادا کر لی تو یہ نماز درست نہیں ہوئی اور اس شخص کیلئے اس نماز کو پھر پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ کسی شخص کی چھ نمازیں فوت ہو جائیں تو ایسا شخص صاحب ترتیب نہیں رہا، اب وہ ان فوت شدہ نمازوں کی قضا سے پہلے ادا نماز پڑھ سکتا ہے اور ایسے شخص کیلئے فوت شدہ نمازوں میں بھی ترتیب ضروری نہیں ہے۔ 12

(3/22) بَابُ فَضَائِلِ الصَّلَاةِ

(یہ باب نماز کے بقیہ فضائل کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ”حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ، پ: 2، ع: 31، آیت نمبر: 238) تمام نمازوں کی پابندی کرو اور درمیانی نماز کی بھی۔

فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت

1/948- عمارہ بن رُوَيْبَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر وہ شخص جو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے قبل کی نمازوں یعنی فجر اور عصر کو پابندی سے ادا کرتا ہو وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

2/949- ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دونوں ٹھنڈے وقت کی نمازوں کو پڑھتا رہتا ہے (وہ بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا)۔ (ٹھنڈے وقت کی نمازوں سے مراد فجر اور عصر یا فجر اور عشاء ہیں)۔ (اس کی روایت بخاری و مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

3/950- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس باری باری سے رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے (بندوں کے

اعمال لکھنے اور اعمال کیلئے جانے کیلئے) آتے رہتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں یکجا جمع ہوتے ہیں، (فجر کے وقت اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ان میں ایک جماعت رات کے اعمال لے جاتی ہے اور دوسری جماعت دن کے اعمال لکھنے کیلئے آتی ہے اور اسی طرح عصر کے وقت جمع ہو کر ایک جماعت تو دن کے اعمال لے جاتی ہے اور دوسری جماعت رات کے اعمال لکھنے کیلئے آتی ہے) پھر وہ فرشتے جو تمہارے پاس رات گزارے ہیں وہ اوپر جاتے ہیں تو ان سے پروردگار عالم باوجود یہ کہ اپنے بندوں کے حالات سے ان سے زیادہ باخبر ہیں دریافت فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کو اس حالت میں چھوڑ آئے کہ وہ نماز (فجر) پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو نماز (عصر) پڑھ رہے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت

4/951- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کیا ثواب ہے اور نماز کی پہلی صف میں کیا اجر ہے (تو ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور ہر ایک چاہتا کہ خود اذان دے اور پہلی صف میں جگہ حاصل کرے) تو اس کے تصفیہ کیلئے قرعہ اندازی کی ضرورت پڑتی اور اگر لوگ جانتے کہ ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کیلئے بہت سویرے مسجد کو پہنچ جانے میں کیا اجر ہے تو (اس فضیلت کو حاصل کرنے کیلئے مسجدوں کی جانب دوڑتے ہوئے آتے اور اگر ان کو معلوم ہوتا کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کیا فضیلت ہے تو ان دونوں نمازوں کیلئے) مسجدوں کی جانب کسی وجہ سے چل نہ سکتے ہوں (تو) سرین کے بل زمین پر گھسیٹتے ہوئے آتے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء کو ترک کرنے کی وعید

5/952- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافقین پر کوئی نماز فجر اور عشاء سے بڑھ کر دشوار نہیں اور اگر یہ جانتے کہ ان دنوں نمازوں کیلئے (مسجد کو آنے میں) کیا فضیلت ہے تو وہ (کسی وجہ سے چل نہ سکتے تو) سرین کے بل زمین پر گھسیٹتے ہوئے آتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کو شب بیداری کا ثواب ملتا ہے

6/953- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز عشاء باجماعت ادا کی تو گویا وہ آدھی رات تک عبادت میں مشغول رہا اور جس نے نماز فجر باجماعت ادا کی تو گویا وہ پوری رات نماز میں گزارا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز مغرب اور نماز عشاء کا کوئی اور نام رکھنے کی ممانعت

7/954- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ہرگز نماز مغرب کو دیہاتی عربوں کی طرح عشاء نہ کہا کرو، راوی یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیہاتی عرب مغرب کو عشاء کہا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم دیہاتی عربوں کی طرح نماز عشاء کو (عتمہ) نہ کہا کرو کیونکہ قرآن میں اس نماز کا نام عشاء ہے (دیہاتی عرب عشاء کو عتمہ اس وجہ سے کہا کرتے تھے کہ) اس وقت اونٹوں کا دودھ دوبا جاتا تھا (جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت سے تشبیہ کی بناء پر منع فرمادیا اور بعض حدیثوں میں عشاء کو جو عتمہ کہا گیا ہے وہ اس نہی سے پہلے کا واقعہ ہے جو اس حدیث سے منسوخ ہو گیا۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز فجر جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں آجاتا ہے

8/955- جناب قسری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز فجر (جماعت کے ساتھ) پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور امان میں آگیا (تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے بدسلوکی نہ کریں کیوں کہ ایسے امن دیے ہوئے شخص سے بدسلوکی کرنا اللہ تعالیٰ کے اس امن کو توڑنا ہے جو اس نمازی کو ملا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس کا یہ قاعدہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے امن کو توڑنے کی وجہ سے جس کسی سے وہ کچھ بھی مواخذہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو پکڑ لیتے ہیں اور منہ کے بل اس کو جہنم کی آگ میں جھونک دیتے ہیں ایسا ہی جو، امن دیئے ہوئے نمازی کو ایذا دے گا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دیں گے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں میں راوی کے نام کے ساتھ قسری کی بجائے قشیری آیا ہے۔)

”إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا“ کی تفسیر

9/956- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ ”إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا“ (سورہ بنی اسرائیل، پ: 15، ع: 9، آیت نمبر: 78) (بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) کے متعلق فرمایا کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے لئے گھر سے نکلنے والے کی فضیلت

10/957- سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص نماز صبح کیلئے نکلتا ہے تو وہ ایمان کا پرچم لے کر نکلتا ہے

(کہ یہ اس کے ایمان کی علامت ہے) اور جو شخص (بغیر نماز پڑھے) بازار کو جاتا ہے تو وہ ابلیس کا پرچم لئے ہوئے جاتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز فجر کو باجماعت ادا کرنا شب بیداری سے افضل ہے

11/958- ابو بکر بن سلیمان بن ابی حاتمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن ابی حاتمہ کو نماز صبح میں موجود نہ پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار کی طرف نکلے اور سلیمان رضی اللہ عنہ کا گھر بازار اور مسجد کے درمیان تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں جن کا نام شفاء رضی اللہ عنہا تھا ان سے ملتے ہوئے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا ہے ان کی ماں شفاء جواب دیں کہ آج سلیمان رات بھر نماز پڑھتے رہے (اور صبح کی نماز کے وقت) ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہ سو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام رات عبادت میں گزارنے سے میرے پاس بہتر یہ ہے کہ میں نماز صبح کی جماعت میں حاضر رہوں۔

(اس کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔)

جمعہ کے دن نماز فجر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

12/959- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس فضیلت والی نماز جمعہ کے دن کی فجر کی نماز ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

(اس کی روایت ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

نماز ظہر کی فضیلت

13/960- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہر کی نماز فضیلت میں رات کی نماز (یعنی تہجد) کی طرح ہے۔
(اس کی روایت ابن نصر نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق

14/961- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ مشرکین نے ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ یعنی نماز عصر سے روک رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق پر دوسری حدیث

15/962- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم احزاب یعنی خندق کی لڑائی میں مشغول تھے تو کفار نے ہم کو نماز عصر سے باز رکھا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آفتاب ڈوب جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! جن لوگوں نے ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ (نماز عصر) سے باز رکھا ہے ان کے دلوں میں آگ بھر دے اور ان کے گھروں کو بھی آگ سے بھر دے اور ان کی قبروں کو بھی آگ سے بھر دے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے نماز فجر مراد ہے۔ (مگر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے)۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ الوسطیٰ کی تحقیق پر تیسری حدیث

16/963- ابن مسعود اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان دونوں حضرات نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ الوسطیٰ کی تحقیق پر چوتھی حدیث

17/964- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دمشق آ کر ابو کلثم دوسی کے گھر فروکش ہوئے پھر مسجد کو تشریف لائے اور مسجد کے غربی جانب ایک جگہ بیٹھ گئے (وہاں دیکھا کہ) لوگ صلوٰۃ وسطیٰ کا باہم تذکرہ کرتے ہوئے اس کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو بھی صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق اختلاف ہوا تھا جس طرح کہ آپ حضرات کے درمیان صلوٰۃ وسطیٰ کے تعین میں اختلاف ہو رہا ہے کہ وہ کونسی نماز ہے؟ اور اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری مجلس میں اُس وقت ایک با خدا بزرگ ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس موجود تھے ابو ہاشم نے کہا کہ میں اس مسئلہ کو آپ لوگوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے آتا ہوں یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جرات سے حاضر ہو جایا کرتے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اندر گئے پھر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کو خبر دی کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق پر پانچویں حدیث

18/965- عبدالرحمن بن لبیبة الطائفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق سوال کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو قرآن پڑھ کر سناتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کونسی نماز ہے؟ سنو! کیا اللہ عز و جل نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا ہے ”اقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوكِ الشَّمْسِ“ (آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز قائم کرو) یہ ظہر کی نماز ہے، ”إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ“ (رات کی تاریکی شروع ہونے کے وقت نماز قائم کرو)

یہ مغرب کی نماز ہے ”وَمِنْ بَعْدِ صَلَوةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ“ (تمہاری خلوت کے تین وقت ہیں منجملہ ان کے نماز عشاء کے بعد کا وقت بھی ہے) یہ عتمۃ یعنی عشاء کی نماز ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا“ (بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) یہ فجر کی نماز ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَنِتِينَ“ (حفاظت کرو سب نمازوں کی عموماً اور بیچ والی نماز کی خصوصاً اور کھڑے رہو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے) یہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر ہی ہے۔ صدر کی مذکورہ آیتوں میں ظہر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کا ذکر آچکا ہے اب رہی نماز عصر تو اس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اس طرح ثابت ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہی ہے۔)

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر ترک کرنے کی وعید

19/966- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے نماز عصر چھوٹ جائے (تو اس کو ایسا رنج ہونا چاہئے) جیسے گھربارا اور مال و دولت برباد ہونے سے ہوتا ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز عصر ترک کرنے کی وعید پر دوسری حدیث

20/967- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز عصر کو چھوڑ دے (تو اس نے جس کام کی وجہ سے نماز عصر چھوڑی ہے) اس کام سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت

21/968- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نمازِ عشاء میں تاخیر کیا کرو، تم کو اس نمازِ عشاء کی وجہ سے دوسری امتوں پر فضیلت دی گئی ہے کیونکہ اس نماز کو کوئی امت تمہارے قبل نہیں پڑھتی تھی۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

22/969- امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو نمازِ عشاء جماعت سے پڑھا کرتا ہے تو اس کو شب قدر سے حصہ مل جاتا ہے۔
(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

(4/23) بَابُ الْأَذَانِ

(یہ باب اذان کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ”وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوءًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ“. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مائدہ، پ: 6، ع: 9، آیت نمبر: 58) اور جب تم (اذان دے کر) لوگوں کو نماز کیلئے بلاتے ہو تو یہ لوگ نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور یہ (حرکت بیجا ان سے) اس لئے (سرزد ہوتی ہے) کہ یہ ایسے (بے وقوف) لوگ ہیں کہ (بالکل) نہیں سمجھتے۔

وَقَوْلُهُ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (سورہ جمعہ، پ: 28، ع: 2، آیت نمبر: 9، میں) مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کیلئے اذان دی جائے تو یاد الہی (خطبہ و نماز) کی طرف لپکو۔

اذان مشروع ہونے سے پہلے نماز کیلئے ندا کرنے کی کیفیت

1/970- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان (ہجرت کر کے) جب مدینہ منورہ پہنچے اور اس وقت نماز کیلئے ندانہ کی جاتی تھی تو نماز کیلئے وقت کا اندازہ کر کے خود جمع ہو جاتے تھے، اس بارے میں صحابہ نے ایک دن آپس میں مشورہ کیا، کسی کی رائے ہوئی کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنالیں اور بعض کہنے لگے (یہ نہیں) بلکہ یہود کی سینگ کی طرح سینگ بجانے کا انتظام کر لیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر دیتے جو نماز

کیلئے سب کو ندا کر دیا کرے۔ (یہ تجویز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) اٹھو اور نماز کیلئے لوگوں کو (”الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ“ نماز تیار ہے کہہ کر) ندا کر دو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ابتداء میں اذان سے پہلے لوگوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کیلئے ”الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ“ کے الفاظ سے بلایا جاتا تھا پھر بعد میں اذان شروع ہوئی۔ (مرقات۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت

2/971- عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے متعلق فکر لاحق ہوئی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا چند لوگوں کو مامور کر دیں کہ وہ اٹھیں اور ٹیلوں پر چڑھ جائیں اور لوگوں کو نماز کیلئے اشارہ کر کے بلائیں (عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص دو سبز کپڑے پہنا ہوا مسجد کے حصار کی دیوار پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے:

”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.	أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ.	حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ.
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ.	حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ.
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ

(کچھ دیر کے بعد وہ شخص) پھر کھڑا ہوا اور کہا (نماز کیلئے تکبیر میں بھی ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کے اضافہ کے ساتھ) وہ الفاظ کہو (جو اذان میں کہے گئے ہیں، یہ کہہ کر تکبیر اس

طرح کہنے لگا: ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ. حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.“ (عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ) میں نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور اس کو بلال (رضی اللہ عنہ) کو سکھا دو، میں ایسا ہی کیا، (چونکہ یہ نئی چیز تھی اس لئے) لوگ (یہ سن کر دوڑتے ہوئے آئے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ (یہ کیا ہے) یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ اگر اس خواب کے بیان کرنے میں عبد اللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سبقت نہ کرتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتا کہ مجھے بھی ایسا ہی خواب دکھائی دیا جو عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دکھائی دیا۔

(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے اور ابن ماجہ ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی اور ابن خزمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ترمذی نے بخاری سے اس کو علل میں نقل کیا ہے۔)

اذان اور اقامت شروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر دوسری حدیث

3/972- ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ صحابہ میں سے جو ہمارے اساتذہ تھے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کی نماز ایک جا باجماعت ادا ہوا کرے، یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ چند لوگوں کو گھروں پر بھیج دوں کہ وہ نماز کیلئے بلا لیا کریں، اور میں نے یہ بھی ارادہ کیا کہ چند لوگوں کو حکم دو

س کہ وہ ٹیلوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نماز کے وقت جمع ہو جانے کی اطلاع دیں۔ راوی نے کہا کہ ایک انصاری حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسلمانوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کے بارے میں متفکر ہیں تو گھر لوٹا۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے ہے اور وہ مسجد کے اوپر کھڑا ہوا ہے اُس نے اذان دی اور تھوڑی دیر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا (اور تکبیر کیلئے) اذان کی طرح وہی الفاظ کہے مگر یہ کہ اس نے ”قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ“ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کا اضافہ کیا اور مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر تیسری حدیث

4/973- یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا کہ دو لکڑیاں تیار کروائیں ایک کو دوسرے پر ماریں تاکہ اس کی آواز سن کر لوگ نماز کیلئے جمع ہو سکیں، عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو دو لکڑیاں خواب میں دکھائی دیں انہوں نے دل میں کہا کہ یہ وہی دو لکڑیاں معلوم ہوتی ہیں جن کے بنوانے کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے خواب میں کہا گیا کہ کیوں آپ لوگ نماز کیلئے اذان نہیں دیتے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم فرمادیا۔ (اس کی روایت امام مالک نے مؤطاء میں کی ہے۔)

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چوتھی حدیث

5/974- ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک انصاری چچا سے روایت کی ہے کہ ان کے چچا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فکر کر رہے تھے کہ لوگوں کو نماز کیلئے کس طرح جمع کیا

جائے؟ آپ سے عرض کیا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا قائم کر دیں، جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو آگاہ کر دیں گے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ آیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ سے سینگھ بجا کر (نماز کیلئے) بلانے کا ذکر کیا گیا، آپ نے اس کو بھی پسند نہ کیا اور فرمایا کہ یہ یہود کا طریقہ ہے، راوی نے کہا کہ پھر آپ سے ناقوس کا ذکر کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نصاریٰ کا شعار ہے، اس کے بعد عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ گھر واپس ہو گئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر کی وجہ سے خود بھی متفکر تھے تو ان کو خواب میں اذان سکھائی گئی راوی کہتے ہیں صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ نیند اور کچھ بیداری میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان سکھائی راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی بیس روز پہلے اسی طرح خواب دیکھا تھا اور اسے چھپائے ہوئے تھے، پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے اپنے خواب کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھ سے پہلے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ذکر کر دیا تھا اس لئے مجھے شرم معلوم ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال! اٹھو اور عبداللہ بن زید تم کو جو سکھائیں اُس پر عمل کرو! تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔

ابو بشر راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوعمیر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ انصار کا یہ خیال تھا کہ اس روز عبداللہ بن زید بیمار نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بجائے بلال رضی اللہ عنہ کے) ان کو مؤذن مقرر فرماتے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر پانچویں حدیث

6/975- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ابن بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھا ان انصاری کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کھانا کھاتے تو ان کے ساتھ (شام کے کھانے پر) اور لوگ بھی جمع ہو جاتے تھے (اس روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھ کر وہ غمزہ ہوئے اور واپس چلے گئے اور کھانا چھوڑ دیا اور جو اجتماع ان کے پاس ہوتا تھا وہ بھی نہ ہوا اور وہ (اپنے محلہ کی) مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگ گئے ان کو اسی حالت میں اونگھ آگئی، خواب میں ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ کیا تم جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں غمگین ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے بارے میں غمگین ہوئے ہیں تو تم خدمت اقدس میں جاؤ اور عرض کر دو کہ بلال کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں اور اس شخص نے ان انصاری کو یہ اذان سکھادی:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ	أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ	حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ	حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

پھر ان کو اس شخص نے اذان کے یہی الفاظ تکبیر کیلئے بھی سکھائے اور آخر میں ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہا اور اذان و اقامت کے

الفاظ وہی تھے جواب لوگوں کی اذان و اقامت کے الفاظ ہوتے ہیں، وہ انصاری آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئے اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان انصاری نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیجئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یہی خواب دیکھ کر آئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان فرمایا، پھر ان انصاری نے اجازت طلب کی اور خدمت اقدس میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کا خواب مجھ کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے سنایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ اسی طرح اذان دیں۔

(اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور طبرانی نے بھی اوسط میں اپنی سند سے اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔)

7/976- اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کی روایت میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اقامت اس طرح ہے:

”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ.
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.	أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ.	حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ.
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ.	حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ.
قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ	قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“۔

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چھٹی حدیث

8/977- عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہم کو حدیث سنائی ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص دیوار پر کھڑا ہے اور دو سبز چادروں میں ہے اور اس شخص نے اذان کے الفاظ کو دو دو بار ادا کیا اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو مرتبہ کہا اور بیٹھ گیا، اس شخص کی اذان اور اقامت کو بلال رضی اللہ عنہ سن کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی اذان کے الفاظ کو دو دو بار ادا کیا اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو مرتبہ کہا اور بیٹھ گیا۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور ابوشیخ نے کی ہے۔)

9/978- اور بیہقی نے اپنی سنن میں دکیج رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور الامام میں کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور یہ حدیث محدثین کے مذہب کی بناء پر صحابہ کے عادل ہونے کی وجہ سے متصل السند ہے اور ان کے ناموں کا معلوم نہ ہونا مضرب نہیں ہے۔

ف: اس حدیث میں اذان اور اقامت کے بعد بیٹھنے کا جو ذکر ہے اس سے اس بات کا اشارہ مقصود ہے کہ اذان اور اقامت ختم ہوگئی، نیز اذان اور اقامت کے بعد بیٹھنے سے یہ وضاحت بھی مقصود ہے کہ اذان اور اقامت کھڑے ہو کر کہنا مستحب ہے چنانچہ ”تنویر الابصار“ میں لکھا ہے کہ بیٹھے ہوئے اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے۔ 12

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر ساتویں حدیث

10/979- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا کہ (لوگوں کو نماز کیلئے سینگ بجا کر جمع کیا جائے) اور ناقوس خریدنے کا بھی حکم دے دیا تھا عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں غمگین تھا کہ مجھے ایک خواب دکھائی دیا جس

میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز چادروں میں ہے اور ناقوس لیا ہوا ہے، میں نے اس شخص سے کہا اے بندہ خدا کیا ناقوس کو پیچو گے؟ اس شخص نے کہا کہ تم اس کو کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤں گا، اس شخص نے کہا کہ کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتلاؤں؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس شخص نے کہا کہ (نماز کیلئے) یہ کہہ کر بلایا کرو:

”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ	أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ	حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ	حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ
”	”

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک شخص کو خواب میں دو سبز کپڑے میں دیکھا اور پورا خواب سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہارے دوست نے ایک خواب دیکھا ہے (پھر ان سے یہ فرمایا کہ تم) بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو جاؤ اور ان کو اذان کے الفاظ سکھا دو، اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیں، اس لئے کہ بلال تم سے زیادہ بلند آواز والے ہیں، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو گیا اور میں ان کو اذان کے الفاظ سکھاتا گیا اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے گئے، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اذان کی آواز

سنائی دی تو مسجد کو تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جس طرح انہوں نے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے

11/980- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں آسمان کی سیر کرائی گئی تو اس وقت آپ پر اذان (کے الفاظ) کی وحی آئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج ہی سے اذان کے الفاظ لے کر اترے اور آپ کو اذان جبرئیل علیہ السلام نے سکھائی۔ (اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے۔)

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ طبرانی کی اس روایت میں جس معراج کا ذکر آیا ہے وہ مشہور معراج نہیں، یہ معراج جس میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے ہیں جسمانی نہیں بلکہ روحانی تھی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ایک ہی ہوئی ہے، البتہ روحانی معراج متعدد ہوئے ہیں، یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا، جو معراج کے حکم میں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی ایک روحانی معراج تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے الفاظ سکھائے گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے خواب میں اذان سکھائی گئی اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اذان کے بارے میں وحی کی گئی، اس سے مقصود یہ تھا کہ اذان کے بارے میں اس موافقت کی وجہ سے صحابہ کرام کو خوشی حاصل ہو اور یہ ان سے منقول ہو ورنہ درحقیقت اذان کا حکم ایک شرعی حکم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے سوا دوسروں کے خواب سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ 12

وحی سے اذان کی مشروعیت پر دوسری حدیث

12/981- عبید بن عمر لیشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواب بیان کرنے

آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ (میرے خواب دیکھنے سے پہلے) وحی آچکی ہے چنانچہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خواب سے پہلے اذان کے بارے میں وحی آچکی ہے۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے مراسیل میں کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں اس کی روایت کی ہے۔)

تکبیر اذان کی طرح ہونے کا ثبوت

13/982- اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تکبیر کہا کرتے تھے، اور اس کو کس طرح ختم کرتے تھے؟ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تکبیر کے الفاظ دو دو دفعہ اذان کی طرح کہا کرتا تھا اور تکبیر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر ختم کرتا تھا۔
(اس کی روایت ابوشیخ نے کی ہے۔)

اذان میں ترجیع نہ ہونے کا ثبوت

امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

14/983- طبرانی نے الاوسط میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے ایک ایک کلمہ کو "اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ" سے شروع فرما کر آخر تک سکھائے ہیں اور اس میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ف: ترجیع یہ ہے کہ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ." کو پست آواز سے ادا کرے پھر اس کے بعد یہی الفاظ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ." کو بلند آواز سے کہے ترجیع اسی کو کہتے ہیں اور یہ ترجیع احناف

کے پاس جائز نہیں ہے جس کی تائید ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے اور اسی طرح حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذان سے بھی ترجیح ثابت نہیں۔ (شرح وقایہ، عمدۃ الرعاۃ، ہدایہ اور مرقات۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کا ثبوت

15/984- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے عہد مبارک میں) اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو تھے۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

16/985- عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو ادا کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث

17/986- عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو ہوتے تھے۔
(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

18/987- اسود رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان کے الفاظ کو دو دو مرتبہ ادا کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو بھی دو دو دفعہ ادا کرتے تھے۔
(اس کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور دارقطنی نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

19/988- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ثوبان رضی اللہ عنہ اذان کے کلمے دو دو بار ادا کرتے تھے اور اقامت کے کلمے بھی دو دو دفعہ کہتے تھے۔
(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

20/989- عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اذان کے الفاظ کو دو دو دفعہ کہتے تھے اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو دفعہ ادا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر کے سترہ کلمات ہونے کا ثبوت

21/990- مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن محیریز رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے سترہ کلمے سکھائے ہیں۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر کے الفاظ ایک ایک کر دیئے جانے کی وجہ

22/991- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اقامت کے بارے میں کہا ہے کہ اقامت کے الفاظ کو جو ایک ایک دفعہ کہتے ہیں یہ ایسی چیز ہے جس کو امراء نے اپنی آسانی کیلئے جاری کر دیا ہے، (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف: امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں وضاحت کی ہے کہ ابوالفرح کا قول ہے کہ اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے لیکن جب بنو امیہ کی حکومت آئی تو ان لوگوں نے اقامت کے الفاظ کو ایک مرتبہ جاری کر دیا۔

23/992- چنانچہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ان بادشاہوں کی حکومت آنے تک اقامت بھی اذان کی طرح تھی لیکن جب یہ بادشاہ نماز کیلئے نکلتے تو نماز جلد شروع کرنے کی غرض سے اقامت کے الفاظ کو ایک ایک دفعہ کر دیا۔ (زیلعی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

فجر کی اذان میں ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کے اضافہ کا بیان

24/993- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صبح صادق کی اطلاع دینے کے واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سویا ہوا پائے، انہوں نے دو دفعہ ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ (نماز نیند سے بہتر ہے) پکارا، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) تمہارے یہ الفاظ بہت اچھے ہیں تم ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔

(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنے کا ثبوت

25/994- ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتا تھا اور فجر کی اذان میں ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کے بعد ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہا کرتا تھا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا سنت ہے

26/995- ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سنت ہے کہ مؤذن اذان فجر میں ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ (کے بعد) ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کہے۔ (اس کی روایت بیہقی اور ابن خزیمہ نے کی ہے۔)

تغویب، یعنی اذان اور اقامت کے درمیان نماز کیلئے بلانے کا ثبوت

27/996- ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز صبح کیلئے، نکلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی کے پاس سے گذرتے گئے تو اس کو ”الصَّلَاةُ“ کہہ کر آواز دیتے گئے یا قدم مبارک سے ہلا کر جگاتے گئے۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے تغویب کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ نقایہ میں لکھا ہے کہ تغویب یہ ہے کہ ہر شہر والوں کے عرف کے موافق جو بھی لفظ مقرر کیا جائے اس کے ذریعہ سے اذان اور اقامت کے درمیان نماز کا اعلان کیا جائے اس لئے تغویب ہر نماز میں ہمارے پاس مستحب ہے کیونکہ امور دینیہ کی ادائی میں لوگوں میں سستی پیدا ہو چکی ہے البتہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تغویب کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔ 12

اذان اور تکبیر کے احکام

28/997- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان دیا کرو تو اذان کے کلمات کو ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا کہا کرو اور جب اقامت کہا کرو تو اقامت کے الفاظ کو جلد جلد ادا کیا کرو اور اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ دیا کرو کہ کھانا کھانے والا کھانے سے اور پانی پینے والا پانی پینے سے فارغ ہو جائے اور جو قضاء حاجت کو گیا ہو اس سے فارغ ہو کر آ سکے اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو اس وقت تک نماز کیلئے کھڑے نہ ہو کرو۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

29/998- اور ابن ابی شیبہ نے حماد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کہے اور امام (تکبیر تحریمہ کے لئے) ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہے۔
ف: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو نماز

کیلئے کھڑے نہ ہوا کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے مؤذن کی اقامت شروع کر دینے کے بعد نکلتے تھے اور مؤذن جب ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ کہتا تو آپ مسجد کے محراب میں آ جاتے، اسی لئے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ امام اور مقتدی سب ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ کے وقت کھڑے ہو جائیں اور امام ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کے وقت نماز شروع کر دے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اقامت سے فراغت کے بعد نماز شروع کی جائے۔

”خلاصہ“ میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر ہے اس لئے ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ پر نماز شروع کی جائے۔

واضح ہو کہ نماز شروع کرنے کے بارے میں ہمارے ائمہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا تعلق استحباب سے ہے کہ ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کے وقت نماز شروع کرنا مستحب ہے یا اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز کا شروع کرنا مستحب ہے؟ ورنہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز کا شروع کرنا سب کے پاس بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ خزانہ میں مذکور ہے کہ اگر امام نے نماز شروع نہیں کی یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں خزانہ کی عبارت ختم ہوئی (اور جمہور کا اتفاق امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے کہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے، کیوں کہ اس صورت میں مؤذن کو بھی نماز امام کے ساتھ ابتداء ہی سے مل جاتی ہے اور اسی پر اہل حرمین کا عمل ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

البتہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ امام نماز شروع کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اور صفیں درست کر لی جائیں۔ (ماخوذ از: مرقاة و شرح نقایہ۔)

جو اذان دے اسی کا اقامت کہنا افضل ہے ضروری نہیں ہے

30/999- زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں فجر کی اذان کہوں میں نے اذان کہی بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدائی قبیلہ والے نے اذان

دی ہے اور جواذان دے وہی اقامت کہے۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جواذان دے وہی اقامت کہے، اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اذان دینے والے کی رضامندی سے دوسرا شخص اقامت کہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان دینے والے کے سوا اگر دوسرا اقامت کہے تو اس کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے لیکن اذان دینے والا حاضر نہ ہو تو متفقہ طور پر کسی امام کے پاس بھی دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ نہیں ہے، ہمارے پاس بھی افضل یہی ہے کہ اذان دینے والا ہی اقامت کہے، علاوہ ازیں اذان دینے والے کے سوا دوسرے کی اقامت جو ہمارے پاس جائز ہے، اس کی تائید میں ذیل کی حدیثیں ملاحظہ کیجئے۔ (ردالمحتار، شرح وقایہ۔)

ایک اذان دے تو اس کی رضامندی سے دوسرے کی تکبیر کہنے کا ثبوت

31/1000- محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی بجائے کئی چیزوں کے انتظام کا ارادہ فرمایا تھا مگر ابھی کوئی چیز طے نہیں پائی تھی، راوی نے کہا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان کے بارے میں خواب دکھائی دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بلال (رضی اللہ عنہ) کو اذان سکھاتے جاؤ تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھاتے گئے اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے گئے، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور میں ہی اذان دینا چاہتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اذان تو بلال رضی اللہ عنہ کو دینے دو) اور تم اقامت کہو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح

ہونے کی دلیل ہے اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور 'حازمی' نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔
ایک اذان دے تو اس کی رضا مندی سے دوسرا تکبیر کہے اس کے ثبوت پر

دوسری حدیث

32/1001 - عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، اور وہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اس کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)
اذان کے وقت کلمے کی انگلیاں کانوں میں رکھنا سنت ہے

33/1002 - عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد سعد بن عمار اپنے دادا سعد رضی اللہ عنہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیتے وقت اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں رکھا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کانوں میں انگلیوں کا رکھنا تمہاری بلند آوازی کا باعث ہوگا۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ دو انگلیوں سے مراد کلمہ کی دو انگلیاں ہیں جن کو اذان کے وقت کان میں رکھنے کا حکم ہے۔ 12

بلند مقام پر اذان دیا کرنے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی

اذان کہنے کا ثبوت

34/1003 - عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور وہ بنی النجار کی ایک خاتون سے

روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میرا گھر مسجد کے اطراف کے گھروں میں سب سے زیادہ بلند تھا بلال رضی اللہ عنہ اس گھر پر چڑھ کر فجر کی اذان دیا کرتے تھے اور وہ آخری شب میں آجاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کے طلوع ہونے کو دیکھتے رہتے اور جب صبح صادق کو دیکھتے تو انگڑائی لیتے پھر یہ دعائیں لگتے: ”اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ وَاسْتَغْنِیْکَ عَلٰی فُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ“۔
(اے اللہ میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور قریش کیلئے تیری مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں) وہ کہتی ہیں کہ پھر وہ اذان دیتے، وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ خدا کی قسم مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کسی ایک شب میں بھی یہ دعائیں پڑھی ہو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے، اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منارہ پر اذان دینے کا ثبوت ملتا ہے۔) (اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔)

اذان دینے اور امامت کرنے کے مستحق کون ہیں

35/1004- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اذان وہ لوگ دیا کریں جو تم میں نہایت نیک ہوں اور تمہاری امامت وہ کریں جو سب سے زیادہ علم والے ہیں۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

باوضوء اور کھڑے ہو کر اذان کہنا مستحب ہے

36/1005- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اذان کیلئے افضل اور سنت یہ ہے کہ باوضوء شخص ہی اذان دے اور یہ کہ اذان دینے والا کھڑا ہو کر ہی اذان کہے۔
(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

باوضوء اذان کہنا مستحب ہے

37/1006- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باوضوء شخص ہی اذان دیا کرے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)
 ف: ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باوضوء شخص کا اذان دینا مستحب ہے اور اذان کیلئے وضوء ضروری نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قرآن کو جو عظمت میں اذان سے زیادہ ہے بغیر ہاتھ لگائے ہوئے بغیر وضوء پڑھ سکتے ہیں تو اذان جو عظمت میں قرآن سے کم ہے بغیر وضوء اذان دینا کس طرح ناجائز ہوگا، اس لئے جن روایتوں سے باوضوء اذان دینا ثابت ہوتا ہے ان سے اذان باوضوء دینا مستحب قرار پائے گا، (اس کی تائید ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی آنے والی روایت سے ہوتی ہے)۔ (یہ تعلیق ”اعلاء السنن“ میں مذکور ہے۔)

بغیر وضوء اذان دینا جائز ہے

38/1007- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اگر مؤذن بلا وضوء اذان دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے، اور امام محمد نے کہا ہے کہ ہم ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو اختیار کرتے ہیں اور بلا وضوء اذان دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے البتہ ہم جنہی کے اذان دینے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

اذان اور اقامت کے کلمات کے آخر حرف کو ساکن پڑھنا

39/1008- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اذان جزم ہے اور تکبیر جزم ہے اور سلام جزم ہے اور قرآن جزم ہے (یعنی اذان کے جملہ کے آخر کو سکون سے پڑھے اور تکبیر میں بھی اسی طرح اور سلام میں بھی اسی طرح آخر کلمہ کو سکون سے پڑھے اور قرآن میں بھی جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں وقف کر کے پڑھے)۔

(اس کی روایت سعید بن منصور نے کی ہے۔)

اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے

40/1009- ابوالشعثاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم مسجد میں ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں مؤذن نے اذان دی ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ شخص مسجد سے باہر ہو گیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے (اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مسجد میں اذان سننے کے بعد بغیر نماز پڑھے مسجد سے جانا نہیں چاہئے، اور اس نے ایسا نہیں کیا ہے، اس لئے یہ نافرمانی ہے۔)

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور مسلم، نسائی اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانے کی وعید

41/1010- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کے اندر ہے اور اذان ہوئی پھر وہ شخص مسجد سے نکل گیا اور کسی ضروری کام کیلئے نہیں نکلا اور وہ دوبارہ مسجد میں واپس ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ منافق ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

(5/24) بَابُ فَضْلِ الْإِذَانِ

وَأَفْضَلِيَّةِ الْإِمَامَةِ وَاجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ

(یہ باب اذان کی فضیلت اور امام کے مؤذن پر افضل ہونے اور مؤذن کے کلمات کا

جواب دینے کے بیان میں)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ”وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا“۔
اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ حَمَّ السَّجْدَةِ، پ: 24، ع: 5، آیت نمبر: 33، میں) اور اس سے
بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

مؤذن کی ذمہ داریوں کا بیان

1/1011- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ مسلمانوں کے دو چیزوں کی ذمہ داری مؤذن کی گردن پر ہے: (1) ایک تو مسلمانوں کے
روزوں کی ذمہ داری اور (2) دوسرے مسلمانوں کے نمازوں کی ذمہ داری (اس لئے مؤذن کو چاہئے
کہ صحیح وقت اذان دے تاکہ نماز اور روزوں میں خلل نہ ہو)۔
(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اذان دینے والے کی فضیلت

2/1012- معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز گردن
(یعنی شاندار) ہوں گے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان کی فضیلت اور اس سے شیطان کا بھاگنا

3/1013- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اذان نہ سننے کی غرض سے گوز مارتے ہوئے یعنی ہوا چھوڑتے ہوئے پشت پھیر کر بھاگتا ہے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آتا ہے اور جب نماز کیلئے اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگتا ہے اور جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ کر نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، اور فلاں بات یاد کرو اور وہ وہ باتیں یاد دلاتا رہتا ہے جو اسے پہلے یاد نہ تھیں، بالآخر آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

اذان کی فضیلت اور اس سے شیطان کے بھاگنے پر دوسری حدیث

4/1014- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب شیطان نماز کی اذان سنتا ہے تو وہ بھاگتا ہوا روحا تک چلا جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ روحا مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان دینے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث

5/1015- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے خواہ جن ہو یا انسان یا کوئی اور چیز مؤذن کی اذان سنی ہو تو یہ سب قیامت کے دن مؤذن کیلئے گواہی دیں گے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

بلند آواز سے اذان دینے والے اور باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت

6/1016- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنی دور تک مؤذن کے اذان کی آواز پہنچتی ہے اتنی ہی اس کی بخشش ہوتی ہے (یعنی اگر گناہوں کا جسم فرض کیا جائے اور اتنے گناہ ہوں کہ جہاں تک آواز پہنچتی ہے اتنے حصے میں وہ بھر جاتے ہیں تو سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس لئے مؤذن کو چاہئے کہ بہ آواز بلند اپنی پوری قوت کے ساتھ اذان دیا کرے) اور مؤذن کے لئے ہر تر اور خشک شے گواہی دے گی اور نماز باجماعت ادا کرنے والے کیلئے پچیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور باجماعت نماز ادا کرنے والے کی دو باجماعت ادا کئے جانے والی نمازوں کے درمیانی اوقات کے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور نسائی نے ہر تر اور خشک کے ذکر تک روایت کرنے کے بعد ”وَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ صَلَّى“ (یعنی مؤذن کو سب نمازیوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا) کا اضافہ کیا ہے۔

اخلاص کے ساتھ بغیر دکھاوے کے اذان دینے والے کی فضیلت

7/1017- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سات برس تک بغیر دکھاوے کے اللہ کی رضا جوئی اور ثواب کیلئے اذان دیتا رہا تو اس کیلئے جہنم کی آگ سے برأت یعنی نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت کہنے والے کی فضیلت

8/1018- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بارہ برس تک اذان دیتا رہا تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے، اور اذان

دینے کی وجہ سے اس کیلئے روزانہ ہر اذان پر ساٹھ نیکیاں اور اقامت کہنے کی وجہ سے ہر اقامت پر تیس (30) نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے

9/1019- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر رہیں گے (1) ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کیا اور (2) دوسرا وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرتا رہا اور لوگ اس سے خوش رہے، اور (3) تیسرا وہ شخص جو دن رات پانچوں نمازوں کی اذان دیتا رہا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اذان کی فضیلت

10/1020- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کیا فضیلت ہے تو (ہر شخص اذان دینا چاہتا اس لئے) اذان دینے کیلئے تلواریں لے کر لڑ پڑتے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

دار الکفر میں اذان کی آواز سنائی دے تو حملہ کرنا جائز نہیں

11/1021- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جس کسی قوم پر حملہ کرتے تو) صبح صادق طلوع ہونے کے بعد حملہ کیا کرتے اور اذان کی طرف کان لگائے منتظر رہتے اگر وہاں سے اذان سنائی دیتی تو رک جاتے ورنہ (اس بستی پر) حملہ کر دیتے تھے، ایک بار کسی شخص کے یہ الفاظ سنے ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ“، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عَلَى الْفِطْرَةِ“ یہ اسلام پر ہے (کیوں کہ مسلمان ہی اذان کہتے ہیں) پھر اس شخص نے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہا (یعنی میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) کہا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ (توحید کے اقرار سے) تم جہنم کی آگ سے نکل گئے ہو، صحابہ نے دیکھا تو وہ شخص بکریاں چرانے والا تھا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

امام کے افضل ہونے کا بیان

12/1022- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا کہ ہم میں سے ایک امیر ہو اور آپ (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہو تو ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو (اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ) وہ کون شخص ہے (جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے) ان سے سبقت کرنے کو پسند کرتا ہے، سب نے بیک زبان کہا کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف (1): امام ابن الہمام رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اذان دینے سے امامت کرنا افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرنے پر مداومت فرمائی ہے اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی امامت کرنے کی ہمیشہ پابندی کی ہے۔

ف (2): واضح ہو کہ ہمارے پاس اذان دینے سے امامت کرنا افضل ہے، اس کے برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امامت سے اذان دینا افضل ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان کی فضیلت پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ”الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ. اَللّٰهُمَّ ارْشِدِ الْاِئِمَّةَ وَاعْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ“ امام ضامن ہے۔ (کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کی صحت نماز پر منحصر ہے) اور مؤذن امانت دار ہے۔ (کہ لوگ نمازوں کے پڑھنے اور روزوں کے افطار میں مؤذن پر اعتماد کرتے ہیں) اے اللہ اماموں کو علم و عمل کی ہدایت فرما اور مؤذنین کو بخش دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ امین کی حالت ضامن کی حالت

سے افضل ہوتی ہے، اس لئے امام پر مؤذن کو فضیلت حاصل ہے، لیکن اس حدیث کے بارے میں اشعۃ
اللمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام اور مؤذن میں کسی کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے حال کو بیان فرما کر ہر دو کیلئے دعائے خیر فرمائی ہے۔ (اشعۃ
اللمعات کی عبارت ختم ہوئی)

اگر اس حدیث سے کسی ایک کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے تو درحقیقت امام ہی کی فضیلت
معلوم ہوتی ہے کہ مؤذن تو صرف اوقات نماز پر امین ہے حالانکہ امام ارکان نماز کا ضامن ہوتا ہے، نیز
امام بوقت دعاء مقتدیوں اور پروردگار کے درمیان سفارت اور واسطہ کا کام دیتا ہے، یہ کہاں اور وہ
کہاں؟ امام افضل کیوں نہ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کا
جانشین ہے، اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام اور مؤذن میں افضل کون ہے؟ علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اماموں کیلئے راہِ حق پر قائم رہنے کی دعا فرمائی ہے اور مؤذنین کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی
ہے، واضح ہو کہ راہِ حق پر قائم رہنے کی دعا مغفرت کی دعا سے اعلیٰ و ارفع ہے کیوں کہ مغفرت کا تقاضہ یہ
ہے کہ کچھ گناہ سرزد ہوئے ہیں اور ان کی بخشش کی دعا کی جارہی ہے اس کے برخلاف راہِ حق پر قائم
رہنے کا تقاضہ مقصد کو پالینا ہے۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

امامت کے افضل ہونے کی تائید میں اور حدیثیں ہیں جو ذیل میں آرہی ہیں۔

امام کے افضل ہونے پر دوسری حدیث

13/1023- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تمام لوگوں میں افضل امام ہے اور امام کے بعد مؤذن ہے اور ان
دونوں کے بعد وہ شخص ہے جو امام کی سیدھی جانب ہو۔ (اس کی روایت دیلمی نے اپنی مسند میں کی ہے۔)

امامت کے مستحق کون ہیں؟

14/1024- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے

ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان دے پھر تم میں سے (جو علم میں یا عمر میں) سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے امامت کی اذان پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اذان دینے والے کیلئے کسی قسم کی شرط نہیں لگائی گئی اس کے برخلاف امام کیلئے بڑے ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اور یہ امامت کے افضل ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔ 12

امام کے افضل ہونے پر تیسری حدیث

15/1025- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحمت سب سے پہلے امام پر نازل ہوتی ہے، پھر اس شخص پر نازل ہوتی جو امام کے سیدھے جانب (قریب ہونے میں) اول ہے، پھر اس کے بعد جو اول ہے اسی لحاظ سے رحمت نازل ہوتی جاتی ہے۔ (اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

امام کے افضل ہونے پر چوتھی حدیث

16/1026- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کو امام بنایا کرو جو تم میں سب سے اچھے ہوں اس لئے کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندے ہوتے ہیں۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور بیہقی نے سنن میں اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت

17/1027- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بلال رضی اللہ عنہ اٹھ کر اذان دینے لگے، جب بلال رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (مؤذن کی طرح) یقین کے ساتھ اذان کے ہر کلمہ کا جواب دیتا جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر دوسری حدیث

18/1028- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک اذان دینے والے ہم پر فضیلت رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی جس طرح مؤذن کہتے ہیں کہا کرو اور جب تم اذان کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر تیسری حدیث

19/1029- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذان دینے والے اور اذان کا جواب دینے والے اپنی اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے کہ مؤذن اذان دے رہا ہوگا اور جواب دینے والا جواب دے رہا ہوگا۔

(اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

اذان سننے والا وہی الفاظ دہرائے جو مؤذن کہتا ہے، پھر درود پڑھے، پھر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کیلئے مقام وسیلہ کی دعاء کرے

20/1030- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی مؤذن کی طرح کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لئے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایک درود کے بدلے اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ ملنے کی دعاء کرو، کیوں کہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایک ہی کیلئے مخصوص ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا (جس کو مقام وسیلہ ملے گا) تو جو شخص میرے لئے مقام وسیلہ کے ملنے کی دعاء کرے گا اس کیلئے میری شفاعت لازم ہوگی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم بھی اسی طرح کہو جو مؤذن کہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اذان سننے والے پر واجب ہے کہ مؤذن جن الفاظ کو ادا کرے، جواب دینے والا بھی انہی الفاظ کو جواب میں ادا کرتا جائے لیکن امام حلوانی نے کہا ہے کہ مؤذن کا جواب دینا زبان سے مستحب ہے اور واجب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی مسجد کی طرف چلے تاکہ جماعت فوت نہ ہو۔ اگر اذان سن کر مسجد کو نہ جائے تو ترک واجب سے گنہگار ہوگا۔

(یہ درمختار میں مذکور ہے اور درمختار میں اس جگہ اور بھی تفصیل ہے۔) (جس کی تشریح ردالمحتار میں کی گئی ہے۔)

اذان میں ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کا جواب

21/1031- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مؤذن ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہے تو سننے والا (مؤذن کے جواب میں) ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہے، پھر مؤذن ”اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہے تو یہ شخص بھی (اس کے جواب میں) ”اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہے، پھر مؤذن ”اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کہے تو یہ بھی ”اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کہے، پھر مؤذن ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ کہے تو یہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہے، پھر مؤذن ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کہے تو یہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہے، پھر مؤذن ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہے تو یہ بھی ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہے، پھر مؤذن ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہے تو یہ شخص بھی ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہے اور سب کا جواب صدق دل سے دے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف(1): علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اذان کے تمام کلمات ایک ایک بار مذکور ہیں جو بغرض تعلیم اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں ورنہ جیسے اوپر گزر چکا ہے اذان کے یہ سب کلمات دو دو بار ہیں۔

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ ان ہر دو کلمات کے جواب میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہیں۔

عمدۃ المفتی میں لکھا ہے کہ ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ ان ہر دو کلمات کے جواب میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کے ساتھ ”مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ“ اضافہ کریں اور ”کافی“ میں ان دونوں چیزوں میں اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کے جواب میں صرف ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ پڑھیں یا صرف ”مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ“ پڑھیں، البتہ ”محیط“ میں تفصیل ہے کہ ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ سُن کر ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہے اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ پر ”مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ“ کہے (اسماعیل) لیکن قول مختار قول اول ہے کہ ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ ان کلمات میں سے ہر ایک کے جواب میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ اور ”مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ“ کو جمع کرے (نوح آفندی) یہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔ 12

اذان میں ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کے جواب پر

دوسری حدیث

22/1032- علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں معاویہ

رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ان کے مؤذن نے اذان دی، معاویہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے گئے جس طرح مؤذن نے کہا، یہاں تک کہ جب مؤذن نے ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ کہا تو انہوں نے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہا اور جب مؤذن نے ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کہا تو انہوں نے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ کہا اور اس کے بعد مؤذن نے جس طرح کہا اسی طرح کہہ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے جواب میں اسی طرح کہتے ہوئے سنا ہے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

اذان میں شہادتین کے جواب کا ایک اور طریقہ

23/1033- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنتے کہ وہ ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ کہہ رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ”وَأَنَا وَآنَا“ (یعنی جیسے تم گواہی دے رہے ہو، میں بھی ایسی ہی توحید اور رسالت دونوں کی گواہی دیتا ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”أَنَا“ کو کمرار شاد فرمایا ہے)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تکبیر اور ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کے جواب کا طریقہ

24/1034- ابوامامہ رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کیا جب بلال رضی اللہ عنہ ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وَأَقَامَهَا اللَّهُ وَآدَامَهَا“، یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو قائم رکھے اور اس کو ہمیشہ رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ الفاظ اقامت کا جواب اسی طرح ادا فرمایا؛ جس طرح عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہوئی حدیث (حدیث نمبر: 21/1031) میں اذان کا جواب دیا گیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے الفاظ

کو مؤذن نے جس طرح کہے آپ نے بھی اسی طرح ادا فرمائے البتہ ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کے جواب میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ فرمایا اور ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کے جواب میں ”أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا“ ارشاد فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر کے کلمات کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہئے جس طرح اذان کے کلمات کا جواب دیا جاتا ہے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان کے بعد کی دعاء

25/1035- سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مؤذن کی اذان سن کر ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا“ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یکتا ہے اور جس کا شریک کوئی نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے راضی ہوں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر راضی ہوں اور اپنا دین اسلام ہونے سے راضی ہوں۔ اذان سن کر اس طرح کہنے والے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت کے درمیان دعا کی قبولیت

26/1036- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعاء رد نہیں ہوتی۔ (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے)۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

قبولیت دعا کے اوقات

27/1037- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو وقت ایسے ہیں جن میں دعائیں رد نہیں ہوتیں، یا یہ فرمایا کہ بہت کم رد کی جاتی ہیں، ایک اذان کے وقت کی دعا دوسرے جہاد کے وقت کی دعا جب ایک دوسرے سے گٹھ جاتے ہیں، یا یہ فرمایا بارش میں بھیگتے وقت کی دعا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

28/1038- اور دارمی نے بھی اس کی روایت کی ہے لیکن دارمی نے بارش میں بھیگتے وقت کی دعا کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اذان کے بعد کی دوسری دعا

29/1039- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (پوری) اذان سنے اور اس کا جواب دینے کے بعد یہ دعا پڑھے:

”اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اَنْتَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الْوَسِيلَةِ وَالْفَضِيلَةِ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ“.

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار، سب بلاؤں سے نماز کا بلا وا کمل ہے اور اے موجودہ نماز کے مالک جس کی اذان دی جا رہی ہے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو مقام محمود عطا کر (جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے) تو اس دعا کے پڑھنے والے کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت ضرور ہوگی۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اذان مغرب کے وقت دعا کرنے کا حکم

30/1040- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہم

اذان مغرب کے وقت دعاء کیا کریں۔ (اس کی روایت بیہقی نے الدعوات الکبیر میں ہے۔)

اذان مغرب کے وقت دعاء کرنے کی دوسری حدیث

31/1041- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان مغرب کے وقت اس دعاء کی تعلیم دی ہے، ”اَللّٰهُمَّ هَذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَادْبَارُ نَهَارِكَ وَاصْوَاتُ دُعَاتِكَ؛ فَاعْفِرْ لِي“۔

اے اللہ! یہ وقت تیری رات کی آمد کا ہے اور تیرے دن کے رخصت کا اور تیری اذان دینے والوں کی اذان کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے الدعوات الکبیر میں بھی اس کی روایت کی ہے۔)

مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا مکروہ ہے

32/1042- ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن مغفل مزی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر دو اذان یعنی اذان اور اقامت کے درمیان (کم سے کم) دو رکعت ہیں، سوائے نماز مغرب کے یعنی نماز مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان کوئی نماز نہیں ہے۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند معتبر ہے۔)

33/1043- اور بزار نے بھی بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

34/1044- اور ایک روایت میں ”رَكْعَتَيْنِ مَا خَلَا“ کے بجائے ”صَلَاةٌ إِلَّا“ کے الفاظ ہیں۔

ف: اذان اور اقامت کے درمیان بجز نماز مغرب ہر نماز کیلئے سنتیں ہیں، اسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز کو مکروہ قرار دیا ہے۔
(یہ میرقات میں مذکور ہے۔)

اذان کہنے پر اجرت لینے کا بیان

35/1045- عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے امام ہو اور تم ان میں سب سے ضعیف کا لحاظ کیا کرو، اور ایک ایسے شخص کو مؤذن بنالو جو اذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

اذان کہنے پر اجرت لینا جائز ہونے کا بیان

36/1046- ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اذان سکھاتے گئے اور میں اذان دیتا گیا، پھر جب میں اذان دینے سے فارغ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔ (اس کی روایت ابن حبان نے کی ہے، اور باب کا عنوان اذان پر اجرت لینے کا جواز رکھا ہے۔ اور اس کی روایت نسائی نے بھی کی ہے۔)

ف: علماء نے اذان، اقامت اور امامت پر اجرت لینے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان، اقامت اور امامت پر اجرت لینا مکروہ قرار دیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے شاگردوں نے بھی ان پر اجرت لینا ممنوع قرار دیا ہے اور اس پر عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اذان دینے پر اجرت نہ لیتا ہو یہ متقدمین احناف کا قول ہے لیکن متاخرین احناف نے اجرت کے جائز ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور ابن حبان کی اس حدیث سے جو ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، استدلال کرتے ہیں۔ (اس مسئلہ کی تفصیل بذل المجہود میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔) 12

بغیر عوض ثواب کے لئے اذان دینے والے کی فضیلت

37/1047- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کا طالب مؤذن (جو اجرت نہ لیتا ہو) اس کی مثال ایسے شہید کی ہے جو اپنے خون میں لت پت ہو، اور جب وہ مرجائے گا تو قبر میں اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت

38/1048 - عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب اس بکریاں چرانے والے پر تعجب کرتا ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی کے کسی بلند حصہ پر نماز کیلئے اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اذان دیتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے اس بندہ کے گناہوں کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(اس کی روایت ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

جنگل میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت

39/1049 - سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی جنگل میں ہو اور نماز کا وقت آجائے تو وہ وضوء کر لے اور اگر پانی نہ ملا تو تیمم کر لے، اگر اس نے (صرف) اقامت کہی ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اس نے اذان و اقامت کہی ہے تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی فوج نماز پڑھتی ہے جس کے اول و آخر کے دونوں سرے دکھائی نہیں دے سکتے۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور یہ ایسی حدیث ہے جس کی سند کے راوی صحاح کے

راوی ہیں۔)

(6/25) بَابُ

ف: ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اذان کے متعلق جو کچھ گزرا ہے یہ باب ان چیزوں کا قلم ہے۔

صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت

1/1050- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جب تک فجر کی روشنی اس طرح ظاہر نہ ہو جائے اذان مت دیا کرو، اس طرح فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو آسمان کی طرف عرض میں پھیلا دیا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف نہیں قرار دیا اور بیہقی

نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔ الامام میں کہا ہے کہ اس سند کے راوی سب ثقہ ہیں۔)

2/1051- عبدالعزیز بن ابی رواد کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلال

رضی اللہ عنہ نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے اذان دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔

ف(1): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

جب تک صبح صادق نہ ہو فجر کی اذان نہ دیا کرو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینا

جائز نہیں ہے۔ 12

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد

فرمایا کہ جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو فجر کی اذان نہ دیا کرو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نماز کی

اذان اس کے وقت کے شروع ہونے سے پہلے نہ دی جائے اور اگر وقت سے پہلے اذان دی گئی ہے تو

وقت شروع ہونے پر اس کا اعادہ کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان جماعت کی اطلاع کیلئے دی جاتی

ہے اور وقت سے پہلے اذان دینے سے اذان کی جو غرض ہے کہ جماعت کے وقت سے مطلع کیا

جائے، وہ غرض حاصل نہیں ہوئی تو گویا وقت سے پہلے اذان دینا جماعت کے وقت سے بے خبر رکھنا ہوا، البتہ فجر کی اذان کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رات کے نصف آخر میں فجر کی اذان جائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، کیوں کہ اس پر اہل حرمین کا نسلاً بعد نسل عمل در آمد ہے لیکن یہ حدیث سب پر حجت ہے یہ ہدایہ سے ماخوذ ہے اور نہایت میں مذکور ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں ”لَا يَغُرُّكَ اِذَا نِ بِلَالٍ“ (یعنی تم کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان دھوکہ نہ دے) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ قبل از وقت اذان دیا کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی ہماری دلیل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کے اذان کا اعتبار نہیں کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ بلال رضی اللہ عنہ کے اذان کا ایسا اعتبار نہ کریں جیسا کہ وقت کے اندر کی اذان کا اعتبار کیا کرتے ہیں، جب ہی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تم کو دھوکہ نہ دے، بلال رضی اللہ عنہ اس لئے اذان دیتے ہیں کہ شب میں عبادت کرنے والا عبادت کو ختم کر دے، روزہ دار سحری کرے اور سونے والا نیند سے اٹھے اس لئے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان شروع کرنے تک کھاتے پیتے رہو، کیوں کہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور جب تک لوگوں سے یہ نہ سن لیتے تھے کہ صبح صادق ہو چکی ہے اس وقت تک اذان نہیں دیا کرتے تھے۔ 12

صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت پر دوسری حدیث

3/1052- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کس لئے تم نے صبح صادق سے پہلے اذان دی ہے؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نیند سے اٹھتا ہوا اٹھا اور گمان کیا کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے اس معذرت کا اعلان کر لیں کہ بندہ وقت معلوم کرنے سے بے خبر تھا اور نیند میں تھا۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے، اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔ 12

سفر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان

4/1053- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اور میرے ایک چچا زاد بھائی ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سفر کو نکلو تو اذان دیا کرو اور اقامت کہا کرو اور تم دونوں میں سے جو بڑا ہے وہ امامت کیا کرے۔
(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت قضاء نمازوں کیلئے بھی کہنی چاہئے

5/1054- برید بن ابی مریم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک رات ہم چلتے رہے جب صبح قریب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر اترے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی اور ہم سب لوگ بھی سو گئے (سب سے پہلے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت بیدار ہوئے کہ آفتاب نکل چکا تھا اور دھوپ ہم پر گر رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے فرض سے پہلے دو رکعت سنت ادا فرمائی پھر حکم دیا تو مؤذن نے اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرض پڑھائی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے قیامت تک جتنی چیزیں ہونے والی تھیں ہم کو سب بیان فرمائیں۔
(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور اسی طرح ابوداؤد، حاکم، بزار، طبرانی اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء نماز کیلئے بھی اذان اور اقامت دونوں کہی جائیں، یہی حنفی مذہب ہے، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ قضاء نماز کے ادا کرتے وقت اذان دے اور اقامت بھی کہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس کے موقع پر نماز فجر کی قضاء اذان و

اقامت کے ساتھ ادا فرمائی ہے اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے، اس لئے کہ امام موصوف قضاء

نمازوں کی ادائی میں صرف اقامت پر اکتفاء فرماتے ہیں۔ 12

مقتدی جماعت کیلئے کب کھڑے ہوں

6/1055- ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم اسی وقت اٹھو جب مجھے دیکھ لو کہ میں حجرے سے نکل گیا ہوں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: ذخیرہ میں ہے کہ اگر امام مسجد کے باہر ہو اور صفوں کے پیچھے سے مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو نمازی امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں اور در مختار کی عبارت یہ ہے کہ اگر امام سامنے سے مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو امام پر نگاہ پڑتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ 12

مقتدی کے جماعت میں آکر شریک ہونے کا طریقہ

7/1056- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو نماز کیلئے دوڑتے ہوئے مت آیا کرو، بلکہ معمولی رفتار سے اطمینان کے ساتھ آؤ اور جو کچھ نماز تم کو مل جائے اُسے جماعت سے پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے بعد میں اس کی قضاء کر لو۔

(اس کی روایت ابو داؤد اور طحاوی نے کی ہے۔)

8/1057- اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

9/1058- اور ابن حزم نے بھی سند صحیح سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

10/1059- اور بیہقی نے سند معتبر کے ساتھ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

11/1060- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں کوئی شخص نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو

وہ اس وقت نماز ہی میں ہوتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب تک تم صف میں نہ پہنچ جاؤ

اور صف میں نہ کھڑے ہو جاؤ تب تک ہرگز رکوع کرنے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت میں شریک ہونے کی عجلت مت کیا کرو۔

ف(1): اس حدیث میں مذکور ہے ”اِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَأْتُوْهَا تَسْعَوْنَ“ (جب نماز کی اقامت ہونے لگے تو تم نماز کیلئے دوڑتے ہوئے مت آیا کرو) واضح ہو کہ اقامت سن کر دوڑنے کی جو ممانعت یہاں وارد ہے وہ نہی تنزیہی ہے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو اس حدیث کے بعد آرہی ہے اس سے جماعت کیلئے بغیر مشقت کے تیزی سے آنا ثابت ہو رہا ہے۔ (التعلیق المجدد) 12

ف(2): اس حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ ”فَمَا اَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوْا“ (جو کچھ نماز تم کو مل جائے اُسے جماعت کے ساتھ پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے بعد میں اس کی قضاء کر لو۔)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی شخص کو امام کے ساتھ ابتداء نماز سے جماعت میں شرکت کا موقع نہ مل سکا اور جماعت میں وہ ایسے وقت شریک ہوا جب کہ نماز کا کچھ حصہ ہو چکا تھا، ایسے شخص کو مسبوق کہتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں دو طرح کے الفاظ وارد ہیں۔

(1) ”وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوْا“ (نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ نہ ملنے سے فوت ہو گیا ہے اس کی قضاء کر لو۔)

دوسرے ”وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُّوْا“ (نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ نہ ملنے سے فوت ہو گیا ہے اس کو تمام کر لو۔) ایک میں قضاء اور دوسرے میں اتمام کا لفظ مذکور ہے، اب اتمام اور قضاء کے معنی میں علماء کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ کیا ان دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہے یا دونوں کے معنی الگ الگ ہیں؟۔

اس اختلاف کی بناء پر مسبوق کے متعلق یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ مسبوق جب سے امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہے تو امام کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز مسبوق کی ابتداء ہوگی یا اُس کی آخری نماز ہوگی؟ اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ مسبوق جہاں سے نماز میں شریک ہوا ہے وہاں سے اس کی نماز شروع ہوئی ہے، اس لئے یہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہوگا، اور یہ شخص امام کے نماز سے فارغ

ہونے کے بعد اپنی بقیہ نماز کی تکمیل کرے گا اور نماز کا وہ حصہ جس کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کر رہا ہے، اس کی نماز کا آخری حصہ سمجھا جائے گا اور یہ بعد والی نماز جس کو یہ تنہا پڑھ رہا ہے امام کے ساتھ ادا شدہ نماز کا تہہ کہلائے گی، یہ امام شافعی امام اسحاق اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ سے بھی ایک روایت میں اسی طرح منقول ہے اور ان سب حضرات نے حدیث کے الفاظ ”وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُّوْا“ سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ اتمام کا تعلق ایسی شے سے ہوتا ہے جس کی ابتداء پہلے سے ہو اور اس کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اس قول کی بناء پر امام کے بعد مسبوق کی جو نماز ادا ہو رہی ہے وہ نماز کا آخری حصہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مسبوق جہاں سے جماعت میں شریک ہوا ہے وہ مسبوق کی نماز کا آخری حصہ ہے جیسے کہ خود امام کی نماز کا آخری حصہ ہے، اس لئے یہ شخص امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد قضاء نماز جو ادا کرے گا، وہ اس کی نماز کے فوت شدہ ابتدائی حصہ کی قضاء ہوگی اور نماز کا وہ حصہ جس کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کر رہا ہے اس کی نماز کا ابتدائی حصہ کہلائے گا جو قضاء ہو گیا تھا، اب وہ اس کو ادا کر رہا ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔ نیز حضرت سفیان، مجاہد اور ابن سیرین رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے، ابن بطلال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید حضرات ابن مسعود ابن عمر، ابراہیم نخعی، شعبی اور ابو قلابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے ہوتی ہے اور اس قول ثانی کے قائلین نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ”وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوْا“ سے استدلال کیا ہے اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے فاتمُّوْا سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مربوط ہوتی ہے اور اس سے جدا نہیں ہو سکتی، اس لئے امام کی نماز کا جو آخری حصہ ہے وہ مسبوق کی نماز کا بھی لازماً آخری حصہ متصور ہوگا ورنہ امام کی اقتداء کے منشاء کے خلاف ہوگا، اس بناء پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ”فَاتِمُّوْا“ کو بمعنی ”فَاقْضُوْا“ اس طرح محمول کیا جائے گا کہ جس نے نماز کے فوت شدہ حصہ کی قضاء کی تو اس نے اپنی نماز کو تمام کر لیا یعنی مکمل کر لیا اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے فوت شدہ حصہ کے باقی رہ جانے سے اس شخص کی نماز ناقص تھی اور اس شخص نے امام کے نماز ختم کرنے کے بعد نماز کے باقی حصہ کو ادا کر کے اپنی اس ناقص نماز کو تمام

کر لیا۔

(یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے)۔

اس کو مثال سے اس طرح سمجھئے: ایک شخص ظہر کی جماعت میں امام کے ساتھ ایسے وقت شریک ہوا جبکہ امام کی دو رکعتیں ہو چکی تھیں اور اس نے امام کے ساتھ آخری دو رکعتیں ادا کر لیں تو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے لحاظ سے امام کے ساتھ اس نے آخری جو دو رکعتیں ادا کی ہیں اس کی پہلی دو رکعتیں ہوں گی اور اب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو دو رکعتیں ادا کر رہا ہے اس کی آخری دو رکعتیں ہیں کہ وہ ان دو رکعتوں سے اپنی نماز کو تمام کر رہا ہے اس لئے وہ ان دونوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، ضم سورہ نہیں کرے گا، اس کے برخلاف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے لحاظ سے اس مسبوق نے امام کے ساتھ جو دو رکعتیں ادا کی ہیں وہ امام کی رکعتوں کی طرح اس کی بھی آخری دو رکعتیں ہیں اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ جو دو رکعتیں شدہ رکعتیں ادا کرے گا اس کی پہلی دو رکعتیں ہیں جو قضاء ہو گئی ہیں، جن کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کر رہا ہے اس وجہ سے وہ ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ بھی کرے گا اور جن حدیثوں میں ”فَأَقْضُوا“ کا ذکر ہے اس کی یہی تفصیل

ہے۔ 12

مقتدی کے جماعت میں آکر شریک ہونے کے طریقہ پر دوسری حدیث

12/1061- نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بقیع کو گئے ہوئے تھے

ان کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقامت کی آواز بقیع میں سنائی دی جس پر وہ وہاں سے تیزی سے آئے۔

(اس کی روایت امام محمد نے امام مالک سے کی ہے اور کہا ہے کہ شرکت نماز کیلئے تیز چل کر آنے

میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اپنے کو نہ تھکائے اور تکلیف نہ ہو۔)

(7/26) بَابُ الْمَسَاجِدِ وَ مَوَاضِعِ الصَّلَاةِ

(یہ باب مسجدوں اور نماز کی جگہوں کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: "أَنْ طَهَّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ"

۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ، پ: 1، ع: 15، آیت نمبر: 125، میں) ہمارے اس گھر (یعنی کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کیلئے خوب پاک و صاف رکھا کرو۔

وَقَوْلُهُ: "وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ" اور قول باری تعالیٰ ہے (سورہ

بقرہ، پ: 2، ع: 2، آیت نمبر: 150 میں) مسلمانو! تم جہاں کہیں ہوا کرو اپنا چہرہ (نماز میں مسجد حرام یعنی کعبہ کی طرف رکھا کرو۔)

وَقَوْلُهُ: "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَرَّكًَا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ" اور

قول باری تعالیٰ ہے (سورہ آل عمران، پ: 4، ع: 10، آیت نمبر: 96، میں) لوگوں کی (عبادت کیلئے) جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ یہی ہے جو شہر مکہ میں واقع ہے (جو) برکت والا اور دنیا بھر کے لوگوں کیلئے (موجب) ہدایت ہے۔

وَقَوْلُهُ: "فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ" اور قول باری تعالیٰ

ہے (سورہ نور، پ: 18، ع: 5، آیت نمبر: 36، میں) ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ (مراد ان گھروں سے مسجدیں ہیں اور ان کا ادب یہ ہے کہ ان میں جنبی اور حائضہ داخل نہ ہوں۔)

وَقَوْلُهُ: ”إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ“ اور قول باری تعالیٰ ہے (سورہ توبہ، پ: 10، ع: 3، آیت نمبر: 18، میں) ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

1/1062- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف فرما ہوئے، بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے، ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر نماز ادا کئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، جب دوسرا دن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر نماز پڑھے ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں دو رکعت نماز پڑھے ہیں۔
(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں دوسری حدیث

2/1063- عبدالرحمن بن زجاج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھا کہ اے ابا عثمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہو کر کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھے، شیبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سامنے کے دوستوں کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائے ہیں اور نماز کے بعد دونوں ستونوں سے اپنی پشت مبارک چمٹائے رہے۔
(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے،)
اور ابو یعلیٰ اور ابن عساکر نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں تیسری حدیث

3/1064- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور حضرت فضل اور اسامہ بن زید اور عثمان ابن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی (آپ کے ساتھ داخل ہوئے) (بخاری اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ فضل رضی اللہ عنہ کے بجائے بلال رضی اللہ عنہ ساتھ تھے) ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس سے میں ملا وہ بلال رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر کہاں نماز پڑھے ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ ان دوستوں کے درمیان نماز ادا فرمائے ہیں۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور طحاوی، بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔)

استقبال قبلہ کیلئے سمت کعبہ کی نیت کرنا کافی ہے مگر مکہ والے اور مدینہ والوں کیلئے

عین کعبہ کی نیت ضروری ہے

4/1065- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کا قبلہ جانب جنوب، مشرق اور مغرب کے درمیان ہے، اس لئے کہ مدینہ منورہ مشرق اور مغرب کے درمیان واقع ہے۔ واضح ہو کہ استقبال قبلہ میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ عین کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے اگر عین کعبہ کی جانب رخ کرنا کعبۃ اللہ کے نگاہ سے غائب ہونے کی وجہ سے دشوار ہے تو عین کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ عین کعبہ کی جانب رخ کریں اور اسی طرح مدینہ منورہ میں رہنے والوں کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ بھی عین کعبہ کی نیت کریں کیوں کہ مدینہ منورہ کا قبلہ بذریعہ وحی متعین ہوا ہے البتہ وہ لوگ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سوا دوسرے مقامات پر رہتے ہوں، ان کیلئے عین کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے سمت کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت کرنا کافی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس حدیث سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اس حدیث میں وارد ہے کہ ”مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے“ اور اسی سے سمت قبلہ کی نیت کے کافی ہونے کی دلیل حاصل ہوتی ہے۔ (نہایت، ہدایت، درمختار، مرقات۔) 12

کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی بناء کب ہوئی؟

5/1066- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے روئے زمین پر کونسی مسجد بنائی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الحرام یعنی کعبہ (سب سے پہلے روئے زمین پر عبادت گاہ بنایا گیا ہے) راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسی مسجد بنائی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس، میں نے پوچھا کہ ان دونوں مسجدوں کی تعمیر کے درمیان میں کتنے برس کا فاصلہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چالیس سال، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام روئے زمین تمہارے لئے مسجد ہے جہاں کہیں تم کو نماز کا وقت آجائے وہاں نماز پڑھ لو۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: لمعات میں کہا ہے کہ اس حدیث میں اشکال ہے وہ یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور بیت المقدس کے بانی سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان دونوں کی تعمیر میں ایک ہزار برس سے زیادہ مدت کا فرق ہے، اس اشکال کا عمدہ جواب ابن جوازی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے کہ

اس حدیث میں اشارہ ان دونوں مسجدوں کے ابتدائی تعمیر کی طرف ہے کیوں کہ جس طرح کعبہ کے بانی اول ابراہیم علیہ السلام نہیں ہیں اسی طرح بیت المقدس کے بانی اول سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔ اس بارے میں منقول ہے کہ کعبۃ اللہ کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور جب ان کی اولاد روئے زمین پر پھیلی تو ان کی اولاد ہی سے کسی نے اولاً بیت المقدس کی بناء رکھی اور ان دونوں مسجدوں کی اس ابتدائی تعمیر میں چالیس برس کا فرق ہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ بنایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کیا۔ 12

مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں نماز پڑھنے کا ثواب

6/1067- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ادا کرنا دوسرے مساجد کے مقابلہ میں مسجد حرام کے سوائے ایک ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مساجد کے ثواب کا بیان

7/1068- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نماز جس کو وہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے اس سے اس کو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے اور وہ نماز جس کو اپنے محلہ کی مسجد میں ادا کرتا ہے اس کی ایک نماز ثواب میں پچیس نمازوں کے برابر ہوتی ہے اور اس کی ایک نماز جس کو وہ جامع مسجد میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اُس کو (500) پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے اور اس کی وہ نماز جس کو وہ مسجد اقصیٰ میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے اور وہ نماز جس کو وہ میری مسجد میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے اور وہ نماز جس کو وہ مسجد حرام میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد نبویؐ کی ایک نماز ثواب میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور اس سے پہلے کی حدیث میں مروی ہے کہ مسجد نبویؐ کی ایک نماز ثواب میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے ان دو حدیثوں میں جو تفاوت پایا جاتا ہے اس کے بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ یہ تفاوت، تفاوت احوال کی بناء پر ہو سکتا ہے کیوں کہ نیکی تو ایک ہوتی ہے مگر حالات کے لحاظ سے کبھی اس کا ثواب دس گنا اور کبھی ستر گنا اور کبھی سات سو گنا ہوتا ہے تو تفاوت حالات کی وجہ سے مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک نماز کا ثواب کسی کو ایک ہزار اور کسی کو پچاس ہزار مل سکتا ہے۔ 12

مسجد نبویؐ کی فضیلت

8/1069- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میری اس مسجد میں صرف کسی نیک کام (مثلاً نماز، اعتکاف، زیارت، تلاوت اور ذکر کے) سیکھنے یا سکھانے کیلئے (یا ان پر عمل کرنے کیلئے آیا ہو) تو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جو شخص ان چیزوں کے سوا کسی اور چیز کیلئے آتا ہو تو وہ شخص اس آدمی کی طرح ہے جو دوسروں کے سامان کو صرف دیکھتا ہے (اور اس سے کچھ بھی نفع نہیں اٹھاتا)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نیک کام کیلئے نہیں آتا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دوسروں کے سامان کو دیکھتا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ شخص آخرت میں ان لوگوں کے اجر و ثواب کو دیکھے گا جنہوں نے مسجد نبویؐ میں خیر کے کام کئے تھے تو اس نے اس مسجد میں کار خیر نہ کر کے حصول اجر کا جو موقع ضائع کر دیا اس پر حسرت کرے گا اور رنجیدہ ہوگا کہ میں کیوں ایسی دولت سے محروم رہا۔ (اشعة اللمعات) 12۔

مسجد نبویؐ کے آداب

9/1070- سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں سو رہا

تھا کہ کسی نے مجھے کنکر مار کر جگایا میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے

مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس بلا لاؤ (کہ مسجد میں پکار کر باتیں کر رہے ہیں) میں نے ان دو آدمیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کس قبیلہ کے ہو یا کہاں کے ہو؟ دونوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو ضرور میں تم کو سزا دیتا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ سِوَا غُلَطْنِي هُوَ هِيَ هِيَ اس کا ازالہ

10/1071- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین ہی مساجد کی جانب فضیلت مسجد حاصل کرنے کی غرض سے سفر کیا جاسکتا ہے، مسجد الحرام (یعنی کعبۃ اللہ) اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) اور میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی ﷺ)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ مسجد الحرام کی ایک نماز فضیلت میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اسی طرح مسجد نبوی میں بھی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اس لئے جو شخص فضیلت اور ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ان تینوں مسجدوں کی طرف سفر کر سکتا ہے۔ اب رہی دوسری مسجدیں تو ان تینوں مسجدوں کے سوا دنیا بھر کی تمام مسجدیں فضیلت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، اس لئے ان تینوں مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف فضیلت حاصل کرنے کی نیت سے سفر کرنا ایک لغو فعل ہوگا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو اور صرف انہی تین مسجدوں کی طرف سفر کرو۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ ”لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ“ سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کرنا ناجائز و ممنوع ہے، حالانکہ اس حدیث کے ان الفاظ سے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کی ممانعت کسی طرح

ثابت نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا سفر کر کے فضیلت اور برکت حاصل کرنے کے قابل کوئی اور مسجد نہیں علاوہ ازیں ”لَا تُشَدُّ الرَّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ“ میں جو حصر موجود ہے وہ مساجد سے متعلق ہے نہ کہ مقابر سے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عین العلم میں اس حدیث کا ذکر کر کے صراحت فرمائی ہے: ”لَا يَمْنَعُ هَذَا زِيَارَةَ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ لِأَنَّ النَّهْيَ فِي حَقِّ الْمَسَاجِدِ دُونَ سَائِرِ الْمَشَاهِدِ“ (اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام کے قبور کی زیارت سے منع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حصر مسجدوں سے متعلق ہے نہ کہ زیارت گاہوں سے) تو اس حدیث میں جو حصر مساجد سے متعلق ہے اس حصر کو عام کر کے شد رحال سے متعلق سفر مراد لیا جائے تو پھر نہ صرف مقابر اور مشاہد بلکہ تجارت اور سوداگری اور اسی طرح ہر قسم کے سفر کی ممانعت ثابت کرنا پڑے گی اور اسی صورت میں حدیث ناقابل عمل قرار پائے گی۔ تو شد رحال سے جب عام سفر کی ممانعت ثابت نہیں کی جاسکتی تو پھر کس بناء پر اس حدیث سے مقابر انبیاء اور اولیا کی زیارت کیلئے سفر کو ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے ”كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ إِلَّا فَرُودُوهَا“ (میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو) حدیث کے الفاظ ”إِلَّا فَرُودُوهَا“ عام ہیں جس سے نہ صرف مقامی بلکہ دور دراز کے مقابر کی زیارت کا حکم حاصل ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ زیارت قبور کیلئے سفر مامور بہ ہے اور نہ ہی عنہ نہیں ہے، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قبر سیدنا موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ تریاق معجب الاجابة الدعاء (امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف اجابت دعاء کیلئے تریاق مجرب ہے۔)

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ”مَنْ يُسْتَمَدُّ فِي حَيَاتِهِ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهِ“ (جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی تھی اس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔) اس کے علاوہ اس حدیث میں ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کیلئے سفر اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ ان مساجد ثلاثہ کے سوا جتنی مسجدیں ہیں وہ ثواب اور فضیلت میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں تو ان تین مسجدوں کے سوا جس کسی مسجد کی طرف سفر ہوگا وہ فعل عبث ہوگا اس کے برخلاف مقابر اور مشاہد فضیلت اور برکت میں مساوی نہیں ہوتے بلکہ متفاوت ہوتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مناسک میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ میں کئی مشاہد ہیں جن

کی زیارت علماء نے مستحب قرار دی ہے مگر مولد سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا یعنی ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مسکن مبارک کے متعلق سب کا اتفاق ہے جس کو طبرانی نے نقل کیا ہے: ”هُوَ أَفْضَلُ مَوَاضِعَ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْمَسْجِدِ“ یعنی مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا مسجد حرام کے بعد مکہ معظمہ کے تمام مقامات متبرکہ میں افضل ترین مقام ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھر میں تشریف فرما رہے اور یہیں سے آپ نے ہجرت فرمائی تو جب ثابت ہوا کہ مقابر اور مشاہد برکت میں متفاوت ہیں تو جس علت سے مساجد ثلاثہ کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ علت مقابر اور مشاہد میں نہیں پائی جاتی تو ان مساجد کا حکم بھی ان مقابر اور مشاہد سے متعلق نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مشاہد اور مقابر فیض رسانی میں مساوی نہیں ہوتے ہیں اس لئے ایک کی زیارت کی وجہ سے دوسرے کی زیارت سے استغنا حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف مسجدیں کہ یہ ثواب میں یکساں ہوتے ہیں کہ جو ثواب ایک مسجد میں ہے وہی دوسری مسجد میں پایا جاتا ہے اس لئے اس حدیث میں ان مساجد ثلاثہ کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اس طرح ثابت ہو گیا کہ ”لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ“ سے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کو ممنوع قرار دینا غلط ہے اور بیجا استدلال ہے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات، فصل الخطاب - 12)

مسجد قباء کی فضیلت

11/1072- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن پیدل اور سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جایا کرتے تھے اور مسجد قباء میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

منبر شریف اور روضہ مبارک کے درمیانی زمین کی اور منبر شریف کی فضیلت

12/1073- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے ”مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي“ (میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے) اس بارے میں محققین کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ریاض الجنة یعنی مسجد نبوی کا وہ حصہ جو منبر شریف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرہ مبارک کے درمیان ہے یہ حصہ اور منبر شریف ہر دو اس عالم کے نہیں ہیں بلکہ جنت کے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جنت سے اس عالم میں منتقل کئے گئے ہیں جس طرح کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام کیلئے جنت سے اس عالم میں منتقل کیا گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ریاض الجنة یعنی مسجد نبوی میں منبر شریف اور حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی حصہ زمین اور منبر شریف دونوں اسی عالم کے ہیں جو بروز قیامت ہر دو بعینہ جنت میں منتقل کئے جائیں گے اور یہ دونوں زمین کے دیگر حصوں کی طرح فنا نہیں ہوں گے کہ ریاض الجنة یعنی منبر شریف اور حجرہ نبوی کا درمیانی حصہ تو جنت کی ایک کیاری بنایا جائے گا اور منبر شریف حوض کوثر پر ہوگا۔ جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمائیں گے۔ (مرقات، اشعة الممعات۔)

انبیاء اور صلحاء کے قبور کے قرب و جوار میں مسجد بنانے کا ثبوت اور عین قبر کو سجدہ گاہ

بنانے کی ممانعت پر ایک حدیث

13/1074- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے مرض الوفا کی حالت میں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب نہیں ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے: ”لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ

مَسَاجِدَ“ (اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔)

واضح ہو کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو دو طرح سے سجدہ گاہ بنا رکھا تھا ایک یہ کہ جس طرح بت پرست بتوں کی پوجا کرتے ہیں، یہود و نصاریٰ بھی انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے اور اس سجدہ سے انبیاء کی عبادت کا قصد کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرک جلی ہے دوسرے یہ کہ انبیاء کی قبروں کو قبلہ بناتے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے کہ نماز اور عبادت میں انبیاء کی قبروں کی جانب اس خیال سے متوجہ ہوتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضاء کا ذریعہ ہیں، حالانکہ یہ دوسرا طریقہ بھی شرک خفی ہے، کیوں کہ اس طریقہ سے بھی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا جا رہا ہے الغرض یہود و نصاریٰ کی عبادت کے یہ دونوں طریقے غیر مشروع ہیں، اسی وجہ سے اس حدیث میں یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں یہود و نصاریٰ کے فعل کی حکایت سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان بھی انبیاء اور اولیاء کی قبور کو سجدہ گاہ نہ بنائیں لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اس حدیث سے انبیاء اور اولیاء کے قرب و جوار میں مسجدیں بنانے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قبر کو مسجد یعنی سجدہ گاہ بنانے اور قبر کے پاس مسجد بنانے میں بڑا فرق ہے، قبروں کے پاس مسجد بنانے کا جواز اور استحسان تو قرآن شریف کی آیت ”لَتَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا“ سے ثابت ہے۔

چنانچہ تفسیر مہائمی میں سورہ کہف کی آیت ذیل کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

” (اِذْ يَتَنَزَّاعُونَ بَيْنَهُمْ اَمْرُهُمْ) فيقول المسلمون: انهم مسلمون بنى عليهم مَسْجِدًا، وقال الكفار: انهم اولاد الكفار ولم يثبت اسلامهم (فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا) صومعة او كَنِيسَةً لكن قطع الله ذلك النزاع ايضا بتغليب المؤمنين (رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ) فغلب بالحجة والقدرة من علم اطلاعه على حَقِيقَةِ اَمْرِهِمْ حَتَّى (قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى اَمْرِهِمْ) بالحجة وَالْقُدْرَةِ (لَتَتَّخِذَنَّ) على رَغَمِ المَشْرُوكِينَ (عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا) نصلی فیہ ، ونتبرک بہم“۔

(اس آیت کا معنی تفسیر ترجمہ یہ ہے) (اصحاب کہف کے بارے میں مسلمان اور کفار جھگڑنے لگے تو مسلمان کہتے تھے کہ اصحاب (کہف) مسلمان ہیں، ہم ان پر مسجد بنائیں گے کفار نے کہا کہ اصحاب کہف اولاد کفار ہیں ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے، اس لئے وہ آپس میں کہنے لگے کہ صومعہ یا کنیسہ بناؤ خدا نے مسلمانوں کو کفار پر غالب بنا کر اس نزاع کو قطع کر دیا کیوں کہ اصحاب کہف کفار کا رب ان

کو زیادہ جانتا ہے پس وہ ان پر حجت و قدرت کے ساتھ ان کو غالب کر دیا جو اصحاب کہف کی حقیقت حال پر خدا کے مطلع ہونے کا یقین رکھتے تھے تو حجت و قدرت کے ساتھ جو اپنے کام میں غالب تھے یعنی مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین کے خلاف میں ہم اصحاب کہف کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھیں گے اور اصحاب کہف سے برکت اور تبرک حاصل کریں گے۔

نہ صرف تفسیر مہائمی بلکہ تفسیر مدارک، روح البیان، تفسیر کبیر اور علامہ شہاب خفاجی کے حاشیہ تفسیر بیضاوی الغرض ان سارے مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انبیاء یا اولیاء کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر بلا قصد تعظیم و بلا توجہ بجانب قبر اس اہل قبر سے محض حصول امداد کی نیت سے نماز ادا کی جائے تاکہ ثواب عبادت و برکت قرب و جوار صلحاء و حصول امداد کامل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات اور فصل الخطاب۔) 12

انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر دوسری حدیث

14/1075- جناب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے خوب سن لو کہ جو لوگ تمہارے پہلے کی امت کے تھے وہ اپنے انبیاء اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے۔ خوب یاد رہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ مت بنایا کرو میں تم کو اس سے منع کر رہا ہوں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر تیسری حدیث

15/1076- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ اس کی پوجا کی جائے، اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے کہ جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔ (اس کی روایت امام مالک نے مرسل کی ہے۔)

مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت

16/1077- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام جگہوں میں سب سے محبوب ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے پاس مساجد ہیں اور سب جگہوں میں سب سے مبغوض ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے پاس بازار ہیں۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت پر دوسری حدیث

17/1078- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک یہودی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب جگہوں میں سب سے بہتر کونسی جگہ ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ جبریل علیہ السلام آنے تک میں خاموش رہوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ باخبر نہیں ہے لیکن میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے پوچھوں گا، پھر جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہوا تھا کہ ایسی قربت مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبریل (علیہ السلام) یہ قربت کیسی تھی؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام جگہوں میں بدترین جگہ بازار ہیں اور تمام جگہوں میں بہترین جگہ مساجد ہیں۔

(اس کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں کی ہے اور امام احمد، ابویعلیٰ، حاکم، طبرانی اور بزار نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

مساجد کی اور مساجد میں ذکر کرنے کی فضیلت

18/1079- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو میوے کھاؤ، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغات کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں ہیں، سوال کیا گیا کہ میوے کھانا کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ پڑھنا (یہی میوہ کھانا ہے۔) (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد میں ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ پڑھنا چاہئے، واضح ہو کہ ان کلمات کے پڑھنے کی جو ترغیب وارد ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ صرف انہی کلمات کا پڑھنا مختص ہے بلکہ ان کلمات کا ذکر تمثیلاً ہے اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ (مرقات) 12۔

مسجد بنانے کی فضیلت

19/1080- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو (شہرت) کی نیت نہ کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے واسطے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مسجد کے آداب

20/1081- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور مسجدوں کو پاک و صاف رکھا جائے

اور ان کو خوشبودار رکھا جائے۔ (اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ہر مقام پر مسجد بنانے کا حکم

21/1082- طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے نمائندوں کے طور پر حاضر ہوئے، ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر کے مسلمان ہوئے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ ہماری سرزمین میں ہمارا ایک گرجا ہے اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کے استعمال شدہ پانی کو طلب کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا: آپ نے وضو فرمایا اور کلی کی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو ہمارے ایک برتن میں ڈال دیا اور ہم کو حکم دیا کہ جاؤ اور جب تم اپنی سرزمین میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کو توڑ دو اور اس کی جگہ اس پانی کو چھڑک دو، اور وہاں مسجد بنا لو ہم نے عرض کیا کہ ہمارا وطن دور ہے اور اس وقت سخت گرمی ہے اور یہ پانی تو خشک ہو جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوسرا پانی اس میں ملا کر اس کو بڑھا لو، اس میں پانی ملا ناپاکی اور برکت ہی کو بڑھائے گا۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

مسجدوں کو بلند بنانے اور ان کو آراستہ رکھنے کا ثبوت

22/1083- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسجدوں کو بلند کرنے اور ان کو آراستہ کرنے اور اس میں نقش و نگار کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (انسانوں کے حالات کے پیش نظر یہ پیشن گوئی فرمائی) کہ تم یقیناً مسجدوں کو اس طرح آراستہ کرو گے کہ جس طرح یہود و

نصاری نے ان کو سونے کے نقوش سے آراستہ کر رکھا تھا۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے ”مَا أُورِثَ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ“ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے مسجدوں کو بلند کرنے، ان کو آراستہ کرنے، اور ان میں نقش و نگار کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے) اس حدیث کے پیش نظر ابن بطل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مسجدوں کی تعمیر کے وقت ان کی بلندی، آرائشی اور نقش و نگار میں اعتدال کا لحاظ رکھنا اور غلو سے پرہیز کرنا مسنون ہے؛ کیوں کہ ان چیزوں میں غلو کرنے سے فتنہ اور فخر و مباہات میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

واضح ہو کہ ابن بطل رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مسجدوں کی بلندی آرائشی اور سونے کے نقش و نگار میں غلو سے ممانعت ظاہر ہو رہی ہے نہ کہ نفس فعل سے، اس لئے مسجدوں کی بلندی، آرائشی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت فی نفسہ مباح ہے جس کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی زیادتی نہیں فرمائی، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود کثرت مال کے طول و عرض میں کسی قدر اضافہ فرمایا لیکن مسجد کی تجدید ان ہی اشیاء سے فرمائی جن اشیاء سے مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تیار کی گئی تھی، یعنی مسجد کی دیواریں پختہ اینٹ سے ستون کھجور کے تنوں سے اور چھت کھجور کی شاخوں سے اور بلندی وہی تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کافی اضافہ فرمایا اور دیواروں کو اینٹ کے بجائے منقوش پتھروں اور گچ سے اور ستونوں کو بھی کھجور کے تنوں کی بجائے منقش پتھر سے، اور چھت کو کھجور کی شاخوں کی بجائے ساگوانی لکڑی سے تعمیر فرمایا۔

الغرض ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی، زینت اور نقش و نگار کا لحاظ محض اس وجہ سے نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کو بعد کے آنے والے مسلمانوں کیلئے اس دنیا میں اعتدال، زہد اور کفایت شعاری کی تعلیم دینی مقصود تھی۔

علامہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک بن مروان پہلا شخص ہے جس نے

مسجدوں کو سونے کے نقش و نگار سے آراستہ کیا اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا آخری زمانہ تھا اور اس زمانہ کے علماء نے فتنہ کے اندیشہ سے ولید کے مسجدوں کو نقش و نگار میں غلو کرنے پر تنبیہ نہیں فرمائی۔

ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب اپنے گھروں کی تعمیر میں بلندی، آراستگی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت کا رواج شروع کیا تو مسجدوں کی تعمیر میں بھی ان چیزوں کا لحاظ مباح قرار دیا گیا تاکہ عوام کی نظروں میں مسجدیں حقیر نہ معلوم ہونے لگیں۔

امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے کہ مساجد کی تعظیم کے پیش نظر مسجدوں کی تعمیر میں ان کی بلندی، پختگی، آراستگی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت دی جاسکتی ہے بشرطیکہ بیت المال اور اموال وقف پر یہ صرفہ عائد نہ کیا جائے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الکافی شرح الوافی“ میں فرماتے ہیں ”وزینۃ مسجد شئ عظیم و فی ذالک ترغیب الناس فی الجماعۃ وتعظیم بیت اللہ“ (مسجد کی زینت بڑے عظمت کی چیز ہے کہ اس سے نہ صرف لوگوں میں جماعت کی ترغیب ہوتی ہے کہ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعظیم کا سبب ہے)۔

مسجد کی زینت کے جواز میں حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کئی وجوہ سے ہوتی ہے، اولاً خود اس حدیث کے الفاظ ”ما امرت“ سے مسجد کی زینت کی تائید ہوتی ہے اگر مسجدوں کی بلندی، پختگی، آراستگی وغیرہ کی صریحاً ممانعت مقصود ہوتی تو حدیث میں ”ما امرت“ (مجھے حکم نہیں دیا گیا) کی بجائے ”نہیئت“ (مجھے منع کیا گیا ہے) ارشاد ہوتا کیوں کہ عدم حکم سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا اور اس طرح خود حدیث سے بھی مسجد کی بلندی اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً مسجد کی پختگی، آراستگی، نقش و نگار پر سب سے قوی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جس کی تفصیل ابھی اوپر گزر چکی ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ“ الخ (تم میری اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم کر لو جو ہدایت یافتہ ہیں..... الخ)

ثالثاً یہ کہ مسجد کی بلندی، پختگی، آراستگی اور نقش و نگار پر عمل قرون اولیٰ سے جاری ہے جو دراصل پوری امت کا تعامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: ”مَا رَأَاهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ

عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ“ (جو عمل مسلمانوں کو محبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب ہے) تو اس حدیث ”مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ“ الخ کے پیش نظر اجماع امت سے مسجدوں کی بلندی، پختگی، آراستگی اور نقش و نگار کا جواز حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ نمود و نمائش سے دور رہ کر خالص رضاء الہی کے حصول کی غرض سے یہ کام کئے جائیں۔ 12

(یہ مضمون کچھ اضافہ کے ساتھ ”عمدة القاری“ سے لیا گیا ہے۔)

مساجد کی زیب و زینت کی نیت سے جائز ہے

23/1084- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لوگ (مسجدوں کو نقش و نگار سے آراستہ کریں گے اور مسجدوں میں ذکر اور تلاوت قرآن کی بجائے) مسجدوں کو جو آراستہ کیا ہے اس پر باہم فخر کریں گے۔

(اس کی روایت ابو داؤد، نسائی، دارمی اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

(توسمین کی عبارت عمدة القاری سے ماخوذ ہے۔ 12)

ف: علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الکافی شرح الوافی میں اس حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”مسجدوں کی بلندی“ آراستگی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت، ان کاموں کو اگر تعظیم مساجد کیلئے انجام دیا جائے تو محض ان چیزوں کے قیامت کی نشانی ہونے کی وجہ سے ان کی قباحت ثابت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ کسی چیز کے قیامت کی نشانی ہونے کی وجہ سے اس کو برا نہیں قرار دیا جاسکتا اگر ان چیزوں کو علامات قیامت ہونے کی وجہ سے برا سمجھا جائے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو بھی برا سمجھا جائے گا کہ حضرت کے نزول کو بھی علامات قیامت میں بتایا گیا ہے۔ 12

عورتوں کیلئے زیارت قبور کے جائز ہونے کا ثبوت عین قبروں کو سجدہ گاہ بنانے یا عین

قبروں پر چراغ روشن کرنے کی ممانعت

24/1085- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں کے اوپر چراغ لگانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

25/1086- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں

نے تم کو (خواہ مرد ہو یا عورتیں) زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، (کیوں کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔)

ف: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کو مستحق لعنت قرار دیا ہے (1) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتیں (2) قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے (3) قبروں کے اوپر چراغ لگانے والے۔

(1) واضح ہو کہ اس حدیث میں عورتوں کیلئے زیارت قبور سے جو ممانعت ثابت ہو رہی ہے وہ مسلم کی اس حدیث سے منسوخ ہے: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُزُّوْهَا، لِأَنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ“ میں نے تم کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب میں تم کو (مرد ہوں کہ عورتیں) اجازت دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس لئے کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کیلئے زیارت کے جواز میں حدیث: ”لَعَنَ اللَّهُ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ“ کی روایت کے بعد فرماتے ہیں: ”قد رأى بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبي صلى الله عليه وسلم فى زيارة القبور، فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء“۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے مرد و عورت ہر دو کو منع فرما دیا تھا، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دے دی تو یہ اجازت مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی حاصل ہو گئی ہے) کیوں کہ شریعت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اوامر و نواہی بالعموم

مردوں کو دیئے جاتے ہیں اور چونکہ عورتیں مردوں کے تابع ہوتی ہیں اس حیثیت سے سارے احکام عورتوں سے بھی متعلق ہو جاتے ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ”واحتج من أباح زيارة القبور للنساء بحديث عائشة رضي الله عنها رواه في التمهيد من رواية بسطام بن مسلم عن أبي التياح عن عبد الله بن أبي مليكة أن عائشة رضي الله عنها أقبلت ذات يوم من المقابر فقلّت لها: يا أم المؤمنين! من أين أقبلت؟ قالت: من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر رضي الله تعالى عنهم، فقلّت لها: أليس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن زيارة القبور؟ قالت: نعم؛ كان ينهى عن زيارتها ثم أمر بزيارتها“.

(جن حضرات نے عورتوں کیلئے زیارت قبور کے جواز کو ثابت کیا ہے وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو تمہید میں مروی ہے۔ بسطام بن مسلم رضی اللہ عنہ ابوالتياح رضی اللہ عنہ کے واسطے سے عبد اللہ بن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے تشریف لارہی تھیں، ابن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آپ کہاں سے تشریف لارہی ہیں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتیں ہیں کہ میں اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کر کے آرہی ہوں، میں نے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت قبور سے منع نہیں فرماتے تھے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا جواب دیں، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء اسلام میں) قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا پھر بعد میں آپ نے (مرد اور عورتوں) دونوں کو اجازت دے دی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت کے اسباب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: ”النهي عن زيارة القبور انما كان في اول الاسلام عند قربهم بعبادة الاوثان واتخاذ القبور مساجد، فلما استحکم الاسلام، وقوى في قلوب الناس، وأمنت عبادة القبور والصلوة اليها نسخ النهي عن زيارتها؛ لانها تذكر الآخرة وتزهد في الدنيا“.

(علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت محض اس لئے

تھی کہ عربوں کو بتوں کی پوجا اور قبروں کی پرستش کو (ترک کئے ہوئے) بہت تھوڑا زمانہ گذرا تھا لیکن جب دین کا استحکام ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت قوی ہو گئی اور قبروں کی پرستش اور قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا اندیشہ دور ہو گیا تو قبروں کی زیارت سے ممانعت منسوخ کر دی گئی اس لئے کہ زیارت قبور آخرت کی یاد اور دنیا سے بے رغبتی کا سبب ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں فرماتے ہیں کہ زیارت قبور مستحب ہے کیوں کہ اس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے، موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور فناء دنیا کا خاکہ سامنے آ جاتا ہے، میت کیلئے دعاء اور استغفار کا موقع حاصل ہوتا ہے جمیع مشائخ صوفیہ کرام اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل کشف اور کاملین کے نزدیک یہ ایک محقق بات ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بے شمار حضرات کو ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ”باب الامر بالاستغفار للمؤمنین“ میں ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں کہ: ”فَأَمَرَنِي أَنْ اتَّبِعَ الْبَقِيعَ فَاسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: قُولِي ”السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، فَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ وَالْمُسْتَأَخِرِينَ، وَأَنَا أَنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حَقُونَ“.

(ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں بقیع (یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان کو) جاؤں اور اہل بقیع کیلئے دعاء کروں میں دریافت کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کس طرح دعاء کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم یہ کہو سلام ہو تم پر اے مسلمانوں کے قبور والوں اور نزول رحمت ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پیش روں پر اور ہمارے پس ماندوں پر اور بلاشبہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بقیع کی زیارت کا حکم دیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں دعاء اور استغفار کیلئے قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں۔

در مختار اور رد المحتار ہر دو کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ حدیث ”كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ“ کے پیش نظر

عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اہل بلکہ عورتوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کریں اس کو بحر میں مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھنے کے بعد واضح کیا ہے کہ یہ حدیث ”کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ“ الخ کے حکم صریح کی بناء پر ہے۔ علاوہ ازیں امداد میں بھی یہی مذکور ہے، علامہ شامی، رد المحتار میں مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اولیاء کرام کی قبروں کے پاس بعض غیر مشروع امور ہوا کرتے ہیں، مثلاً مرد اور عورتوں کا ہجوم کی وجہ سے خلط ملط ہو جانا وغیرہ تو ایسے نامشروع امور کی وجہ سے زیارت قبور ترک نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ زیارت قبور جیسے نیک کام کو بعض غیر مشروع امور کی وجہ سے چھوڑ دینا نامناسب ہے بلکہ انسان کو چاہئے کہ قبروں کی زیارت کرے اور بدعات پر تنبیہ کرے اور اگر قدرت ہو تو ان غیر مشروع امور کو زائل کر دے۔

(2) دوسرے اس حدیث میں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق لعنت قرار دیا ہے، ”وہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے ہیں“۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں جو وعید مذکور ہے وہ اس صورت میں صادق آئے گی جب کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قبر کو بت بنا کر سجدہ کیا جائے یا قبروں کو حصول رضائے الہی کا ذریعہ سمجھ کر نماز میں قبروں کی طرف رخ کیا جائے، اس کے برخلاف کسی ولی کے مزار کے قریب مسجد بنائی جائے اور اس میں بغرض تبرک نماز پڑھی جائے تو یہ عمل اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ”لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقُبُور الانبياء تعظيماً لشأنهم ويجعلونها قبلة يتوجهون في الصلوة نحوها، واتخذوها اوثاناً، لعنهم النبي صلى الله عليه وسلم و منع المسلمين عن مثل ذلك فأمّا من اتخذ مسجداً في جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا للتعظيم له ولا للتوجه اليه فلا يدخل في الوعيد المذكور“۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے خیال سے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ کرنے لگے اور قبروں کو قبلہ بنا کر نماز میں قبروں کی طرف رخ کرنے لگے اور قبروں کو بت بنا کر پوجنا شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو بھی ان افعال سے منع فرمایا لیکن جو اصحاب کسی ولی صالح کے قرب و جوار میں مسجد بنائیں اور ان صاحب قبر سے تقرب کا

قصہ کریں، بشرطیکہ نفسِ قبر کی تعظیم مقصود نہ ہو اور قبر کی طرف نماز میں رخ نہ کیا جائے تو ایسے حضرات اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔)

مرقات اور مجمع البحار میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا شرح کے بعد مزید یہ اضافہ ہے: ”الا ترى ان مرقدا اسماعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحرى المصلی لصلاته“۔

(کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار اقدس مسجد حرام میں حطیم کے اندر واقع ہے اور اس جگہ کو مسجد حرام کے ان سارے مقامات میں فضیلت حاصل ہے جہاں نمازی کو نماز پڑھنا چاہئے۔)

اولیاء اللہ کے مزارات کے قرب و جوار میں مسجدیں بنانے کے جواز پر تفصیلی بحث 11 گیارہ حدیث پہلے (انبیاء اور علماء کے قبور کے قرب و جوار میں مسجد بنانے کے ثبوت کی حدیث نمبر) 13/1074 کے فائدے میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جائے۔ 12

(3) تیسرے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق لعنت قرار دیا ہے وہ قبروں کے اوپر چراغ جلانے والے ہیں۔

واضح ہو کہ حدیث میں قبروں کے اوپر چراغ جلانے والوں کی وعید میں جو الفاظ مذکور ہیں وہ یہ ہیں ”المتخذین علیہا السُّرُج“ جن کے حقیقی معنی یہ ہیں قبروں کے اوپر چراغ جلانے والے مستحق لعنت ہیں، نہ یہ کہ قبروں کے پاس چراغ جلانے والے حرف ”علی“ کو جس کے معنی (اوپر) کے ہیں ”عند“ یعنی (نزدیک) کے معنوں میں استعمال کرنا مجاز سے اور کسی لفظ کے معنی مجازی اسی وقت مراد لئے جاسکتے ہیں جبکہ اس لفظ کے حقیقی معنی نہ بن سکتے ہوں، چونکہ یہاں حقیقی معنی بن سکتے ہیں اس لئے ”المتخذین علیہا السُّرُج“ کی وعید میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین داخل ہوں گے جو قبروں کے اوپر چراغ جلایا کرتے ہیں اور چونکہ مسلمانوں کو ان گمراہوں کی مشابہت اور اس عمل سے باز رکھنا مقصود تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں مسلمانوں کو یہ تاکید ہے کہ ان اعمال سے باز رہیں اور ان کی مشابہت نہ کریں۔

”المتخذین علیہا السُّرُج“ کے جو معنی اختیار کئے گئے ہیں ان کی تائید علامہ سید عبدالغنی

نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف انیف حدیقہ ندیہ، شرح طریقہ محمدیہ سے ہوتی ہے کیوں کہ علامہ موصوف اس حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں فرماتے ہیں ”والسرج“ ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثاً من غیر فائده“ یعنی قبروں پر چراغ جلانے کی وعید ان لوگوں پر صادق آئے گی۔ (جو قبروں کے اوپر بلا ضرورت بے فائدہ چراغ روشن کرتے ہوں۔)

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حدیث شریف کے الفاظ ”المتخذین علیہا السرج“ کے حقیقی معنی بن سکتے ہیں تو وعید میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو قبروں کے اوپر چراغ روشن کرتے ہوں اور وہ حضرات جو قبروں کے پاس چراغ روشن کرتے ہوں اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔

واضح ہو کہ قبروں کے پاس چراغ لگانے کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں: (1) ایک ضرورتاً اور (2) دوسرے بلا ضرورت۔ قبروں کے پاس بلا ضرورت چراغ روشن کرنا اسراف ہے اور اسراف بے شک ممنوع ہے، نیز چراغ کے روشن کرنے سے قبر کی تعظیم یا قبر کی زینت مقصود ہے تو ان صورتوں میں بھی قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا ممنوع ہوگا کیوں کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، البتہ صاحب قبر اور اولیاء کرام کی تعظیم مقصود ہو تو اس نیت سے قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا اسراف نہ ہوگا بلکہ یہ شرعاً محبوب اور مطلوب ہے۔

ان قبروں کے پاس ضرورتاً چراغ روشن کرنے کے جواز میں آیت ”ولقد زینا السماء الدنیا“ کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر روح البیان اس طرح ناطق ہے:

”وکذا یقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء، فالمقصد منها مقصد حسن . و نذر الزيت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیماً لهم، و محبة فیہم جائز ایضاً، لاینبغی النهی عنہ“.

تفسیر روح البیان میں ہے کہ (اولیاء اور صلحاء کے مزارات کے پاس قنادیل اور فانوس روشن کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی تعظیم اور بزرگی کا سبب ہے، اس لئے یہ عمدہ مقصد ہے، اسی طرح روغن زیتون اور موم بتی مزارات کے قریب جلانا اس سے بھی اولیاء اللہ کی تعظیم اور محبت ظاہر ہوتی ہے اس لئے ان چیزوں سے منع کرنا مناسب نہیں۔)

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ فعل مباح پر بھی حسن نیت سے ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ ”فتح الباری

شرح صحیح بخاری“ میں مذکور ہے: ”ان المباح قد يرتفع بالنية الى درجة ما يثاب عليه“ کسی امر مباح کو اچھی نیت سے انجام دیا جائے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔
اس طرح ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم کی غرض سے ان کی قبروں کے پاس چراغوں کو روشن کرنا حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ ”حدیقہ ندیہ“ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اخراج الشموع الى القبور بدعة واتلاف المال ، كذا في البرازية، هذا كله اذا خلا عن فائدة. وأما اذا كان موضع القبور مسجدا على الطريق ، او كان هناك احد جالسا ، او كان قبر ولي من الاولياء ، او عالم من المحققين تعظيماً لروحه المشرقة على تراب جسده كاشراق الشمس على الارض اعلاماً للناس انه ولي ليتبركوا به، ويدعوا الله عنده فيستجاب لهم ، فهو امر جائز لا منع فيه. وانما الاعمال بالنيات“ 12.

برازیہ میں مذکور ہے کہ قبروں کی طرف موم بیویوں کا لے جانا بدعت ہے اور مال کا ضائع کرنا ہے جبکہ چراغوں کا روشن کرنا کسی فائدے سے خالی ہو اور اگر وہاں قبرستان میں مسجد ہو یا قبرستان سرراہ واقع ہو اور قبر کے پاس کوئی شخص بیٹھا ہو، یا کسی ولی یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا مزار ہے تو ان صورتوں میں چراغوں کا روشن کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ یہ ان کی روح مبارک کی تعظیم کا سبب ہے جو اپنے بدن کی خاک پر اس طرح تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اور وہاں چراغ کے روشن کرنے سے لوگ واقف ہو سکیں گے کہ یہ کسی ولی کا مزار ہے جن سے وہ برکت حاصل کریں گے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے کہ ان کی دعا قبول ہو جائے تو یہ ایسا امر جائز ہے جس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

مجمع البحار میں ”والمتخذين عليها السرج“ کی شرح کرتے ہوئے یہ لکھا ہے جس کا ذکر نسائی کے حاشیہ پر بھی ہے: ”وان كان ثم مسجدا وغيره ينتفع فيه للتلاوة والذكر فلا باس بالسراج فيه“ (اگر قبر کے پاس مسجد ہو اور کوئی ایسی جگہ ہو جہاں قرآن کی تلاوت اور ذکر کیا جاتا ہے تو اس جگہ چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح سفر السعادة“ میں ارشاد فرمایا ہے

”انداختن غلاف بر قبر شریف و افروختن چراغ ہا وغیرہا تکلفات کہ بر مزار ہائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات اند“ (قبر شریف پر غلاف ڈالنا اور اولیاء اللہ کے مزارات کے پاس چراغوں کا روشن کرنا اور ایسے ہی تکلفات کا استعمال مستحسن ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ“ (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی)

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے: ”مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْوَرِهِمْ شَيْءٌ“۔

(جو کوئی اسلام میں کسی اچھے طریقے کو جاری کرے کہ اس کے بعد اس طریقہ پر عمل ہو رہا ہو تو اس شخص کو بعد کے عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی) ان دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علماء صلحاء کا فعل دلیل ہے اور ہر بدعت گمراہی نہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کو قائم فرما کر ارشاد فرمایا ”نَعَمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ (تراویح باجماعت کیا اچھی بدعت ہے) اس لئے ہر بدعت کو گمراہی سمجھنا نادانی کی بات ہے۔

امام اجل علامہ سید ابوالحسن علی نور الدین بن عبداللہ المدنی قدس سرہ اپنی کتاب، خلاصۃ الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ، میں فرماتے ہیں روضۃ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کا سامان سونے اور چاندی اور اس کے مثل اور قیمتی چیزوں کی قندیلیں جو روضہ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اس کی ابتداء کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بنار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الدرۃ الثمینیۃ فی اخبار المدینۃ“ میں فرمایا ہے کہ سقف مسجد کریم کے اتنے حصہ میں جو دیوار قبلہ سے حجرہ مقدسہ تک ہے چالیس سے زیادہ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی اور دو بلور کی اور چھوٹی بڑی نقروی قندیلیں منقش اور سادہ ہیں جن کو سلاطین اور امراء اپنی حکومت کی طرف سے حاضر کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روشنی خاص روضہ انور علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہوتی تھی اور صد ہا سال سے اس کا رواج تھا یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرہ

مقدمہ میں حضرت صدیق اکبر، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی آرام فرما ہیں اور روضہ کے گرد صد ہا سال سے روشنی کی جاتی ہے، جس سے تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور صحابہ کرام کے زمانہ سے آج تک یہاں چراغوں کے روشن کرنے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

امام اجل تقی الملتہ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی (سبکی) رحمہ اللہ (متوفی: 756ھ) نے اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی ہے، جس کا نام ”تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ“ ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ مزار مبارک کے آس پاس روشنی کرنی جائز ہے اور اس پر رحمت الہی کا سکینہ اترتا ہے۔

بعض حضرات قبور کے پاس چراغ روشن کرنے کو اس لئے ناجائز قرار دیتے ہیں کہ قبروں کے پاس آگ کا لے جانا آثارِ جہنم سے ہے حالانکہ اگر رات کے وقت تدفین عمل میں آرہی ہے تو قبر کے پاس چراغ لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ضرورتاً قبر کے پاس چراغ لے جانے کے جواز میں کئی روایتیں نقل فرمائی ہیں بطور نمونہ ایک حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے:

”رَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ ؛ رَأَى نَاسًا نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ فَاتَوَّهَ ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ إِذَا هُوَ يَقُولُ ” نَاوِلُونِي صَاحِبَكُمْ “ فَإِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالذِّكْرِ “ . وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ ، وَقَالَ النُّوَوِيُّ وَسَنَدُهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ “ .

(ابوداؤد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ چند لوگوں کو قبرستان میں آگ نظر آئی تو وہاں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنے دوست کو مجھے دیدو (کہ میں اس کو قبر میں اتار دوں) اور وہ وہی صحابی تھے جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں ضرورتاً چراغ لے جاسکتے ہیں، اس لئے وہ حضرات جو قبروں کے پاس مطلقاً چراغ لے جانے کو آثارِ جہنم بتا کر ناجائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال بیجا ہے۔

علاوہ ازیں اگر آگ کو آثارِ جہنم کی وجہ سے مردہ اور قبر کے پاس لے جانا حرام قرار دیا جاتا تو میت کو گرم پانی سے غسل کا حکم نہیں دیا جاتا کیوں کہ گرم پانی بھی آثارِ جہنم سے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ”يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ“ (سورہ حج، پ: 17، ع: 2، آیت نمبر: 19) (دوزخیوں کے سروں پر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔)

حالانکہ مردہ کو گرم پانی سے غسل دینا شرعاً مطلوب ہے، چنانچہ درمختار میں مذکور ہے: ”يُصَبُّ عَلَيْهِ مَاءٌ مُغْلَى بِسَدْرٍ اِنْ تَيَسَّرَ وَاِلَّا فَمَاءٌ خَالِصٌ“ (غسل میت کیلئے اگر بیری کے پتوں کا گرم شدہ پانی مل جائے تو بہتر ہے ورنہ خالص گرم پانی کافی ہے)۔

پس ثابت ہوا کہ گرم پانی کے آثارِ جہنم ہونے کے باوجود مردے کیلئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ یہ مامور بہ ہے اس طرح قبروں کے پاس چراغ جلانا بھی جائز ہوگا اور آثارِ جہنم کی توجیہ کر کے قبروں کے پاس چراغ جلانے کی ممانعت کو ثابت کرنا غیر صحیح ہوگا۔

الغرض ان سارے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں کے پاس چراغوں کو روشن کرنا حسب ذیل اغراض کی بناء پر جائز ہے:

- (1) وہاں مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔
- (2) مقابر سر راہ ہوں کہ روشنی کرنے سے راہرو کو بھی نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے قرآن پڑھیں گے، دعاء کریں گے اور ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات کو نفع پہنچے گا اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

- (3) مزارات اولیاء کرام کے پاس روشنی تو ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کا سبب ہے جو موجب خیر و

برکت ہے۔ 12

مسجد کی خدمت کا ثواب اور قرآن کے بھولنے کا گناہ

26/1087- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ (شب معراج میں) مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد

سے کچرا نکالنے کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کئے گئے اور میں نے اس آدمی کے گناہ سے بڑا گناہ نہیں دیکھا جس کو قرآن کا ایک سورہ یاد تھا یا ایک آیت یاد تھی اور وہ اس کو اس طرح بھول گیا (کہ دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے)۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد کی خدمت اور اس کے آباد رکھنے کا ثواب

27/1088 - ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خبر گیری کیا کرتا ہے (یعنی مرمت کرتا ہے، جھاڑو دیتا ہے، اس میں نماز پڑھتا ہے مسجد میں چراغ روشن کرتا ہے اور ذکر و عبادت اور علوم دین کے درس میں مشغول رہتا ہے) تو تم اس کے لئے مومن ہونے کی شہادت دے دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ“۔ (سورہ توبہ، پ: 10، ع: 3، آیت نمبر: 18) (حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتے ہیں کہ جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے ہیں)۔ (اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)

مسجد کی نماز باجماعت کا ثواب اور مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

28/1089 - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نماز باجماعت اس کے گھر کی اور بازار (یعنی دوکان) کی نماز پر پچیس نمازوں کی فضیلت رکھتی ہے، اس لئے کہ جب وہ وضوء کرتا ہے اور اچھی طرح جملہ احکام کی پابندی کے ساتھ پورا وضوء کرتا ہے، پھر مسجد کو نماز ہی کی خاطر جاتا ہے تو اس کے ہر ہر قدم پر اس کا ایک ایک درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور ایک ایک گناہ معاف ہوتا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور فرشتے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جائے نماز پر رہتا ہے اور فرشتوں کی دعاء ان الفاظ سے ہوتی ہے: ”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ“

اَرْحَمُهُ“ یعنی اے اللہ! اس شخص کی مغفرت فرما، اے اللہ اس شخص پر رحمت نازل فرما اور تم میں جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے۔

29/1090- اور دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ مسجد میں آجاتا ہے اور نماز ہی اس کو روک رکھی ہے، (تو گویا وہ نماز ہی میں ہے) اور ملائکہ کی دعاء میں یہ بھی اضافہ ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ ، اَللّٰهُمَّ تُبِّ عَلَيْهِ“ (اے اللہ اس شخص کو بخش دے اے اللہ اس شخص کی توبہ قبول فرما) یہ دعاء اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ مسجد میں کسی کو اذیت نہ پہنچائے اور جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹ جائے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے بالاتفاق کی ہے۔)

ان تینوں شخصوں کا ذکر جن کو دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا

اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے

30/1091- ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے (دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا) ذمہ لیا ہے، (1) ایک وہ شخص جو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اگر اس کو موت آجائے تو اسے جنت میں داخل کر دے یا اس کو اجر یا مال غنیمت دے کر گھر واپس کرے، (2) دوسرا وہ شخص ہے جو مسجد کو جائے تویہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کے اجر و ثواب کو ضائع نہ کرے۔ (3) تیسرا وہ شخص جو گھر میں داخل ہو کر (گھر والوں کو) سلام کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ (اس کو فتنوں سے بچائے اور خیر و برکت عطا فرمائے)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس عمل کا ذکر جو علین میں لکھا جاتا ہے

31/1092- ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے با وضوء فرض نماز کیلئے مسجد کو جائے تو اس کا ثواب اس حاجی کے ثواب کی طرح ہے جو احرام باندھے ہوئے ہو اور جو شخص گھر سے چاشت کی نماز کیلئے نکلے اور اس کے سوا اس کی کوئی اور غرض نہیں ہے تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہوگا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح ادا کرنا کہ دونوں کے درمیان دنیا کی باتیں اور بیہودہ کلام نہ ہو، (تو یہ ایسا اعلیٰ عمل ہے) جو علین یعنی عالی مرتبہ لوگوں کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔
(اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد میں نماز پڑھنے کی ایک اور فضیلت

32/1093- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز کیلئے مسجد کو جائے یا زوال کے بعد کی نمازوں کیلئے مسجد کو جائے تو وہ جیسے جیسے صبح شام مسجد کو جاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں مہمانی کے سامان تیار فرماتے جاتے ہیں۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے دور سے آنے والے کی فضیلت

33/1094- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ نماز کا اجر پانے والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ دور سے مسجد کو آتا ہے پھر اس سے بڑھ کر اجر پانے والا وہ شخص ہے جو اس سے زائد دور سے آتا ہے اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہ شخص اس شخص سے زیادہ اجر پانے والا ہے جو (تنہا) نماز پڑھ کر سو جایا کرتا ہے۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے دور سے آنے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث

34/1095- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ

وسلم) کے اطراف کے گھر خالی ہو گئے تو بنو سلمہ کے قبیلہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو کر آ جانا چاہتے ہیں، بنو سلمہ والوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے ایسا ہی ارادہ کر لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بنی سلمہ کے قبیلہ والو! تم اپنے اپنے گھروں میں رہو، تمہارے ہر ہر قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (مسجد کے نزدیک آ کر اپنے ثواب کو کم نہ کرو)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قیامت کے دن عرش کے سایہ میں رہنے والے سات شخصوں کا ذکر

35/1096- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ (1) ایک حاکم عادل، (2) دوسرا جوان صالح جو اللہ کی عبادت کرتے ہوئے نشوونما پایا ہو، (3) تیسرے وہ شخص جس کا دل (مسجد کی محبت کی وجہ سے) مسجد سے نکلتے وقت دوبارہ مسجد لوٹنے تک مسجد ہی میں لگا رہتا ہے، (4) چوتھے وہ شخص جو اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور (کسی غرض کے بغیر) اللہ ہی کی محبت سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اللہ ہی کی محبت سے جدا ہوتے ہیں (5) پانچویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگے تو اس کے آنسو بہنے لگتے ہیں، (6) چھٹے وہ شخص کہ جس کو ایک شریف الخاندان اور خوبصورت عورت (زنا کے واسطے) اپنی جانب بلائے اور وہ خدا کا خوف کر کے (زنا سے باز رہے) اور (7) ساتویں وہ شخص کہ جس نے (نفل) خیرات کی اور اس کو اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں چھپا کر خیرات دینے کا جو ذکر ہے وہ نفل خیرات سے متعلق ہے اور فرض زکوٰۃ بھی چھپا کر دی جاسکتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ زکوٰۃ علانیہ دی جائے۔ (مدارک، خازن)۔

جماعت کیلئے اندھیرے میں مسجد کو آنے والے کی فضیلت

36/1097۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز باجماعت کے لئے) اندھیری رات میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری سنا دو۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے)۔

37/1098۔ اور اس کی روایت ابن ماجہ نے سہل بن سعد اور انس رضی اللہ عنہما سے کی ہے)

مسجد کو ثواب کی نیت سے آنے والوں کی فضیلت

38/1099۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جس غرض کیلئے مسجد کو آئے اس کو وہی چیز ملے گی۔ (اگر وہ آخرت کی غرض سے مسجد کو آیا ہے تو آخرت میں اس کو ثواب ملے گا اور اگر دنیوی غرض سے مسجد کو آئے تو آخرت میں اس کیلئے کچھ ثواب نہ ہوگا)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

خصی ہونے، سیاحت کرنے اور راہب بننے سے متعلق اوروں کے خلاف

اسلام کی خاص تعلیمات

39/1100۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خصی بن جانے کی اجازت دیجئے (تاکہ عورتوں کی خواہش دل سے نکل جائے کیونکہ اسی خواہش کی وجہ سے انسان نیکی سے دور ہو کر دنیا میں پھنس جاتا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں ہے جو (کسی کو) خصی بنائے اور نہ وہ شخص جو خود خصی بنے، میری امت کا خصی ہونا روزہ رکھنا ہے (اسی لئے روزہ رکھنے سے شہوت انسان کو بے قابو

نہیں کرتی ہے، بخلاف خضی ہونے کے کہ اس سے شہوت ہی ختم ہو جاتی ہے) عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ہم کو سیاحت کی اجازت دیں (تاکہ تمام عالم میں پھرنے سے عبرت حاصل کر سکیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے (کہ جس میں سیر عالم کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام بھی ہوتی ہے) عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو راہب بن جانے کی اجازت دیجئے (جس سے ہم گوشہ نشین ہو کر دنیا سے دور ہو جائیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی رہبانیت نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے (اس لئے کہ یہ ایسی رہبانیت ہے جس میں تعلیم و تعلّم جاری رہنے کے علاوہ دنیا میں رہنے کے باوجود دنیا سے دور رہتے ہیں۔)

(اس کی روایت بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔)

گناہوں کے مٹانے والے اور درجے بڑھانے والے امور کا بیان

40/1101- عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہت حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ اعمال کیا ہیں جن کی فضیلت میں ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے آپس میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ اے اللہ آپ ہی اس کو خوب جانتے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی، پس میں نے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو جان لیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلَيْكُونَ مِنَ الْمَوْفِقِينَ“ (اور ہم نے ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں)۔ (سورہ انعام، پ: 7، ع: 9، آیت نمبر: 75)۔

(اس کی روایت دارمی نے مرسلہ کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح عبدالرحمن بن عائش سے روایت کی ہے۔)

41/1102- اور ترمذی نے دوسری روایت جس کو ابن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے کی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کن اعمال کی فضیلت میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں جانتا ہوں (ملاء اعلیٰ کے فرشتے) کفارات یعنی ان اعمال میں بحث کر رہے ہیں جو گناہوں کے مٹانے والے ہیں وہ تین عمل ہیں (1) پہلا نمازوں کے بعد (ذکر، دعاء اور دوسری نماز کے انتظار میں مخلوق سے دوری اور مشغول بحق رہنے کیلئے) مسجدوں میں ٹھہرے رہنا، (2) دوسرا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی غرض سے مسجدوں کو پیدل جانا، (3) تیسرا ناگوار حالات (جیسے بیماری اور موسم سرما) میں اعضاء وضوء کامل طور پر دھونا جس نے ان چیزوں پر عمل کیا تو وہ اچھی طرح (یعنی اطاعت الہی کی لذت، عبادت کی توفیق، رزق حلال، قناعت اور قسمت پر راضی رہتے ہوئے) زندگی بسر کریگا اور اس کی موت بھی اچھی طرح (یعنی اعمال کی قبولیت، توبہ، حسن خاتمہ اور موت کے وقت فرشتوں کی خوش خبری پر) ہوگی اور وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح وہ اپنی ماں سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم نماز پڑھو تو یہ دعاء کیا کرو:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ .

فَإِذَا أَرَدْتُ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَأَقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ“.

(اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے امور کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت رکھنے کا سوال کرتا ہوں جب تو اپنے بندوں کو فتنوں (یعنی دنیوی عذاب میں) مبتلا کرنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے اپنی جانب فتنہ میں مبتلا کئے بغیر بلا لے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی

فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے ان اعمال کی فضیلت میں بحث کر رہے ہیں جن سے بندوں کے درجات بلند ہوتے ہیں اور وہ درجات بڑھانے والے اعمال یہ ہیں (1) پہلا (اپنے اور بیگانے کو) کثرت سے سلام کرنا (2) دوسرا کھانا کھلانا اور (3) تیسرا رات میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

ف: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ“ میں نے اللہ عز وجل کو نہایت حسین صورت میں دیکھا۔

واضح ہو کہ یہ اور اسی قسم کے مضامین جو اس حدیث میں اور اس حدیث کے بعد والی حدیث میں مذکور ہیں، ان کا شمار مشابہات میں ہے اور مشابہات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان پر ایمان رکھا جائے اور ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، چنانچہ قرآن حکیم کے سورہ آل عمران کی وہ آیت جس میں محکمات اور مشابہات کا ذکر ہے، اس میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ”وَالرَّسُخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا“ (سورہ آل عمران، پ: 3، ع: 1، آیت نمبر: 7) (جو لوگ علم دین میں پختہ کار اور (فہیم) ہیں (وہ مشابہات کے بارے میں) اتنا ہی کہہ کر رہ جاتے ہیں کہ اس پر ہمارا ایمان ہے، یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے)۔

الغرض مشابہات کے درپے ہونا دینداری کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے۔ (مرقات۔)

گناہوں کو مٹانے والے اور درجے بڑھانے والے امور کے بیان پر دوسری حدیث

42/1103- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں اس قدر تاخیر فرمائی قریب تھا کہ ہم آفتاب کو دیکھ لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے) عجلت کے ساتھ نکلے اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور (خلاف عادت) اختصار کے ساتھ ادا فرمائی اور جب سلام پھیرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ہم کو پکارا کہ اپنی اپنی صفوں میں جیسے ہو ویسے ہی بیٹھے رہو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر آپ نے فرمایا واضح ہو میں تم کو خبر دوں گا کہ آج

صبح کس چیز نے مجھے تمہارے پاس آنے سے روک رکھا تھا وہ یہ ہے کہ میں رات کو (تہجد کیلئے) اٹھا میں نے وضوء کیا اور میرے لئے جتنی نماز تہجد مقدر تھی ادا کیا پس مجھے نماز میں غنودگی آگئی یہاں تک کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا، پس یکا یک میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے جواب میں کہا لیک اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے کن اعمال کی فضیلت میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا، یہ سوال وجواب تین مرتبہ ہوتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے سب کو پہچان لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے جواب میں کہا لیک اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے کن اعمال کی فضیلت میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ (ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے) کفارات یعنی ان اعمال میں بحث کر رہے ہیں جو گناہوں کو مٹانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کون سے عمل ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ وہ عمل یہ تین ہیں، (1) پہلا نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کیلئے مسجدوں کو پیدل جانا، (2) دوسرا نمازوں کے بعد (ذکر) دعاء اور دوسری نماز کیلئے انتظار میں مخلوق سے دوری اور مشغول بحق رہنے کیلئے مسجدوں میں ٹھہرے رہنا، (3) تیسرا ناگوار حالات (جیسے بیماری اور موسم سرما) میں اعضاء وضوء کامل طور پر دھونا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے اور کن اعمال کی فضیلت میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے درجات یعنی ان کے اعمال کی فضیلت میں بحث کر رہے ہیں جن سے بندوں کے درجے بلند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کون سے عمل ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ وہ عمل

جن سے بندوں کے درجے بلند ہوتے ہیں وہ بھی تین ہیں۔ (1) پہلا کھانا کھلانا، (2) دوسرا نرمی سے کلام کرنا (یعنی لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا) (3) تیسرا رات میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو دعاء چاہو مانگ لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہ دعا مانگی ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي . وَإِذَا أَرَدْتُ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ . وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ“۔

(اے اللہ! میں آپ سے نیک کاموں کے کرنے، برے کاموں کے چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے اور اپنی مغفرت کرنے اور مجھ پر رحمت کرنے کی درخواست کرتا ہوں اور جب آپ کسی قوم کو فتنہ میں (یعنی عذاب دنیوی میں) مبتلا کرنے کا ارادہ کریں تو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر مجھے وفات دیجئے اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت بھی مانگتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتے ہیں، اور ان اعمال کی محبت بھی مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی محبت سے قریب کر دیں۔) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے اس لئے اس کو یاد رکھو اور اسے دوسروں کو سکھلاؤ۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میں نے اس حدیث کے متعلق محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

مسجد میں آنے کی اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعاء

43/1104- ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: ”اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي“

أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“.

(اے اللہ آپ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے) اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ“۔
(اے اللہ میں آپ سے آپ کا فضل (یعنی روزی) طلب کرتا ہوں۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد میں آنے کی اور مسجد سے باہر نکلنے کی ایک اور دعاء

44/1105- فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما اپنی دادی فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہرہ کبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یعنی اپنے آپ پر درود اور سلام پڑھتے اور یہ دعاء پڑھتے: ”رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“۔ (اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب مسجد سے نکلتے تو پہلے کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یعنی اپنے آپ پر درود اور سلام پڑھتے اور یہ دعاء فرماتے ”رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ“ (اے میرے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور اپنے فضل (یعنی روزی کے) دروازوں کو مجھ پر کھول دے۔) (اس کی روایت ترمذی، امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

45/1106- اور امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ سیدتنا فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح مسجد سے نکلتے وقت صلی علی محمد وسلم (درود و سلام ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) کے بجائے: ”بِسْمِ اللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَي رَسُولِ اللَّهِ“ فرماتے تھے (میں اللہ کے نام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور مسجد سے نکلتا ہوں اور سلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرماتے تھے)۔

مسجد میں داخل ہونے کی ایک اور دعاء

46/1107- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے: ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“۔

(خدائے بزرگ و برتر کی اور اس کریم ذات کی اور اس کے دیرینہ غلبہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص یہ دعاء کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص میرے (شر سے) تمام دن محفوظ رہا۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

سفر سے واپسی کے آداب

47/1108- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس ہوتے تو بوقت چاشت دن کو تشریف لاتے اور گھر جانے سے قبل مسجد جا کر مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے اس کے بعد مسجد میں تشریف رکھتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیفیت

48/1109- ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھ لیا کرے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے، واضح ہو کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی نیت سے جو دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں وہ دراصل تحیۃ رب المسجد ہیں جن کو اختصار کی غرض سے تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے کیوں کہ ان دو

رکعتوں سے مقصود تحیۃ المسجد نہیں بلکہ مقصود رب مسجد کا تحیۃ ہے جو اللہ تعالیٰ ہیں۔

درمختار اور ردالمحتار میں کہا ہے کہ تحیۃ المسجد کا ادا کرنا سنت ہے اور تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ہیں، مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی فرض نماز یا فرض نماز کے سوا کسی اور نماز کا ادا کرنا تحیۃ المسجد کے ادا کرنے کا قائم مقام ہو جاتا ہے، اگرچہ کہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی جائے، اور تحیۃ المسجد کا دن میں ایک دفعہ ادا کرنا پورے اس دن کیلئے کافی ہے، خواہ کتنے ہی مرتبہ مسجد میں آتا جاتا رہا ہو۔ خفیوں کے پاس تحیۃ المسجد مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ جانے سے ساقط نہیں ہوتی اس لئے اگر بیٹھنے کے بعد بھی ادا کر لی جائے تو ادا کی جاسکتی ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم وقت اگر فیصلہ کرنے کی خاطر مسجد میں داخل ہو تو خواہ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد ادا کر لے یا چاہے تو مسجد سے نکلتے وقت تحیۃ المسجد پڑھ لے، اس سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے کیوں کہ مقصود تو تحیۃ المسجد کا ادا کرنا ہے۔ یہ غایۃ سے ماخوذ ہے، لیکن بخاری اور مسلم کی مذکور الصدر حدیث کے پیش نظر مذہب حنفی پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرنے کا حکم ہے اور حنفی مذہب میں بیٹھنے کے بعد بھی تحیۃ المسجد ادا کی جاسکتی ہے جو بظاہر بخاری اور مسلم کی حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی اس مذکور الصدر حدیث میں جو ذکر ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کر لیا جائے اس سے مراد یہ ہے کہ تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ادا کرنا اولیٰ ہے ضروری نہیں ہے بلکہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے کے بعد بھی تحیۃ المسجد ادا کر سکتے ہیں اس پر ابن حبان کی حدیث جو اس حدیث کے بعد آرہی ہے دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما تھے، ابوذر رضی اللہ عنہ خدمت مبارک میں بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) مسجد میں آنے والے کیلئے تحیۃ المسجد (مستحب ہے) اور تحیۃ المسجد یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کی جائے، پس اٹھو ابوذر اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لو۔

ابن حبان کی اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ اگر دخول مسجد کے بعد بیٹھ جانے سے تحیۃ المسجد ساقط ہو جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر رضی اللہ عنہ کے بیٹھ جانے کے بعد ان کو تحیۃ المسجد

پڑھنے کا حکم نہ دیتے، اس سے ثابت ہو گیا کہ تحیۃ المسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے کے بعد بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ ردالمحتار میں کہا ہے کہ تفصیل حلیہ میں ملاحظہ ہو۔ 12

تحیۃ المسجد پڑھنے کی دوسری کیفیت

49/1110- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما ہیں تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا بیٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں (آنے والے کیلئے) تحیۃ المسجد (مستحب) ہے اور تحیۃ المسجد دو رکعت ہیں اٹھو ابوذر (رضی اللہ عنہ) اور دو رکعت ادا کر لو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اٹھا اور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کیا۔ (اس کی روایت ابن حبان نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

آداب مسجد میں سے یہ بھی ایک ادب ہے

50/1111- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز پکار کر ڈھونڈتے ہوئے سنے تو وہ اس سے کہدے کہ خدائے تعالیٰ تجھے تیری گم شدہ چیز واپس نہ کرے کیوں کہ مسجدیں آواز بلند کرنے کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب

51/1112- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں کوئی چیز بیچتا ہے یا خریدتا ہے تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں گم شدہ چیز کو پکار کر ڈھونڈ رہا ہے تو کہو کہ خدائے تعالیٰ تیری چیز تجھے واپس نہ کرے۔ (اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر دوسری حدیث

52/1113- حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے منع فرمایا ہے (اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ مسجد میں) اشعار پڑھے جائیں اور حد جاری کی جائے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں کی ہے)۔

53/1114- اور صاحب جامع الاصول میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

54/1115- اور مصابیح میں بھی جابر رضی اللہ عنہ سے (اسی طرح روایت ہے)۔

ف: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد میں اشعار نہ پڑھے جائیں، واضح ہو کہ یہ ممانعت ایسے اشعار سے متعلق ہے جن میں فحش اور بیہودہ کلام، فسق و فجور اور لہو و لعب کی باتیں بیان کی گئی ہوں، اس کے برعکس ایسے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، سچے مضامین اور وعظ و نصیحت مذکور ہوں مسجد میں پڑھے جاسکتے ہیں کیوں کہ شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس قسم کے اشعار سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذی اور بخاری کی روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَبُ لِحَسَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ وَيَهْجُو الْكُفَّارَ“۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں منبر رکھتے جس پر وہ کھڑے ہوتے اور مشرکین کی جواباً جھوٹا فرمایا کرتے)۔

اس کے علاوہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

”قَالَ: مَرَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنْتُ أَنْشِدُ فِيهِ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، ثُمَّ التَفْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، فَقَالَ أَنشُدْكَ بِاللَّهِ، أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَجِبْ عَنِّي، اللَّهُمَّ أَيْدُهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ. قَالَ: نَعَمْ“.

(سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں سے گذرے اور حسان رضی اللہ عنہ اس وقت اشعار پڑھ رہے تھے عمر رضی اللہ عنہ، حسان رضی اللہ عنہ کو گھور کر دیکھنے لگے تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اشعار پڑھا کرتا تھا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی مسجد میں سنا کرتے تھے جو آپ سے بہتر تھے (یہ کہہ کر) حضرت حسان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ میں مسجد نبوی میں اشعار سنایا کرتا تھا یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ اے حسان (رضی اللہ عنہ) تم میری طرف سے (مشرکین کا) جواب دو (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے) اے اللہ آپ روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حسان (رضی اللہ عنہ) کی مدد فرمائیے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایسا ہی فرمایا ہے۔) ترمذی اور بخاری کی ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اشعار سنا کرتے اور حسان رضی اللہ عنہ اشعار پڑھا کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں نعتیہ اشعار پڑھنا جائز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں شعر پڑھنے کے جواز پر ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان (باب الشعر فی المسجد) ہے اور اس عنوان کے تحت ایسی ہی حدیث بیان فرمائی ہے جو سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے بھی اوپر نقل کی گئی ہے، اس حدیث کے فوائد میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے: ”ان الشعر الحق لا یحرم فی المسجد، والذی یحرم فیہ ما فیہ الخناء والزور، والكلام الساقط“.

(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سچے مضامین والے اشعار کا مسجد میں پڑھنا حرام نہیں ہے البتہ مسجد میں ایسے اشعار کا پڑھنا حرام ہے جن میں فحش، جھوٹ اور بیہودہ باتیں بیان کی گئی ہوں۔)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو فوائد میں آگے چل کر کئی محدثین اور فقہاء کا قول نقل کیا ہے جن میں حضرت سعید بن المسیب، امام شعبی، امام ابن سیرین، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ ہیں، ان سب حضرات کا مسجد میں سچے مضامین والے اشعار کے پڑھنے کے جواز پر یہ قول ہے: ”ولا بأس بانشاد الشعر الذی لیس

فیه هجاء ولا نکب عرض احد من المسلمین ولا فحش“.

مسجد میں ایسے اشعار کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جن میں مسلمانوں کی ہجو، آبروریزی اور فحش باتیں بیان نہ کی گئی ہوں۔ (یہ پورا مضمون عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے۔) 12

مسجد کے آداب پر تیسری حدیث

55/1116- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے کہ مسجد میں (لہو و لعب) کے اشعار پڑھے جائیں (اور اس سے بھی منع فرمایا ہے) کہ مسجد میں خرید و فروخت کی جائے اور لوگوں کو جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں حلقے بنا کر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر چوتھی حدیث

56/1117- حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار کی باتیں اپنی مسجدوں میں کیا کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھا کرو، اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر پانچویں حدیث

57/1118- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مسجد کے ایک کنارے میں بے چھت کا ایک کشادہ میدان تیار رکھا تھا جس کو بطیحاء کہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص غل مچانا چاہے یا باواز بلند شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے وہ مسجد سے نکل کر اس بطیحاء میں آجائے۔ (اس کی روایت امام مالک نے مؤطاء میں کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر چھٹی حدیث

58/1119- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس بدبودار درخت (یعنی پیاز اور لہسن کو جو پکائے ہوئے نہ ہوں) کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد میں نہ آئے (یعنی خواہ مدینہ منورہ کی مسجد ہو یا کوئی اور مسجد ہو) کیوں کہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں کی بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے جن سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر ساتویں حدیث

59/1120- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو (جس کو پکایا نہ گیا ہو) کھالے تو وہ ہرگز مسجدوں میں نہ آئے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر آٹھویں حدیث

60/1121- معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں درختوں یعنی پیاز اور لہسن (کے کھانے) سے منع فرمایا ہے (جو پکائے نہ گئے ہوں) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو پیاز اور لہسن کو (جو پکائے نہ گئے ہوں) کھائے تو وہ ہماری مسجد کو ہرگز نہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم پیاز اور لہسن کو کھانا ہی چاہتے ہو تو ان کو پکا کر ان کی بدبو کو ماردو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر نویں حدیث

61/1122- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے دیکھا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بھی امت کے نیک اعمال میں شامل ہے اور میں نے دیکھا کہ امت کے برے اعمال میں ریٹ اور بلغم بھی ہے جو مسجد میں ہو، اور اس کو دفن نہ کیا گیا ہو۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر دسویں حدیث

62/1123- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنے کا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو زمین میں چھپا دیا جائے۔ (یا اس کو پاک کر دیا جائے)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

مسجد کے آداب پر گیارہویں حدیث

63/1124- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے قبلہ کی طرف نہ تھو کے اس لئے کہ جب تک وہ اپنے مصلے پر رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے اور سیدھے جانب بھی نہ تھو کے کیونکہ نمازی کے سیدھے جانب ایک فرشتہ رہا کرتا ہے (جو نمازی کی تائید اور اس کی دعاء پر آمین کہنے کیلئے متعین رہتا ہے) اور نمازی کو چاہئے کہ اپنے بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے تھو کے، اور تھوک کو زمین میں چھپا دے۔

64/1125- اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اپنے بائیں پیر کے نیچے تھو کے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے، نمازی جب نماز کیلئے کھڑا ہو تو تعظیم قبلہ کی خاطر اپنے سامنے نہ تھو کے اور اپنے سیدھے جانب بھی نہ تھو کے کیوں کہ سیدھے جانب ایک فرشتہ رہتا ہے البتہ اپنے بائیں جانب یا پیر کے نیچے تھو کے۔

واضح ہو کہ سامنے اور سیدھے جانب تھوکنے کی ممانعت عام ہے خواہ وہ مسجد میں نماز ادا کر رہا ہو یا مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھ رہا ہو ہر دو حالتوں میں نماز کے موقع پر سامنے اور سیدھے جانب تھوکنا ممنوع ہے۔

نمازی اگر مسجد میں ہو تو خواہ وہ بائیں جانب تھوکے یا قدم کے نیچے تھوکے دونوں حالتوں میں تھوک کو اپنے کپڑے میں لے لے، اور اگر مسجد کے سوا کسی اور جگہ ہو تو اپنی بائیں جانب یا پیر کے نیچے زمین پر تھوک سکتا ہے۔ (مرقات)۔

مسجد کے آداب پر بارہویں حدیث

65/1126- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر جو قبلہ کی طرف تھی ریٹھ دیکھا اور یہ چیز شاق گذری، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناراضی کے آثار دکھائی دیئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر خود دست مبارک سے اس کو کھرچ دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو وہ اپنے پروردگار سے راز و نیاز کر رہا ہے (اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مسلمان کی معراج ہے) اور اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے اس لئے تم میں سے کوئی شخص ہرگز قبلہ کی طرف نہ تھوکے بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے (جب کہ وہ مسجد میں نہ ہو) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے ایک کنارے کو لے کر اس میں تھوکا پھر اس کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے رگڑ دیا اور فرمایا اس طرح کیا کرے (جب کہ وہ مسجد میں ہو)۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

مسجد کے آداب پر تیرھویں حدیث

66/1127- سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے لوگوں کی امامت کی اس نے قبلہ کی جانب تھوکا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے، اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم سے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص آئندہ سے نماز نہ پڑھائے، پھر اس کے بعد جب اس نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو روک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کو مطلع کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے، سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یقیناً تم نے اللہ اور اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے)۔

گھروں میں بھی کچھ نہ کچھ نفل نمازیں پڑھا کرو

67/1128- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی کچھ نہ کچھ (نفل) نمازیں گھروں میں بھی پڑھا کرو اور گھروں کو (نماز نہ پڑھ کر) مثل قبروں کے نہ بناؤ کیوں کہ قبروں میں مردے نماز نہیں پڑھا کرتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

شیطان میں نماز پڑھنے کا ذکر اور شیطان کی تحقیق

68/1129- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ اس حدیث کے بعض راویوں نے کہا ہے کہ شیطان سے مراد باغ ہے (اسی لئے باغوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ واضح ہو کہ ”شیطان“ ”حائط“ کی جمع ہے اور حائط کے معنی دیوار کے ہیں، چونکہ باغ کا احاطہ دیواروں سے محصور ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے باغ کو شیطان بھی کہتے ہیں، یہ شیطان کے ایک معنی ہیں)۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے)۔

(حیطان کے ایک اور بھی معنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حیطان لغت میں دیوار کو کہتے ہیں، تو اس لغوی معنی کے لحاظ سے حدیث کے یہ معنی ہوئے ”فی حیطان ای فی جنت الجدران“ (دیواروں کے قریب میں) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیواروں کے قریب نماز پڑھنے کو پسند فرماتے تھے تاکہ کوئی شخص نماز کے سامنے سے گزرنے نہ پائے اور کوئی چیز نماز کی توجہ کو پھیر نہ سکے حیطان کے اس دوسرے معنی کی صراحت مرقات میں مذکور ہے۔)

کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے

69/1130- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبرستان اور حمام کے سوا پوری روئے زمین مسجد ہے جہاں چاہے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔)

کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر دوسری حدیث

70/1131- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (1) کچرا ڈالنے کی جگہ (2) جانور ذبح کرنے کی جگہ (3) قبرستان (4) سڑکوں پر (5) حمام (6) اونٹوں کے باندھنے کی جگہ (7) بیت اللہ شریف کے چھت پر۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر تیسری حدیث

71/1132- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اتفاقاً نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے تو) بکریوں کے باندھنے کی جگہ نماز پڑھو لیکن اونٹوں کے باندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو اس لئے کہ اونٹوں کے باندھنے کی جگہ نماز پڑھنے سے اطمینان قلب باقی نہیں رہتا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

(8/27) بَابُ السَّتْرِ

(یہ باب ستر عورت (ستر ڈھانکنے کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ”خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ“۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ اعراف، پ: 8، ع: 3، آیت نمبر: 31، میں) (اے بنی آدم) ہر نماز کے وقت تم (لباس وغیرہ سے) خود کو آراستہ کر لیا کرو۔

وَقَوْلُهُ: ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ نور، پ: 18، ع: 4، آیت نمبر: 31، میں) اور (عورتوں کو چاہئے کہ) وہ اپنی زینت کے مقامات کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے۔

وَقَوْلُهُ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ . ذَلِكُمْ أَذْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ احزاب، پ: 22، ع: 8، آیت نمبر: 59، میں) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی بی بیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ کو (اپنے چہرے پر سے لے کر ٹھوڑی تک) ڈال لیا کریں اس سے جلدی یہ پہچان ہو جایا کرے گی (کہ یہ نیک بخت ہیں اور) کوئی چھیڑے گا نہیں۔

نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کی تحقیق

1/1133- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز ایک کپڑے (یعنی صرف تہ بند میں اس طرح) نماز نہ پڑھے کہ اس کے جسم کا بالائی حصہ یعنی پیٹ اور پیٹھ اور دونوں کندھے اس کپڑے (یعنی تہ بند کے بقیہ

حصہ یا کسی اور کپڑے سے) ڈھکے ہوئے نہ ہوں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف تہ بند سے اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے جسم کا بالائی حصہ اس کے تہ بند کے حصے یا کسی اور کپڑے سے ڈھکا ہوا نہ ہو۔ واضح رہے کہ جو شخص تہ بند کے علاوہ اپنے جسم کے بالائی حصہ کو چادر یا کسی اور کپڑے سے ڈھانکنے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کی نماز صرف تہ بند کے ساتھ بغیر کسی کراہت کے جائز ہو جائے گی البتہ ایسا شخص جو چادر کے اوڑھنے پر قدرت کے باوجود جسم کے بالائی حصہ پر کچھ اوڑھے بغیر صرف تہ بند کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ (مرقات)۔

نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر دوسری حدیث

2/1134- عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں اشتمال کئے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر اس طرح تھے (کہ بایاں کنارہ سیدھے مونڈھے پر اور سیدھا کنارہ بائیں مونڈھے پر تھا)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اشتمال سے مراد یہ ہے کہ تہ بند کا بایاں کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر سیدھے مونڈھے پر ڈالے اور تہ بند کا سیدھا کنارہ سیدھے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالے، اگر کنارے چھوٹے ہوں تو دونوں کناروں کو گردن پر باندھے یا کناروں کو سینہ پر باندھے، اور اگر کنارے دراز ہوں تو ان کو پیچھے لٹکتا ہوا چھوڑ دے تو شیخ بھی اسی کو کہتے ہیں، جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے: ”وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ”صَلُّوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أَرْزِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ“۔

ابوحازم نے کہا کہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھی کہ ان کے تہ بند کے (دونوں کنارے) ان کے گردن پر باندھے ہوئے تھے۔ (مرقات، اشعة الممعات، نیل الاوطار۔) 12

نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر تیسری حدیث

3/1135- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت، انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حصر پر نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی پر سجدہ کر رہے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی کپڑے میں توشیح یعنی اشتمال کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر چوتھی حدیث

4/1136- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو وہ اس کپڑے کے دونوں کناروں میں اشتمال کرے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اشتمال صماء کی ممانعت

5/1137- سعید بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک رات میں اپنے کسی کام کیلئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور اس وقت مجھ پر ایک ہی کپڑا تھا میں اس کو اپنے بدن پر اشتمال اصماء کے طور پر لپیٹ لیا تھا (اشتمال صماء کی تعریف ذیل کے فائدہ میں درج ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو نماز پڑھتا رہا، جب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے جابر (رضی اللہ عنہ) اس وقت رات میں آنے کا کیا سبب ہے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی حاجت ظاہر کی، جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حاجت کے اظہار سے فراغت پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر (رضی اللہ عنہ) یہ بھی کوئی اشتمال ہے جس میں میں تم کو دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا ایک ہی کپڑا ہونے سے میں نے اسی طرح اشتمال کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کپڑا بڑا ہو تو اشتمال کرنا چاہئے یعنی کپڑے کا بایاں کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر سیدھے مونڈھے پر اور سیدھا کنارہ سیدھے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال دیں اور اگر کپڑا چھوٹا ہو تو تہ بند باندھ لیا جائے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

6/1138- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کپڑا کشادہ ہو تو اس کے دونوں کناروں

میں اشتمال کرو اور اگر کپڑا چھوٹا ہے تو تہ بند کی طرح اس کو اپنی کمر پر باندھ لو۔

ف: اشتمال صماء سے مراد یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا ایک کپڑے کو اپنے پورے جسم پر اس طرح لپیٹ لے کہ کپڑا کسی طرف سے نہ اٹھ سکے اور دونوں ہاتھ پیراس کپڑے میں بے شگاف ٹھوس پتھر کی طرح کسے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو اس کپڑے کے نچلے حصے سے ہی باہر کیا جاسکتا ہو، اور جب ہاتھوں کو کسی ضرورت سے باہر نکالا جائے تو بے ستری کا اندیشہ رہتا ہو، اسی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال کے اس طریقہ سے منع فرمایا ہے۔

(عمدة القاری، مجمع البحار۔) 12

جائز اشتمال کا بیان

7/1139- محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ

نے ہم کو صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھائی جس کے دونوں کناروں کو انہوں نے اپنی گدی پر باندھا تھا اور ان کے کپڑے تپائی پر رکھے ہوئے تھے، جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے (بطور اعتراض) کہا کہ آپ

صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھا رہے ہیں (حالانکہ آپ کے کپڑے تپائی پر موجود ہیں) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اسی لئے اس طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھائی تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ کر (یہ سمجھ سکے کہ اس طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم میں کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جس کے دو کپڑے ہوں۔) (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اگر دو کپڑے موجود ہوں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے

8/1140- اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے اور اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات اسی وقت تھی کہ جب کپڑوں کی قلت تھی لیکن جب کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت دے رکھی ہے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے، (اس لئے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے ستر کھل جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔) (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

بغیر تہ بند کے لانا کرتہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق

9/1141- سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شکار کرتا رہتا ہوں (اور شکار کے پیچھے دوڑنے میں سہولت کی غرض سے صرف کرتا پہنتا ہوں تہ بند نہیں باندھتا) تو کیا میں اسی ایک کرتہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں کرتے کی گنڈی لگا لو، اگر چہ کانٹے ہی کی ہو (تاکہ تم کو ستر نظر نہ آئے)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کرتہ میں بلا تہ بند نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ

گر بیان میں گنڈی لگادی جائے۔

واضح ہو کہ بوقت نماز نمازی پر ستر عورت فرض ہے، ستر عورت کی دو قسمیں ہیں: (1) ایک ستر کو دوسروں کی نظر سے بچانا (2) دوسرے ستر کو اپنی نظر سے بچانا۔

ستر کو دوسروں کی نظر سے بچانے کی بھی دو صورتیں ہیں: (1) ایک ستر کو اطراف سے بچانا، (2) دوسرے ستر کو نیچے سے بچانا۔

(1) ستر کو اطراف سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت پر نماز میں اپنے جسم کے جس قدر حصے کو کپڑے سے چھپانا فرض ہے اس پورے حصہ کو کپڑے سے اس طرح چھپانا واجب ہے کہ چاروں طرف سے ستر کا کوئی حصہ دکھائی نہ دیتا ہو۔

(2) ستر نیچے سے چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرد تہ بند باندھے یا عورت ساڑی پہنے تو تہ بند یا ساڑی کا نچلا یعنی زمین کی طرف والا حصہ کھلا رہتا ہے اور تہ بند یا ساڑی کے اس نچلے حصہ کے کھلے رہنے سے نماز پڑھنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

اطراف ستر کو دوسروں کی نظر سے بچانے کی بھی دو حیثیتیں ہیں (1) ایک حقیقی، (2) دوسرے حکمی ستر حقیقی یہ ہے کہ کپڑے سے ستر پوشی کی جائے اور ستر حکمی یہ ہے کہ بغیر کسی کپڑے کے اندھیرے میں یا خالی جگہ یا صحراء میں جہاں لوگوں کی نظر نہ پڑتی ہو نماز ادا کی جائے تو ستر حکمی کی ان تینوں صورتوں میں اگرچہ کہ نمازی کا ستر دوسروں کی نگاہ سے محفوظ ہے مگر یہ ستر حقیقی ہے اس لئے یہ ستر حکمی مفسد نماز ہے، جب تک ستر کو کپڑے سے نہ چھپایا جائے ستر حقیقی نہیں ہوتا، اس لئے نمازی پر فرض ہے کہ اپنے ستر کو اندھیرے میں ہو یا خالی مکان میں ہو کپڑے سے چھپائے۔

اب رہا نماز میں ستر کو اپنی نظر سے بچاؤ تو یہ واضح رہے کہ نماز کی حالت میں اگر خود نمازی کی نگاہ اپنی ستر پر پڑ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہو جائے گی۔ چنانچہ منیہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے یہی روایت ہے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو ان کی نظر سے ستر کو بچانے کی خاطر جو حکم دیا ہے کہ گرتے کے گریبان میں گنڈی لگائی جائے تو اس سے مقصود اسی کراہت سے بچانا ہے اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ بحالت نماز نمازی کی نگاہ اس کے ستر پر پڑ جائے تو اس سے

نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہو جاتی ہے۔ (در مختار، رد المحتار، شرح منیۃ۔)

نماز میں سدل کرنا اور ڈھاٹا باندھنا مکروہ ہے

10/1142- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے اور نمازی کو اپنے دہن یعنی منہ پر سر اور گردن سمیت ڈھاٹے کی طرح کپڑا لپیٹنے سے بھی منع فرمایا ہے (اس لئے کہ اس سے قرأت اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں ہوتا۔) (اس کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

ف: سدل کے معنی یہ ہیں کہ نمازی چادر یا رومال کو اپنے کندھوں پر اس طرح ڈالے کہ دونوں کناروں کو لٹکتا ہوا چھوڑ دے اور وہ سمٹے ہوئے نہ ہوں، یا قبا اور عبا کو اس طرح اوڑھ لے کہ اس کے آستنیوں میں ہاتھ نہ ڈالا جائے یا ایک چادر یا کسی کپڑے میں سارے بدن کو اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ اسی چادر یا کپڑے میں داخل کر لئے ہوں جیسا کہ یہود کا دستور تھا، ان چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (مرقات اشعة الممعات۔)

اور عمدة الرعاۃ میں لکھا ہے: ”فان ارسل جانباً وضمہ جانبہ الآخر والقاء علی منكبہ فلیس بسدل“۔

اگر چادر کے ایک کنارہ کو لٹکتا ہوا چھوڑ دے اور دوسرے کنارے کو سمٹ کر دوسرے کندھے پر ڈال دیا جائے تو یہ سدل نہیں کہلائے گا اور اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

پاجامہ یا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھنے کی وعید

11/1143- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز ختم کرنے کے بعد) حکم فرمایا کہ جاؤ اور وضوء کر لو (یہ سن کر) وہ گیا اور وضوء کر کے واپس آیا، ایک اور شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس شخص کو کس لئے وضوء کا حکم فرمایا ہے؟ (حالانکہ وہ با وضوء تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے

ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

ف (1): ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حالت نماز میں ہوں یا نماز کے باہر ہوں ہر دو صورتوں میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے پاس تہبند یا پا جامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ مردوں کیلئے ایسے پا جاموں کا پہننا مکروہ ہے جن کے کنارے پنچوں پر گرتے ہوں۔

ف (2): اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ صَلَوةَ رَجُلٍ مُسَبِّلٍ إِزَارَهُ“۔
(اللہ تعالیٰ) اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔

واضح ہو کہ یہاں ٹخنوں کے نیچے تہبند کے لٹکانے پر نماز کے قبول نہ ہونے کا ارشاد ہوا ہے اور نماز کے صحیح نہ ہونے کا ارشاد نہیں ہوا جس سے ثابت ہے کہ نماز میں ٹخنوں سے نیچے تہبند یا پا جامہ کو رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور فاسد نہیں ہوتی۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تہبند یا پا جامہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر نماز ادا کرنے پر نماز کی کراہت کا حکم لگایا ہے نماز کے فساد کا حکم نہیں لگایا۔
اس حدیث میں اس شخص کو جو ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکائے ہوئے نماز ادا کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ”إِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ“، (جاؤ اور وضوء کر لو) یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس کے با وضوء ہونے کے باوجود دوبارہ وضوء کرنے کا جو حکم ارشاد فرمایا ہے اس کی ایک غرض یہ تھی کہ اس شخص نے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھے ہوئے جو نماز ادا کی ہے اس کا گناہ معاف ہو جائے اس لئے کہ وضوء سے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، علاوہ ازیں اس شخص کو دوبارہ وضوء کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی دوسری غرض یہ تھی کہ اس شخص نے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر اپنے باطن میں کبر و غرور کی جو گندگی پیدا کر لی تھی وہ اس دوبارہ وضوء سے زائل ہو جائے اور اس طرح اس طہارت ظاہری سے اس کو طہارت باطنی حاصل ہو جائے کہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے۔

(یہ مضمون مرقات اور اشعة اللمعات سے ماخوذ ہے۔) 12

نماز میں ایسی چیز سے بچے جس سے دل بٹ جاتا ہو

12/1144- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک منقش حاشیہ دار چادر اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کے نقش و نگار کو (نماز کے اندر) ملاحظہ فرمایا اور نماز ختم کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ میری اس چادر کو ابو جہم رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور میرے لئے ابو جہم کی سادہ کملی لے آؤ، کیوں کہ اس چادر کے نقش و نگار نے میری توجہ نماز سے ہٹا دی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

13/1145- اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز میں اس چادر کے نقش و نگار کو دیکھ رہا تھا پس مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ مجھے فتنہ میں نہ ڈال دے (اور میرے حضور قلب میں فرق نہ پڑے)۔

ف: اس حدیث سے امت کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ نماز کے موقع پر ایسے لباس کے پہننے سے باز رہیں جس سے دل بٹ جاتا ہو۔ (مرقات، اشعة اللمعات)۔

مرد کیلئے ریشم کی ممانعت

14/1146- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا قباحتہ دیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنے اور اس میں نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہوتے ہی اس قباحتہ کو جسم مبارک سے بہت جلد علیحدہ فرما دیا اور اس وقت چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر تھے، پھر فرمایا ریشم متقیوں کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ریشمی قبا پہن کر ناگواری کا اظہار فرمانا اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ مردوں کیلئے ریشم پہننے کی حرمت کا حکم ابھی نہیں آیا تھا لیکن جب حکم آ گیا تو مردوں کیلئے ریشم کا پہننا حرام ہو گیا خواہ متقی ہوں یا غیر متقی۔ (مرقات، اشعة اللمعات)۔

تصویر رکھنے کی ممانعت

15/1147- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک باریک رنگین باتصویر پردہ تھا جس کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرہ مبارک کی دیوار کی زینت کیلئے باندھ رکھا تھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس پردہ کو ہمارے سامنے سے نکال دو اس لئے کہ اس کی تصویریں مجھے نماز میں دکھائی دینے سے میری مشغولیت ان کی طرف ہو جاتی ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

ف: اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں، ایک (1) یہ کہ نماز ادا کرتے وقت نمازی کے لباس پر یا نمازی کے سامنے تصویریں نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں کو نکال دینے کا حکم فرمایا ہے، (2) دوسرے یہ کہ نمازی کے سامنے یا لباس پر تصویریں ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، فاسد نہیں ہوتی، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت میں تصویریں تھیں تو آپ نے ان کو نکالنے کا حکم دیا مگر نماز کا اعادہ نہیں فرمایا، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا، اسی وجہ سے نماز کے فاسد ہو جانے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ (عمدة القاری)

مرد کے ستر کا بیان

16/1148- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز میں) مرد کیلئے جو ستر شرط ہے وہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے، یہ ایک طویل حدیث کا ایک حصہ ہے اور اس کی سند میں سوار بن داؤد ہیں جن کو عقیلی نے ضعیف قرار دیا ہے؛ لیکن امام ابن معین ان کو ثقہ قرار دیتے ہیں)۔
(ابن معین فن رجال کے امام ہیں اس لئے ان کا قول معتبر ہے۔)

مرد کے ستر کے بیان پر دوسری حدیث

17/1149- عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مردوں کے لئے نماز میں ہوں یا غیر نماز میں ہوں ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے سمیت چھپانا ضروری ہے۔ (اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے)۔
18/1150- اور دارقطنی کی دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ (مرد کے لئے) ستر عورت کی ابتداء ناف کے نیچے سے ہوتی ہے یعنی ناف ستر میں داخل نہیں ہے۔

مرد کے ستر کے بیان پر تیسری حدیث

19/1151- عقبہ بن علقمہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھٹنا (مرد کیلئے) ستر میں داخل ہے۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے)۔

باندیوں کا ستر

20/1152- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دے تو وہ ہرگز اپنی باندی کے ستر (یعنی باندی کے جسم کے اس حصہ کو) نہ دیکھے (جس کا اجنبیوں سے چھپانا فرض ہے اس لئے کہ غیر سے نکاح ہونے کے بعد مالک بھی مثل اجنبی کے ہو جاتا ہے)۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے)۔

21/1153- اور دارقطنی کی ایک روایت میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام یا اپنے نوکر سے کر دے تو اس باندی کے ناف کے نیچے اور گھٹنے کو نہ دیکھے اس لئے کہ باندی کے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے سمیت جسم کا حصہ (بشمول چھاتیوں کے) پورا ستر ہے۔

22/1154- اور عبدالرزاق نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی ایک باندی کو مارے جس کو انہوں نے منہ چھپائے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ تو اپنے سر کو کھلا رکھ اور وہ عورتیں جو باندی نہیں ہیں ان سے مشابہت مت اختیار کر۔

حُرہ یعنی آزاد عورت کا ستر

23/1155- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باریک کپڑے پہنی ہوئیں داخل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا، اور فرمایا کہ اے اسماء! (جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ پہنو نچو تک دونوں ہاتھ اور چہرے کے سوا تمام بدن کو چھپائے۔) (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ باریک تنزیب یا جالی وغیرہ کا بہت باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں، یہ اس وقت ہے جب کہ اس کپڑے میں سے بدن دکھائی دیتا ہے اور اگر جتنے بدن کا ڈھانکنا ضروری ہے اس کو دوسرے کپڑے سے ڈھک لیا گیا اور اس کے اوپر سے باریک دوپٹہ بھی اوڑھ لیا جائے تو نماز ہو جائے گی۔ (منیۃ اور در مختار۔)

حُرہ یعنی آزاد عورت کے ستر پر دوسری حدیث

24/1156- قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لڑکی حائضہ یعنی بالغ ہو جائے تو اس کے چہرے اور پہنچوں تک ہاتھوں کے سوا بدن کے کسی

حصہ کا دکھائی دینا جائز نہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے مراسیل میں کی ہے۔)

حُرّہ یعنی آزاد عورت کے ستر پر تیسری حدیث

25/1157- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بالغہ عورت (جو باندی نہ ہو) اس کی نماز اوڑھنی کے بغیر (یعنی کھلے سر) صحیح نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت جو باندی نہ ہو، اگر وہ نماز پڑھتے وقت سر نہ ڈھانکے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ عورت کا سر اور اس کے بال ستر میں داخل ہیں، اسی بناء پر سر اور بالوں کا چھپانا فرض ہے، عورت کی نماز ایسے باریک کپڑوں میں بھی صحیح نہیں جن میں اس کے بالوں کا رنگ یا بدن دکھائی دیتا ہو یہ بھی بے ستری میں داخل ہے۔ (اللمعات۔)

عورت کی نماز بغیر تہ بند کے ایسے لانے کرتے ہیں جائز ہے جس سے

قدم چھپ جاتے ہوں

26/1158- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

دریافت فرمائیں کہ کیا عورت بغیر تہ بند کے کرتے اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (عورت بغیر تہ بند کے بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔) جبکہ اس کا کرتہ اس قدر دراز ہو کہ اس کے پشت قدم کرتے میں چھپ جاتے ہوں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کیلئے پشت قدم کو چھپانا فرض ہے (پشت قدم

تلوے) اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کے قدم بھی ستر میں داخل ہیں، اور اس حدیث کی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (یہ شرح التقایہ میں مذکور ہے۔)

عورت کا قدم ستر میں داخل ہونے کی وجہ سے خانیہ میں کہا ہے کہ نماز کے وقت عورت کے قدم کا چوتھائی حصہ دکھائی دینے سے نماز نہیں ہوگی جیسا کہ جسم کے دیگر اعضاء کا چوتھائی حصہ نظر آنے سے نماز جائز نہیں ہوتی ہے۔ البتہ نماز میں قدم یا کسی اور عضو کا چوتھائی حصہ سے کم حصہ دکھائی دے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ (مرقات، عمدۃ الرعایۃ)۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق

27/1159- شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم (جوتے اور موزے پہنے ہوئے نماز پڑھ کر) یہود کی مخالفت کرو، اس لئے کہ یہود (جوتے اور موزے پہنے ہوئے نماز نہیں پڑھتے)۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتے اور موزے پہن کر نماز پڑھنا دو شرطوں کے ساتھ مباح ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ جوتے اور موزے پاک ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ جوتا یا موزہ یا چپل اس قسم کے ہوں کہ سجدہ کی حالت میں پیروں کی تمام انگلیاں زمین پر ٹک جاتی ہوں۔ واضح ہو کہ ان شرطوں کے باوجود بھی جوتا یا چپل اتار کر نماز پڑھنا مستحب ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل جوتے اتار کر نماز پڑھنا تھا۔

اب رہا یہود کی مخالفت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہود اپنی نماز جوتا اور چپل نکال کر پڑھتے اور جوتے اور چپل پہن کر نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوا کہ یہود کی مخالفت میں جوتا اور چپل پہن کر نماز پڑھو، لیکن اس زمانہ میں یہود و نصاریٰ اپنی اپنی نماز جوتے اور موزے پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، اس لئے اس زمانے میں ان کی مخالفت یہ ہے کہ نماز جوتا اور چپل کے بغیر پڑھی جائے۔ (مرقات، عمدۃ القاری)۔

جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنے پر دوسری حدیث

28/1160- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ یکا یک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین اُتار کر بائیں جانب رکھ دیئے اور صحابہ نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی اپنے اپنے نعلین اُتار دیئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز ختم کی تو فرمایا کہ تم نے اپنی نعلین کیوں اُتاری، صحابہ نے عرض کیا کہ جب ہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک اُتار دیئے ہیں تو اس لئے ہم بھی اپنی اپنی نعلین اُتار دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی کہ نعلین میں نجاست ہے (اس لئے میں ان کو اُتار دیا) جب تم میں سے کوئی مسجد کو آئے تو دیکھ لے اگر اپنی نعلین میں نجاست پائے تو اس کو پونچھ ڈالے پھر انہیں میں نماز پڑھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں واجب ہیں، ان میں سے خفین اور نعلین کا بھی نجاستوں سے پاک ہونا شرط ہے، اس لئے ان میں سے کسی پر کوئی نجاست لگی ہو تو اس کو پاک کر دیا جائے اگر نجاست پاک نہ کی گئی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

اس لحاظ سے اس حدیث شریف میں جو واقعہ مذکور ہے اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے اور جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے پر آپ نے نعلین اُتار دیئے جن کو قذر یعنی نجاست لگی ہوئی تھی اور نماز کا اعادہ نہیں فرمایا حالانکہ مذکورہ بالا شرط کے لحاظ سے نماز کا اعادہ ضروری تھا۔ اس شبہ کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں قذر کا لفظ واقع ہوا ہے جس کے معنی نجاست کے نہیں بلکہ ایسی چیز کے ہیں جس سے طبیعت کو ناگواری ہوتی ہے جیسے رینٹھ وغیرہ، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کو ایسی ہی چیز لگی تھی اسی لئے آپ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نعلین مبارک کو نجس چیز ہی لگی ہوئی تھی تو وہ مقدار درہم سے کم تھی جس سے نماز ادا ہو جاتی ہے اور اعادہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور جبرئیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اطلاع دینا آپ کی لطافت طبع کی وجہ سے تھا تا کہ آپ نعلین مبارک اُتار دیں اور نماز اکمل طریقہ سے ادا ہو جائے۔ (مرقات: اشعة الممعات۔)

نماز پڑھتے وقت جوتے کہاں رکھے جائیں؟

29/1161- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے نعلین کو اپنی سیدھی جانب نہ رکھے اور اسی طرح اپنے بائیں جانب بھی نہ رکھے اس لئے کہ اپنے بائیں جانب رکھنے سے نعلین دوسرے کے سیدھے جانب رکھنا لازم آتا ہے (جو دوسرے کی ناگواری کا سبب بنتا ہے) البتہ نعلین کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھ لے۔

30/1162- اور دوسری روایت میں اس طرح ہے یا اپنے نعلین پہن کر نماز پڑھ لے (جبکہ دونوں پاک ہوں۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے اس حدیث کی معناروایت کی ہے۔)

جوتے پہنے بغیر نماز پڑھنے کا ثبوت

31/1163- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ننگے پیر اور کبھی نعلین پہنے ہوئے دونوں حالتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

(9/28) بَابُ السُّتْرَةِ

(یہ باب سترہ کے بیان میں ہے)
سترہ کی تعریف اور اس کے احکام

ف: سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو نمازی بوقت نماز اپنے آگے کھڑا کر لیتا ہے تاکہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو نمازی کے سجدہ کی جگہ کا امتیاز ہو جائے اور گزرنے والا گنہگار نہ ہو، سترہ طول میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں انگلی کے برابر ہو تو کافی ہے، سترہ کے لئے لکڑی، دیوار اور ستون یا ان کے علاوہ رومال یا ہاتھ کی لکڑی کو نمازی اپنے سامنے اس طرح ڈال دے کہ ایک سر قبلہ کی جانب ہو تو دوسرا نمازی کے سجدہ کی جگہ ہو، نیز نمازی کے سامنے کوئی آدمی قبلہ رخ اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹ نمازی کی طرف ہو تو یہ بھی سترہ کے حکم میں داخل ہوگا، نمازی کو چاہئے کہ وہ سترہ سے قریب کھڑا رہے اور اس کے اور سترے کے درمیان تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو، سترہ کے لئے کوئی چیز نہ مل سکے تو نمازی اپنے سامنے پتھر یا مٹی کا ڈھیر بنالے، یا طول میں ایک لکیر سجدے کی جگہ کے پاس سے شروع کر کے قبلہ کی جانب کھینچ لے، سترہ جو کچھ بھی ہو نمازی کے بالکل سامنے نہ ہو بلکہ نمازی کی سیدھی یا بائیں آنکھ کے مقابل رہے۔ (مرقات۔)

سترہ کھڑا کرنے کا بیان

1/1164- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت (نماز عید کے لئے) عید گاہ تشریف لے جاتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے آگے آگے برچھی لئے ہوئے چلتے اور برچھی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے عید گاہ میں نصب کر دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جانب ہو کر نماز ادا فرماتے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

سترہ کھڑا کرنے کے بیان پر دوسری حدیث

2/1165- ابو جَحِيفَه رَضِيَ اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ کی وادی بطح میں چمڑے کے سرخ ڈیرے میں دیکھا اور بلال رَضِيَ اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا مستعملہ پانی لئے ہوئے ہیں اور لوگوں کو دیکھا کہ اس مستعملہ پانی کو تبرکاً لینے کے لئے گرے جا رہے ہیں بس جس کسی کو اس میں سے کچھ پانی مل گیا تو اس کو وہ برکت کے لئے اپنے چہرہ پر مل رہا ہے اور جس کو نہیں ملا تو وہ اپنے ساتھ والے کے ہاتھ کی تری کو لے رہا ہے پھر میں نے بلال رَضِيَ اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے برچھی لی اور اس کو زمین میں سترہ بنانے کے لئے نصب کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامن اٹھائے ہوئے سرخ دھاریدار جوڑہ زیب تن فرمائے ہوئے ڈیرے سے نکلے اور برچھی کی جانب ہو کر ہم سب کو دو رکعت نماز (قصر) پڑھائی (اس لئے کہ آپ سفر کی حالت میں تھے) اور میں نے لوگوں کو اور جانوروں کو دیکھا کہ برچھی کے پرے سے گزر رہے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

لوگوں کی گزرگاہ نہ ہو تو بغیر سترہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے

3/1166- فضل بن عباس رَضِيَ اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم (عرب کے دستور کے مطابق تفریح کی غرض سے) اپنے جنگل میں ٹھیرے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عباس رَضِيَ اللہ عنہ بھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل میں ایسی حالت میں نماز ادا فرمائی کہ آپ کے سامنے سترہ نہ تھا اور ہمارے کتے اور گدھے آپ کے سامنے کودتے پھر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔)

ف: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نمازی کے لئے بوقت نماز سترہ قائم کرنا واجب نہیں ہے اگر عوام کی گزرگاہ ہو تو سترہ کا قائم کرنا مستحب ہے اور عوام کی گزرگاہ نہ ہونے کی صورت میں بھی سترہ کا قائم کرنا اولیٰ ہے۔ (عمدة الرعاية، اشعة اللمعات۔)

جس چیز کو چاہے اس کو سترہ بنا سکتے ہیں

4/1167- نافع رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کے اونٹ کو اپنے اور اپنے قبیلہ کے درمیان عرضاً (آڑا) بٹھاتے تھے اور (اس کو سترہ بنا کر) اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔) اور بخاری نے یہ عبارت زیادہ کی ہے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر اونٹ (چرنے یا پانی پینے) چلے جاتے تو بتلائیے کہ حضور کیا کرتے تھے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کجاوے کو لیتے اور اس کو سامنے رکھ کر کجاوے کے آخری حصہ کی پچھلی لکڑی کو (سترہ بناتے) اور اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔

نمازی کے سامنے سترہ نہ ہونے کی صورت میں کتنے فاصلے سے گزر سکتے ہیں

5/1168- طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے کی لکڑی کے برابر کسی چیز کو (سترہ بنا کر) کھڑا کر لے تو اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھے اور جو بھی اس کے پرے سے گزرے تو اس کی کوئی پروا نہ کرے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

6/1169- اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے (اس کی سجدہ کی جگہ سے) تین ہاتھ پرے سے گزریں تو یہ سترہ کا قائم مقام ہوگا۔ (یہ حکم مسجد اور صحراء دونوں کو شامل ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ابوداؤد کی اس حدیث میں ”قذف حجر“ کے الفاظ ہیں اور علماء نے قذف حجر سے مراد ”رمی جمار“ لیا ہے۔

جج کے موقع پر منی میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں اس کو ”رمی جمار“ کہا جاتا ہے، اور یہ کنکریاں تین ہاتھ کے فاصلہ سے ماری جاتی ہیں اس لئے حدیث کے الفاظ ”قذف حجر“ کا ترجمہ تین ہاتھ پرے سے گذرنا کیا گیا ہے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید

7/1170- ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا جانتا کہ اس کو (سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے میں) کس قدر گناہ ہوتا ہے تو وہ (بجائے سامنے سے گذرنے کے چالیس دن یا ماہ یا سال تک (راوی کو تعین مدت میں شک ہے) رکا ہوا کھڑے رہنا پسند کرتا۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید پر دوسری حدیث

8/1171- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے سے جب کہ وہ نمازی کی حالت میں ہو عرضاً (آڑا) گذرنے میں اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے تو اس کو سو سال تک کھڑا رہنا (نمازی کے سامنے) چلنے سے بہتر معلوم ہوتا۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید پر تیسری حدیث

9/1172- کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہوتا کہ اس پر نمازی کے سامنے سے گزرنے کا کیا گناہ ہے تو گزرنے والے کو اپنا زمین میں دھنسا دیا جانا اس گزرنے سے بہتر معلوم ہوتا۔

10/1173- اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر (اس گزرنے سے زمین میں دھنس جانا

آسان ہوتا۔) (امام مالک۔)

ف: شرح منیہ میں مذکور ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے گزرنے والا نمازی کے سجدہ کی جگہ یا نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو نماز پڑھنے والا اس کو اشارہ کر کے یا ”سُبْحَانَ اللّٰہ“ کہہ کر روکے لیکن بیک وقت ان دونوں سے نہ روکے کیوں کہ یہ بھی عمل کثیر ہے اور قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ گزرنے والے کو روکنے کے لئے نمازی عمل کثیر کا مرتکب نہ ہو۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو بغیر عمل کثیر کے روکے

11/1174- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ (نماز کے سامنے سے گزرنے والی) کوئی چیز نماز کو فاسد نہیں کرتی جہاں تک تم سے ہو سکے گزرنے والے کو روکو کیونکہ وہ شیطان ہے (کہ تمہارے سامنے سے گزر کر تمہارے خشوع میں خلل ڈالتا ہے۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: شرح منیہ میں مذکور ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے گزرنے والا نمازی کے سجدہ کی جگہ یا نماز اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو نماز پڑھنے والا اس کو اشارہ کر کے یا سبحان اللہ کہہ کر روکے لیکن بیک وقت ان دونوں سے نہ روکے کیونکہ یہ بھی عمل کثیر ہے، اور قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ گزرنے والے کو روکنے کے لئے نمازی عمل کثیر کا مرتکب نہ ہو۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

نمازی کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس سے نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا

12/1175- سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان

رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ (نمازی کے سامنے گزرنے والی کوئی چیز مسلمان کی نماز کو فاسد نہیں کرتی اور جہاں تک تم سے ہو سکے (گزرنے والے کو) روکو۔) (اس کی روایت طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔)

ف: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطاء میں کہا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے لئے مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہے تو نمازی جہاں تک ہو سکے اس کو روکے لیکن اس آدمی سے نہ لڑے۔

اگر نمازی گزرنے والے سے لڑ پڑے تو نمازی کا لڑنا گناہ میں گزرنے والے کے گناہ سے زیادہ سخت ہوگا اس لئے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا گزرنے والے کے لئے مکروہ ہے فاسد نماز نہیں، اس کے برخلاف نمازی کا اس آدمی سے لڑنا عمل کثیر ہونے کی وجہ سے خود اس کی نماز کے لئے مفسد ہوگا، اب رہا یہ کہ حدیث شریف میں نمازی کے سامنے سے گزرنے والے نمازی کو ”فَلْيُقَاتِلْهُ“، فرما کر (لڑنے کا جو حکم ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ روکنے میں مبالغہ کیا جائے نہ کہ ایسی حقیقی لڑائی اختیار کی جائے کہ جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے۔ عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔ (التعلیق الممجد۔)

نمازی کے سامنے سے گدھا، کتا یا عورت گزرے تو اس سے نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا

13/1176- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی نماز کو (اس کے سامنے سے گزرنے والی) کوئی چیز خواہ وہ کتا ہو یا گدھا ہو یا عورت ہو، فاسد نہیں کرتی اور ان کے سوا دوسرے جانور بھی نمازی کے سامنے سے گزر جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور جہاں تک تم سے ہو سکے (سامنے سے گزرنے والے کو عمل قلیل سے) روکو۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ یہ مذکورہ بالا حدیثیں اور آئندہ آنے والی حدیثیں اس حدیث کی نسخ ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ نمازی کے سامنے سے عورت، کتا یا گدھا وغیرہ گزر جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کو ابن الملک نے ذکر کیا ہے، اور حلیہ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ ان ہی مذکورہ حدیثوں سے وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں جن میں عورت، کتا، گدھا وغیرہ گزرنے سے نماز فاسد ہونے کا ذکر ہے۔

اور امام سرحسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث بھی منسوخ ہے جس میں ”فَلْيُقَاتِلْهُ“، غرما کر نمازی کو اس کے سامنے سے گزرنے والے سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔ نیز امام موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ ”فَلْيُقَاتِلْهُ“، والی حدیث میں نمازی کے سامنے سے گزرنے والے سے لڑنے کا جو حکم مذکور ہے

وہ اسلام کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ حالت نماز میں عمل کثیر کی ممانعت نہ تھی۔ 12

نمازی کے سامنے عورت کے رہنے سے اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا

14/1177- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم رات کو نماز پڑھا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان جنازہ کی طرح عرض میں سوتی تھی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے عورت ہونے سے نماز فاسد نہیں

ہوتی۔ (اشعۃ اللمعات۔)

نمازی کے سامنے عورت کے رہنے سے اس کی نماز میں خلل نہ آنے پر دوسری حدیث

15/1178- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوتی اور میرے دونوں پاؤں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان ہوتے (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنا چاہتے تو) میرے پیر کو اپنے ہاتھ سے دبا کر اشارہ فرماتے تو میں اپنے دونوں پاؤں کھینچ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر میں پاؤں دراز کر لیتی، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس زمانہ میں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازی کے سامنے سے گدھا گزرے تو اس کی نماز میں خلل نہیں آتا

16/1179- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں بالغ ہونے کے

قریب تھا اس زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک روز میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دیوار اور سترہ کے منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے پس میں صف کے کچھ حصہ کے سامنے سے گزر کر سواری سے اتر گیا اور گدھی کو (گھانس) چرنے چھوڑ کر نماز میں شریک ہو گیا اور کسی شخص نے بھی

میرے اس فعل کو برا نہ سمجھا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)
 ف: اس حدیث کے پیش نظر ابن الملک نے کہا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گدھا گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے، مقتدی کو علیحدہ سترہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صف کے سامنے گزرنے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ (مرقات۔)

نمازی کے سامنے سے لڑکی گزر جائے تو اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا

17/1180- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے عبداللہ یا عمر بن ابی سلمہؓ گزرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ فرما کر (گزرنے سے روکا)، تو وہ رک گئے پھر زینب بنت ام سلمہؓ گزریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اسی طرح اشارہ فرما کر (ان کو بھی روکا)، لیکن وہ نہ رکیں، اور آپ کے سامنے سے چلی گئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ عورتیں (مردوں پر) غالب ہو کر رہتی ہیں۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

سترہ اور سترہ کے قائم مقام چیزوں کا بیان

18/1181- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنا چاہے تو وہ (دیوار، درخت یا کھم جیسی کسی چیز کے آڑ میں) نماز پڑھے اور اگر کوئی ایسی چیز (آڑ کے لئے) نہ ملے تو اپنے ہاتھ کی لکڑی نصب کرے اور اگر لکڑی بھی اس کے پاس نہ ہو تو پھر ایک لکیر ہی کھینچ لے (یہ سب سترہ کا کام دیتے ہیں) اس کے بعد اس کے سامنے سے گزرنے والا (اس کی نماز میں) خلل نہ ڈالے گا اور گزرنے والے کو بھی گناہ نہ ہوگا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں کہا ہے کہ سترہ کے لئے لکڑی یا سترہ کے قائم

مقام کسی چیز کے نہ ہونے کی صورت میں نمازی اپنے سامنے سترہ کے مقدار کی کوئی چیز زمین پر رکھ لے اور یہ بھی نہ ہو تو زمین پر خط کھینچ لے تو یہ سترے کے قائم مقام ہیں اور اس سے سنت پر عمل ہو جاتا ہے، چنانچہ قدوری نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ زمین پر کسی چیز کو سترے کے لئے رکھنا سنت ہے واضح ہو کہ جس چیز کو بطور سترہ زمین پر رکھا جائے اس کو طول میں رکھے عرض میں آڑا نہ رکھے تاکہ اس کا طول میں رکھنا نصب کرنے کے اس طرح قائم مقام ہو جائے جس طرح کھڑے ہوئے سترہ کا سایہ طول میں گرتا ہے اگر سترہ کھڑا کرنے کے لئے لکڑی یا کوئی اور چیز نہ ہو کہ جس کو سترہ کی بجائے رکھا جاسکے تو ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کی وجہ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ آئی ہے کہ نمازی کا اپنے سامنے طول میں خط کھینچ لینا بھی مسنون ہے۔ (مرقات، عمدۃ الرعاۃ۔)

نمازی کو سترہ کے قریب رہنے کی تاکید

19/1182- سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (کسی چیز کو سترہ بنا کر) نماز پڑھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ سترہ سے اتنا قریب ہو کہ (سترہ کے نزدیک سجدہ کر سکے) تاکہ شیطان (سترہ سے دور رہنے کی صورت میں کسی کے گزرنے کے وسوسہ کی وجہ سے خشوع میں خلل ڈال کر) اس کی نماز خراب نہ کر سکے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سترہ کہاں رکھنا چاہئے

20/1183- مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ جب کبھی کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے تو اس کو اپنے دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل رکھ کر پڑھتے اور اس کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیانی جگہ کے مقابل نہیں رکھتے تھے (تاکہ بت پرستی سے مشابہت نہ ہو)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

(10/29) بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

(یہ باب نماز کی صفت یعنی کیفیت کے بیان میں ہے)

(یعنی نماز کیوں کر پڑھے اور اس کے ارکان اور اجزاء فرائض اور واجبات، سنن اور مستحبات کیا

کیا ہیں)

(1) وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ : ”وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ بینہ، پ: 30، ع: 1، آیت نمبر: 5، میں) اور ان لوگوں کو (کتاب

سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے یکسو ہو کر اس کی عبادت کریں۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت بالکلیہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے

کو کہتے ہیں اور خلوص کا دار و مدار نیت پر ہے چونکہ نماز بھی عبادت ہے اس وجہ سے اس کو خلوص نیت سے

ادا کرنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے نماز کے لئے نیت شرط ہے۔ (تعلیق اعلاء السنن۔)

(2) وَقَوْلُهُ : ”وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مدثر، پ: 29،

ع: 1، آیت نمبر: 3، میں) اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو۔

(3) وَقَوْلُهُ : ”وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلِّ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ اعلیٰ،

پ: 30، ع: 1، آیت نمبر: 15، میں) اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھتا رہا۔

ف: ان ہر دو آیتوں سے تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(5) وَقَوْلُهُ : ”فَاقْرَأْ وَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ

مزل، پ: 29، ع: 2، آیت نمبر: 20، میں) جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔

ف: اس آیت سے مطلق قرأت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(6) وَقَوْلُهُ : ”بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ . وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ شعراء، پ: 19، ع: 11، آیت نمبر: 196/195 میں) یہ قرآن صاف سلیس عربی زبان میں ہے جس کا ذکر پہلی (امتوں کی) آسمانی کتابوں میں بھی ہے۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت عربی زبان میں ہی ہونا چاہئے اگر اس کا ترجمہ پڑھا جائے تو اس کا قرآن پر اطلاق نہ ہوگا اور نماز ادا نہ ہوگی۔ 12

(7) وَقَوْلُهُ : ”وَارْكَعُوا“ رکوع کرو۔ (سورہ حج، پ: 17، ع: 10، آیت نمبر: 77۔ سورہ بقرہ، پ: 1، ع: 5، آیت نمبر: 43)۔

ف: اس آیت سے رکوع کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(8) وَقَوْلُهُ : ”كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ نساء، پ: 5، ع: 11، آیت نمبر: 77، میں) اور اپنے ہاتھوں کو روکے رہو اور نماز کی پابندی رکھو۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا منسوخ ہے۔

(9) وَقَوْلُهُ : ”وَاسْجُدُوا“ اور سجدہ کرو۔ (سورہ حج، پ: 17، ع: 10، آیت نمبر: 77)۔

ف: اس آیت سے سجدہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

نماز میں تعدیل ارکان کا حکم

1/1184- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر نماز پڑھی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے (وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر) خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جاؤ، نماز پڑھو کہ تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی (حسب الحکم) اس شخص نے واپس جا کر (پہلے کی طرح) نماز پڑھی اور خدمت گرامی میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں) (وعلیک فرما کر) ارشاد فرمایا پھر واپس جاؤ اور نماز پڑھو (کیونکہ) تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اس شخص نے تیسری مرتبہ عرض کیا کہ حضور ہی مجھے بتلائیں! (میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کا ارادہ کرو تو (پورے ارکان اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ) وضوء کرو، پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اللہ اکبر کہو اور جتنا قرآن تم کو یاد ہو اس میں سے بہ سہولت جو پڑھ سکتے ہو پڑھ لو، اس کے بعد رکوع کرو، جب رکوع نہایت اطمینان کے ساتھ کر چکو تو سر اٹھاؤ، جب اطمینان سے بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ تو سجدہ میں جاؤ، یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کو بھی ادا کر چکو تو سر اٹھاؤ اور اطمینان سے سیدھے بیٹھ جاؤ، بعد ازاں دوسرا سجدہ کرو اور اس سجدہ کو بھی اطمینان سے ادا کرو، پھر (دوسرے) سجدہ سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح پوری نماز میں کیا کرو۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے) اور ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پس جب تم نے یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اور اگر تم نے اس میں کسی چیز کی کمی کی تو اپنی نماز ناقص کر لی۔

ف (1): ترمذی کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہے اور تعدیل ارکان یہ ہے کہ نماز کے جملہ ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان کے ادا کرنے میں جلدی نہ کی جائے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ رکوع کو پورے اطمینان کے ساتھ ادا کریں، رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں بھی اطمینان سے کھڑے رہیں، اسی طرح سجدہ کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کریں اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی جلدی نہ کریں بلکہ اطمینان سے بیٹھیں الغرض اسی طرح پوری نماز کو ٹھیک ٹھیک اطمینان کے ساتھ ادا کریں اور اگر اس طرح تعدیل ارکان کے بغیر نماز ادا کی جائے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور اس کا اعادہ لازم آ جاتا ہے۔

اس حدیث میں جلدی جلدی نماز پڑھنے کی مذمت ہے جیسا کہ آج کل بعض نمازی کیا کرتے ہیں، گویا جلدی جلدی ٹھونکیں مار کر سر سے ایک بوجھ اُتارتے ہیں۔ (شرح وقایہ، ترجمہ ترمذی۔)

ف (2): بخاری کی مذکور الصدر حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ”اِقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ“ (جتنا قرآن تم کو یاد ہو اس میں سے جو بہ سہولت پڑھ سکتے ہو پڑھ لو) حدیث کے ان الفاظ سے نماز میں مطلق قرأت کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بخاری کی اسی مذکور الصدر حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا“

ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“ (دوسرا سجدہ کرو، یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں مطمئن ہو جاؤ پھر دوسرے سجدے سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرا سجدہ اور قیام کے درمیان جلسہ استراحت نہیں ہے، اگر یہاں جلسہ استراحت ہوتا تو اس کا ذکر فرمایا جاتا اور یہی مذہب حنفی ہے۔ (مرقات، اشعة المعات)۔

نماز میں تعدیل ارکان کے حکم پر دوسری حدیث

2/1185- رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نماز کو دہراؤ، کیوں کہ تم نے (ٹھیک) نماز نہیں پڑھی، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سکھا دیجئے کہ کس طرح نماز پڑھوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم (نماز کے لئے کھڑے رہو تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ اکبر کہو، پھر سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ کے لئے قرآن میں سے جو چاہو پڑھو اور جب تم رکوع کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پیٹھ کو ہموار رکھ کر اپنے رکوع کو اطمینان کے ساتھ اچھی طرح کرو (کہ سر اور سرین برابر رہیں) اور قومہ کے لئے جب تم رکوع سے سراٹھاؤ تو اطمینان کے ساتھ اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ تمام جسم کی ہڈیاں اپنی اپنی جوڑوں پر قائم ہو جائیں اور جب تم سجدہ کرو تو اطمینان کے ساتھ اچھی طرح سجدہ کیا کرو اور جب تم سجدہ سے سراٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح ہر رکعت کے رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ (یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد نے اس کی روایت کسی قدر تغیر کے ساتھ کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے اس کی روایت بالمعنی کی ہے۔)

نماز میں تعدیل ارکان کے حکم پر تیسری حدیث

3/1186- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور آخری صف میں ایک شخص تھا جو (تعدیل ارکان کے ساتھ) نماز ادا نہیں کر رہا تھا، جب وہ شخص سلام پھیرا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، اے فلاں شخص! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو؟ کیا تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ تم کیسی نماز پڑھ رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو تم جو کچھ کرتے وہ مجھ سے چھپا رہتا ہے، خدا کی قسم میں اپنے پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نماز کی صفت یعنی نماز کے ادا کرنے کی پوری کیفیت

4/1187- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ سے اور قرأت کی ابتداء ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ سے فرماتے تھے اور جب رکوع کرتے تو سر مبارک کو نہ اونچا کرتے نہ نیچا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت میں اس طرح رکھتے کہ گردن اور پیٹھ برابر رہتی اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پوری طرح اطمینان کے ساتھ سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں نہیں جاتے تھے اور اسی طرح جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اچھی طرح بیٹھے بغیر دوسرا سجدہ نہیں فرماتے اور ہر دو رکعت کے بعد (قعدہ فرماتے) اور اس میں التحيات پڑھتے اور قعدے میں بائیں پیر کے پنجہ کو زمین پر بچھاتے اور سیدھے پیر کے پنجہ کو کھڑا رکھتے اور عقبہ شیطان سے منع فرماتے تھے (عمدة الرعایۃ میں لکھا ہے کہ عقبہ شیطان یہ ہے کہ پیروں کے پنجوں کو اس طرح کھڑا کیا جائے جیسے سجدہ میں کھڑا کرتے ہیں اور پھر دونوں سرین کو ایڑیوں پر ٹکا کر ان پر بیٹھ جائے، نماز میں اس طرح بیٹھنا مکروہ ہے۔ یہ علامہ طیبی اور کرنی کا قول ہے جس کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے اور اشعة اللمعات نے بھی اس کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ لفظ عقبہ کو اسی معنی

سے زیادہ مناسبت ہے، اس وجہ سے کہ عقبہ ایڑی کو کہتے ہیں، اور نہایت میں بھی یہی مذکور ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ مرد سجدہ میں اپنی دونوں باہیں (پہنچے اور کہنی کی درمیانی ہڈی) درندوں کی طرح زمین پر بچھائے (یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتوں کو چاہئے کہ سجدہ میں اپنی باہیں بچھایا کریں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو سلام پھیر کر ختم فرماتے تھے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز کی صفت یعنی نماز کے ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

5/1188- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہہ کر نماز شروع فرماتے، پھر رکوع کو جاتے تو ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے، پھر جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو ”سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ فرماتے اور جب بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے تو ”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ فرماتے پھر سجدے کے لئے جاتے ہوئے ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے اور جب سر کو سجدہ سے اٹھاتے تو ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے، پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے، پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے، اسی طرح نماز میں کہا کرتے تھے اور جب دو رکعت پڑھ کر (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت

6/1189- عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم براد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے، عطاء کہتے ہیں کہ سالم میرے پاس مجھ سے زیادہ ثقہ ہیں سالم نے کہا ہے کہ ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کی تعلیم کے لئے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جس طرح نماز پڑھتے تھے وہ بتلائے دیتا ہوں، پھر آپ نے ہم کو چار رکعت نماز پڑھائی جس میں ہر رکن میں جانے کے لئے جھکتے وقت اور رکن سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے (بجز رکوع سے اٹھتے وقت کہ اس میں ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتے تھے) اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح معانی الآثار“ میں ”باب الخفض فی الصلوۃ هل فیہ تکبیر“ کے تحت ابن عبد الرحمن بن ابی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کر کے لکھا ہے کہ ایک جماعت کا یہ عمل رہا ہے کہ وہ نماز میں خفض یعنی رکوع اور سجدہ میں جانے کے لئے جھکتے وقت اللہ اکبر نہیں کہتے ہیں، اور بنو امیہ کا بھی یہی عمل تھا لیکن متعدد متواتر احادیث جن کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں بیان فرمایا ہے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی رکن میں جانے کے لئے جھکتے وقت ایسے ہی اللہ اکبر کہتے جیسے اس رکن سے اٹھتے وقت اللہ اکبر فرمایا کرتے تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا عمل بھی یہی تھا اور ائمہ مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام طحاوی کی مذکورہ بالا حدیث اور ذیل کی بخاری کی دونوں حدیثیں اس کا بین ثبوت ہیں۔

نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

7/1190- سعید بن الحارث بن المعلی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہماری تعلیم کے لئے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو انہوں نے پہلے سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور (دوسرے) سجدہ میں جاتے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہا ہے اور پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور (نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح عمل فرماتے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں صرف پہلے سجدہ سے اٹھتے وقت اور دوسرے سجدہ میں جاتے وقت اور قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت تکبیروں کے بلند آواز سے کہنے کا ذکر ہے اور دیگر ارکان میں جاتے وقت تکبیر کہنے کا ذکر نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت یہی تین مذکورہ موقعوں میں تکبیر کہنے پر بحث ہو رہی تھی، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر تکبیرات نہ کہی گئی ہوں، چنانچہ اسماعیل کی روایت میں باقی اور تکبیرات کا ذکر موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات)۔

نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث

8/1191- عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک بوڑھے آدمی (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے پوری نماز میں جہر کے ساتھ بائیس دفعہ اللہ اکبر کہا (اس میں تکبیر تحریمہ اور قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت کی تکبیر بھی شامل ہے) میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ صاحب احمق معلوم ہوتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عکرمہ تم سے تعجب ہے (تم کو معلوم نہیں کہ) یہ تو حضور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت

9/1192- عبدالجبار بن وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو لکیوں کے مقابل ہو جاتے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد کی روایت بھی انہیں سے اسی طرح ہے)۔

10/1193- اور حاکم نے مستدرک میں اور دارقطنی نے اور بیہقی نے سنن میں انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کے اسناد بخاری اور مسلم کی شرط

کے موافق ہیں اس لئے صحیح ہیں اور حاکم نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے اس میں کوئی علت نہیں پائی۔
11/1194- اور ابوداؤد کی ایک روایت ہے نسائی، طبرانی، دارقطنی اور مسلم میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز شروع فرماتے وقت اپنے ہاتھوں کو دونوں کانوں کے مقابل اٹھاتے دیکھا ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ثبوت پر دوسری حدیث

12/1195- بشیر بن نھیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا تو آپ کے دونوں بغلوں کو دیکھ سکتا تھا، (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔) (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کا بیان

13/1196- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ اپنے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے سامنے اس طرح اٹھائے کہ دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے مقابل کیا اور اس کے بعد آپ نے اللہ اکبر فرمایا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

14/1197- اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (تکبیر تحریمہ کہنے کے قبل) اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لولکیوں تک اٹھاتے تھے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کہنے کے قبل اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں کی لولکیوں کے مقابل رکھا جائے پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے اور خفی مذہب یہی ہے۔ (اشعة الممعات۔)

پہلے کانوں تک ہاٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کے بیان پر دوسری حدیث

15/1198- ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو روبہ قبلہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے پھر اللہ اکبر فرماتے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

عورتوں کا حکم

ف: تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم مردوں سے متعلق ہے اس کے برخلاف عورتیں نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھاویں، لیکن ہاتھ دوپٹے سے باہر نہ نکالیں۔ (طحاوی۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت

16/1199- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر بلند فرماتے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے مقابل ہو جاتے تھے۔

(اس کی روایت امام احمد اور اسحاق بن راہویہ نے کی ہے اور دارقطنی نے اپنی سنن میں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور دارقطنی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں) پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔
(اور طحاوی، بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

17/1200- عبدالعزیز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں پہلی تکبیر کے وقت (جس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں) اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے مقابل اٹھایا کرتے اور تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں پھر ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: ”كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ“ (سورہ نساء، پ: 5، ع: 11، آیت نمبر: 77) یعنی تم اپنے ہاتھوں کو روکو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ صاحب ”الکنز المدفون والفلک المشحون“ نے کہا ہے کہ اس قول باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل ہے کہ شروع نماز کی تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں تکبیرات انتقالات کے وقت رفع یدین (یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کو) ترک کیا جائے۔ (تاکہ ”كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ“ کے حکم کی تکمیل ہو۔) 12

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

18/1201- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں (نماز پڑھ کر) تم لوگوں کو بتلائے دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا کیسا تھا یہ کہہ کر آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو صرف ایک ہی دفعہ (تکبیر تحریمہ کے لئے) اٹھایا پھر آپ نے (پوری نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں فرمایا۔

19/1202- اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے (تکبیر تحریمہ کے سوا) رفع یدین

نہیں کیا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

اور علامہ ہاشم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین“ میں لکھا ہے کہ نسائی کی مذکورہ حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اس لئے نسائی کی یہ حدیث بخاری اور مسلم کی حدیثوں کی طرح صحیح ہے۔

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

20/1203- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کی جیسی نماز نہ پڑھا دوں؟ (علقمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ کہہ کر نماز پڑھائی تو ایک ہی دفعہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے۔ (پھر پوری نماز میں انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔) (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

21/1204- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ لوگوں سے) فرمایا (آؤ) میں تم لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھوں (یعنی تمہیں عملی طور پر دکھا دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کے بارے میں کیا کرتے تھے) پھر آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت) ہاتھ اٹھایا، اس کے بعد (پوری نماز میں پھر رفع یدین نہیں کیا۔) (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔) اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور ترمذی نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن ہے، کئی صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین رفع یدین نہ کرنے کے قائل ہیں، نیز سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ (اور یہی حنفی مذہب ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

22/1205- علقمہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (شروع نماز میں) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے پھر باقی نماز میں رفع یدین کا اعادہ

نہیں فرماتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث

23/1206- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم (ایک بار) ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ (درمیان نماز میں) رفع یدین کر کے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی طرح (بار بار) ہلاتے رہتے ہو، (ایسا مت کرو) اور نماز میں سکون اور اطمینان سے رہا کرو۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف (1): جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جس کی روایت مسلم نے کی ہے اس کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ (نماز میں سکون اور اطمینان سے رہا کرو)۔

اس ارشاد گرامی سے یہ مقصود ہے کہ درمیان نماز میں ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے نماز کے سکون و اطمینان میں خلل ہوتا ہو اس لئے ہر وہ عمل جس سے نماز کے سکون میں خلل ہوتا ہو ممنوع ہوگا اور ظاہر ہے کہ درمیان نماز میں بار بار رفع یدین سے نماز کے سکون اور اطمینان میں خلل واقع ہوتا ہے، اس وجہ سے اس حدیث میں درمیان نماز میں رفع یدین سے منع کیا گیا ہے۔

ف (2): اسی مذکور الصدر حدیث میں ارشاد ہوا ہے: ”مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهُمْ أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔

(کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ (درمیان نماز میں رفع یدین کر کے) اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح بار بار ہلاتے رہتے ہو، (ایسا مت کرو) اور نماز میں سکون و اطمینان سے رہا کرو)۔

حدیث کے ان الفاظ سے درمیان نماز میں رفع یدین کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ حضرات جن کے پاس درمیان نماز میں رفع یدین جائز ہے انہوں نے ”مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ..... الخ“ سے قعدہ میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلا کر اشارہ کرنا مراد لیا ہے جس پر

بعض لوگوں کا عمل تھا، حالانکہ جس حدیث میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلا کر اشارہ کرنے سے منع کیا گیا وہ دوسری حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

”مَا لَهُوَلَاءِ يُؤْمُونَ بِأَيْدِيهِمْ كَأَنَّهَُا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ، إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ ثُمَّ يَسَلِّمْ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ“.

(ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہلا کر اشارہ کرتے ہیں، ان کو چاہئے کہ ہاتھوں کو اپنے رانوں پر رکھیں پھر سیدھے اور بائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کریں) یہی وہ حدیث ہے جس سے قعدہ میں بوقت سلام ہاتھوں کو ہلا کر اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کے تقابل سے حسب ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

صدر کی پہلی حدیث کے یہ الفاظ ہیں ”مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهُمَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ، اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ درمیان نماز میں رفع یدین نہ کیا جائے کیوں کہ درمیان نماز میں بار بار رفع یدین سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

اس حدیث کے ان ہر دو جملوں سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ رفع یدین کی ممانعت کا تعلق درمیان نماز سے ہے نہ کہ آخر نماز سے اگر ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کے حکم کو نماز کے آخری حصہ سلام کے وقت سے متعلق کیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو ”اسْكُنُوا“ کا حکم بے محل ہو جائے گا کیوں کہ سلام سے تو نماز ہی ختم ہو جاتی ہے اور نماز ختم ہو جانے کے بعد سکون و اطمینان سے رہنے کا کیا موقع ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ صدر کی حدیث جس میں ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ مذکور ہے اس حدیث کو درمیان نماز میں رفع یدین کی ممانعت ہی سے متعلق کیا جائے، اس کے برخلاف دوسری حدیث میں ”رَافِعِي أَيْدِيكُمْ“ کے بجائے ”يُؤْمُونَ بِأَيْدِيهِمْ“ کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہاتھوں سے اشارہ کرنے کے ہیں اور اسی طرح اس دوسری حدیث کے آخر میں ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کی بجائے ”إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ..... الخ“ کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں ہاتھوں کو اپنے رانوں پر رکھ کر سلام کیا جائے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں حدیثیں اپنے اپنے الفاظ اور معانی کے لحاظ سے بالکل جدا ہیں۔ صدر کی پہلی حدیث کا تعلق بالکل درمیان نماز میں رفع یدین کی ممانعت سے ہے اور دوسری حدیث کا تعلق بوقت سلام قعدہ میں ہاتھوں کو ہلا کر اشارہ

کرنے کی ممانعت سے ہے۔

دونوں حدیثوں کے اس تقابل سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر دو حدیثیں اپنے اپنے موقع کے لحاظ سے علیحدہ ہیں اور دونوں کا جدا جدا حکم ہے اور اس طرح ایک حدیث کے حکم کو دوسرے حدیث کے حکم سے متعلق کرنا قیاس مع الفاروق ہے جو کسی حیثیت سے درست نہیں۔ (مرقات۔) 12

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث

24/1207- سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی

گیہوں کی منڈی میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے، امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی اور زہری، سالم سے روایت کرتے ہیں اور سالم اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں فرماتے تھے، امام اوزاعی نے کہا کہ میں آپ کو حدیث سن رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور آپ کہتے ہیں کہ

حدیث بیان کی مجھ سے حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہ تھے۔

اگرچہ کہ ابن عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے، اب رہے اسود تو ان کے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا۔

(اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند میں کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث

25/1208- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے، ابن عمر تکبیر اولیٰ یعنی تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کی روایت طحاوی نے کی ہے (اور طحاوی نے کہا ہے کہ یہی ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر خود انہوں نے رفع یدین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ترک کر دیا۔ پس ابن عمر کا رفع یدین کو ترک کرنا اس وجہ سے ہے کہ جس رفع یدین کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا تھا اس کا منسوخ ہونا ان کے پاس ثابت ہے اور رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل ان کے پاس قائم ہو چکی ہے، (ورنہ وہ رفع یدین کو درمیان نماز میں کبھی ترک نہ کرتے۔)

اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ جس رفع یدین کے متعلق رفع یدین کے قائلین دلیل لاتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہے کہ رفع یدین پر عمل ابتدائی اسلام میں ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا اور رفع یدین منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

26/1209- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے وقت

رفع یدین کر رہا ہے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کر رہا ہے تو اس سے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین مت کیا کر، یہ ایسی چیز ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کیا کرتے تھے اور پھر اس کو ترک فرما دیئے ہیں۔

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث

27/1210- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اسود نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پھر (پوری نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔
(اس کی روایت طحاوی اور بیہقی نے کی ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت میں گیارہویں حدیث

28/1211- عاصم بن کلیب الجرمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، صرف پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد باقی نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(اس کی روایت امام محمد اور طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔)

اور علامہ عینی نے یہ بھی کہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا باقی پوری نماز میں رفع یدین کا منسوخ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ثابت ہو چکا تھا جب ہی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھنے کے باوجود پھر بھی تکبیر تحریمہ کے سوا باقی پوری نماز میں رفع یدین ترک فرمایا اگر رفع یدین کا منسوخ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ثابت نہ ہوتا تو آپ خود اپنی طرف سے

رفع یدین ہرگز ترک نہ کرتے۔

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر بارہویں حدیث

29/1212 - علقمہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پھر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی نماز پڑھی ہے۔ یہ تینوں حضرات رفع یدین شروع نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا کرتے تھے اور باقی پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(اس کی روایت دارقطنی اور ابن عدی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیرہویں حدیث

30/1213 - ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عبداللہ ابن مسعود

رضی اللہ عنہ شروع نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھ اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چودھویں حدیث

31/1214 - ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد

نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین مت کیا کرو۔ (اس کی روایت امام محمد نے مؤطا اور الآثار میں کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پندرہویں حدیث

32/1215 - حصین بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو

بن مرہ رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، عمرو نے بیان کیا کہ مجھ سے

علقمہ بن وائل حضرمی رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کے واسطے سے حدیث بیان کی ہے کہ ان کے والد وائل حضرمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا کہ آپ نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرمایا اور اسی طرح رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین فرمایا (یہ سن کر) ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ (وائل حضرمی جو کہہ رہے ہیں) میں اس کو نہیں جانتا، معلوم ہوتا ہے کہ وائل حضرمی نے صرف اسی ایک دن کی نمازوں میں (جبکہ وہ خدمت اقدس میں وفد بن کر حضرموت سے حاضر ہوئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (درمیان نماز میں) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور اسی کو انہوں نے یاد رکھ لیا لیکن ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم (جو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر رہ کر) شریک نماز ہوتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا ہمیشہ کا واقعہ نہ ہونے کی وجہ سے اس (ایک دن کی نمازوں کے رفع یدین) کو یاد رکھا (ابراہیم نخعی کہتے ہیں) اسی لئے میں نے ان حضرات میں سے کسی ایک سے بھی یہ نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (درمیان نماز میں) رفع یدین کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان سب حضرات کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ شروع نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے (اس کے سوا باقی نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے)۔ (اس کی روایت امام محمد نے مؤطاء میں کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر سولہویں حدیث

33/1216- عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں حضرموت کی مسجد میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہما اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حدیث بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل رفع یدین کیا کرتے تھے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کیا کرتے تھے میں نے اس واقعہ کا تذکرہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تو انہوں نے غصہ میں آ کر فرمایا کیا وائل رضی اللہ عنہ نے ہی رفع یدین کرتے دیکھا ہے اور اس کو ابن مسعود اور ان کے ساتھی دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں دیکھا (کیا یہ قرین قیاس ہے؟)۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر سترہویں حدیث
34/1217- مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ
عنہ سے وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ وائل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز شروع
کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرماتے ہوئے دیکھا ہے (یہ
سن کر) ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اگر وائل رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ (قبل رکوع
اور بعد رکوع) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کو پچاسوں مرتبہ دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (قبل رکوع اور بعد رکوع) رفع یدین نہیں
کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ یہاں رفع یدین سے متعلق دو طرح کی حدیثیں آتی ہیں، ایک وائل حضری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع اور بعد رکوع رفع یدین فرماتے تھے اور دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع بعد رکوع رفع یدین نہیں فرماتے تھے اور دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع بعد رکوع رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ اس طرح رفع یدین سے متعلق احادیث میں تعارض پایا جاتا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رفع یدین کے بارے میں اُن احادیث کو ترجیح حاصل ہے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں قبل رکوع اور بعد رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت نہیں ہے۔

وائل حضری رضی اللہ عنہ وفد بن کر حضرموت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور آپ کو صرف چند دن صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع ملا، اس کے برخلاف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیشہ صحبت بابرکت میں اس طرح حاضر رہتے تھے کہ اجنبی حضرات آپ کی اس حاضر باشی کی وجہ

آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شمار کرنے لگے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے زیادہ قدیم ہیں، اس لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے احادیث کو وائل رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر ترجیح حاصل ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اس لئے بھی قابل ترجیح ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے ان جلیل القدر مہاجرین صحابہ میں ہے جو سفر و حضر میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت فیض درجت میں حاضر رہتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس تقرب کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، جس کو خود صاحب مشکوٰۃ نے اپنے رسالہ ”الا کمال فی اسماء الرجال“ میں ذکر کیا ”رضیت لامتی ما رضی بہا ابن ام عبد“ (میری امت کے لئے ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ جن باتوں کو پسند کریں مجھے بھی وہ باتیں پسند ہیں) یہی وہ امتیاز ہے جس کی بناء پر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وائل حضرمی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو زیادہ سمجھنے والے ہیں اسی وجہ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو وائل حضرمی رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر ترجیح حاصل ہے۔ (شرح معانی الآثار)۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت

35/1218 - علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

36/1219 - قبیصہ بن ہلب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ہلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہلب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے تو اپنے بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر تیسری حدیث

37/1220- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم پیغمبروں کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطار جلد کریں اور سحر کرنے میں تاخیر کریں اور نماز میں اپنے سیدھے ہاتھوں کو اپنے بائیں ہاتھوں پر رکھیں۔

(اس کی روایت طبرانی نے سند صحیح سے کی ہے اور طیالسی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

38/1221- اور مسلم کی ایک روایت میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے تھے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر چوتھی حدیث

39/1222- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں نماز میں بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سیدھے ہاتھ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

(اس کی روایت ابن ماجہ اور نسائی نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر پانچویں حدیث

40/1223- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) لوگوں کو حکم تھا کہ وہ نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

41/1224- اور نسائی کی ایک روایت میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے

ہیں کہ میں نے (دل میں) یہ بات ٹھان لی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دیکھوں گا کہ آپ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں؟ چنانچہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر فرمایا

پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھائے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ (کی ہتھیلی کو) بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ کر سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیاں سے (حلقہ بنا کر) بائیں ہاتھ کے پہنچے کو (اس طرح) پکڑ لیا کہ (سیدھے ہاتھ کی باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کے) پہونچے کے بالائی حصہ یعنی کلائی پر تھیں۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تحقیق

ف (1): واضح ہو کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق حنفی مذہب میں تین قول ہیں، (1) ایک یہ ہے کہ پہلے اللہ اکبر کہے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس کی روایت نسائی نے کی ہے، (2) دوسرا قول یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ اور رفع یدین ساتھ ساتھ کئے جائیں، جیسا کہ وائل رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے کی ہے، اس قول کو خانیہ، خلاصہ، تحفہ، بدائع، محیط، قدوری اور قاضی خاں نے اختیار کیا ہے اور بقالی نے اس دوسرے قول کو جمیع احناف کی طرف منسوب کیا ہے اور حلیہ نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے، (3) تیسرا قول یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے پھر اللہ اکبر کہے اور یہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت امام بخاری نے کی ہے، نیز ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی سے بھی اس حدیث کی روایت ہے، مجمع نے اس قول کو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے منسوب کیا ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اس تیسرے قول کو اکثر فقہائے احناف نے اختیار کیا ہے اور غایۃ البیان نے بھی اس قول کو جمہور علماء احناف کی طرف منسوب کیا ہے اور صاحب ہدایہ کے پاس یہی تیسرا قول مفتی بہ ہے۔ (رد المحتار، عمدۃ الرعاہ۔)

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی تحقیق

ف (2): نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ تین طرح کی ہیں، ایک حدیث میں ہاتھ کو ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے اور تیسری حدیث میں ہاتھ کو پہونچے کے بالائی حصہ یعنی کلائی پر رکھنے کا ذکر ہے۔

واضح رہے کہ جب کبھی کسی مسئلہ میں مختلف حدیثیں آتی ہیں جس سے ان میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اُصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے ایسی کوشش کی جائے کہ ان جملہ مختلف احادیث پر عمل ہو سکے اور ان میں سے کوئی حدیث چھوٹے نہ پائے۔

اسی قاعدے کے پیش نظر ہمارے فقہاء نے تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو مختلف احادیث آئی ہیں ان سب پر اس طرح عمل کیا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی چھوٹے نہیں پاتی، اسی لئے انہوں نے فرمایا ہے کہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھگلی سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے پہونچے کو اس طرح پکڑ لے کہ باقی تین انگلیاں بائیں پہونچے کے بالائی حصہ یعنی کلائی پر رہیں۔

اس سے یہ صادق آتا ہے کہ نمازی نے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا ہے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں کلائی پر بھی رکھا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑ لیا ہے، اس طرح نمازی نے ہاتھ باندھنے سے متعلقہ جملہ مختلف حدیثوں پر عمل کیا ہے۔ (حلی، رد المحتار)۔

عورتوں کا حکم

ف (3): نماز میں ہاتھ باندھنے کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے لیکن عورتیں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں۔ (طحاوی)۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں

42/1225 - علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وائل رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے،) اور عمدة الرعاۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، حافظ قاسم بن قطلوبغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابوالطیب المذنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں، اس پر دوسری حدیث
43/1226 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نماز میں ناف کے
 نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

(اس کی روایت ابو داؤد، امام احمد اور ابن ابی شیبہ، دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں، اس پر تیسری حدیث
44/1227 - ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے
 سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔)

عورتوں کا حکم

ف: نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کا حکم مردوں سے متعلق ہے، اس کے
 برخلاف عورتیں تکبیر تحریمہ کے بعد اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ لیں۔ (سعایت)۔

نماز میں طویل قیام کی فضیلت

45/1228 - جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ جس نماز میں قیام دراز ہو وہ نماز زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔
 (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کو طویل کرنا زیادہ رکعتوں کے پڑھنے سے
 افضل ہے، جیسے ایک شخص رکعتیں کم پڑھتا ہے مگر زیادہ قرآن پڑھ کر قیام کو طویل کر رہا ہے تو ایسے شخص کی
 نماز اس شخص کی نماز سے افضل ہے جو قیام میں قرآن کم پڑھتا ہے لیکن زیادہ رکعتیں ادا کرتا ہو، اس لئے
 قیام میں قرآن پڑھا جاتا ہے لیکن زیادہ رکعتوں کے رکوع اور سجود میں زیادہ تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اور
 ظاہر ہے کہ قرآن کو تسبیحات پر فضیلت حاصل ہے۔

طویل قیام کو رکعتوں کی کثرت پر اس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں آٹھ رکعات ادا فرماتے لیکن ان رکعتوں میں قرآن کی طویل ترین سورتیں تلاوت فرما کر قیام کو طویل فرمایا کرتے تھے حنفی مذہب میں طویل قیام کی فضیلت ہی پر فتویٰ ہے۔ واضح رہے کہ زیادہ رکعتوں کے پڑھنے پر طویل قیام کو جو فضیلت حاصل ہے، اس کا تعلق نوافل سے ہے اس کے برخلاف فرض نمازوں کے قیام، رکوع اور سجود کو سنت کے موافق ادا کرنا ہی افضل ہے۔ (ملقی، کنز، مرقات۔)

نماز میں رکوع کرنے کا مسنون طریقہ

46/1229- عباس بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ یہ چار صحابہ یعنی) ابوجمید، ابواسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا آپس میں تذکرہ کیا، ابوجمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ میں تم میں سب سے بہتر جانتا ہوں (یہ کہہ کر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کرنے کو اس طرح بیان کیا کہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھ دیئے گویا ان سے گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو کھینچی ہوئی کمان کی تانت کی طرح بنا کر ان کو پہلوؤں سے جدا رکھا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر دوسری حدیث

47/1230- ابوعبدالرحمن سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (نماز میں رکوع کے وقت) سنت یہ ہے کہ گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

48/1231- اور طبرانی کی ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! جب تم رکوع کرو تو دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھو۔

عورتوں کا حکم

ف: رکوع کرنے کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے اس کے برخلاف عورتیں رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دیں اور دونوں بازو پہلو سے خوب ملائے رکھیں اور دونوں پیر کے ٹخنے بالکل ملا دیں۔ (ردالمحتار، طحاوی۔)

نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر تیسری حدیث

49/1232۔ وابصہ بن معبد سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ جب آپ رکوع فرماتے تو اپنی پشت مبارک کو اس قدر سیدھی رکھتے کہ اگر اس پر پانی ڈالی دیا جاتا تو ٹھہر جاتا۔
(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر چوتھی حدیث

50/1233۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو سر مبارک کو نہ اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے جھکاتے بلکہ درمیانی حالت میں (پیٹ کے برابر رکھتے۔)
(اس کی روایت ابن ماجہ، ترمذی، مسلم اور ابن حبان نے کی ہے۔)

نماز میں قومہ، سجدہ اور جلسہ کا مسنون طریقہ

51/1234۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تو فوراً سجدہ نہیں کرتے جب تک کہ اطمینان کے ساتھ

سیدھے کھڑے نہیں ہو جاتے تھے اور جب سجدہ کرتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے تو فوراً دوسرا سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ (دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے) نہیں بیٹھ جاتے۔
(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

52/1235- اور ابو داؤد میں ابو حمید رضی اللہ عنہ سے جو طویل حدیث مروی ہے (اس حدیث میں قومہ کے بعد سجدہ کرنے کا اس طرح ذکر ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قومہ کے بعد) فوراً زمین پر سجدہ میں گر جاتے اور (سجدہ کی حالت میں) اپنے دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے علیحدہ رکھتے اور اپنے دونوں پیر کی انگلیوں کو اس طرح موڑتے کہ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہتا پھر سجدہ سے سر اٹھاتے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے پھر آپ اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اچھی طرح اپنی اپنی جگہ قرار پا جاتی پھر دوسرا سجدہ فرماتے۔

53/1236- اور ابو داؤد کی ایک دوسری روایت (جو ابو حمید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، اس میں سجدہ کی کیفیت میں یہ بھی اضافہ ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (سجدہ میں) سجدے سے فارغ ہونے تک اپنی رانوں کو کشادہ رکھتے اور شکم مبارک کے کسی حصہ کو رانوں سے لگنے نہ دیتے۔

عورتوں کا حکم

ف: سجدہ کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے لیکن عورتیں جب سجدے میں جائیں تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھیں پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھیں اور انگلیاں خوب ملا لیں، پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پیشانی رکھیں اور سجدے کے وقت پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھ دیں اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھیں مگر پاؤں کھڑے نہ کریں بلکہ دائیں طرف کو پاؤں نکال دیں اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کریں کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور بائیں دونوں پہلوؤں سے ملا دیں اور دونوں بائیں زمین پر رکھ دیں۔ (در مختار)۔

سجدہ میں چہرہ رکھنے کا مسنون طریقہ

54/1237- ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے براء بن

عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں چہرہ مبارک کہاں رکھتے تھے؟ تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (چہرہ کو سجدہ کی حالت میں) اپنے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ترمذی اور طحاوی نے کی ہے اور مسلم، ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

سجدہ میں ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ

55/1238- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل رہتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور اسحاق بن راہویہ نے کی ہے۔)

56/1239- اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ (تومہ کے بعد) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر فرما کر سجدہ کیا تو سجدہ میں آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے ایسے ہی مقابل تھے جیسا کہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل رہتے تھے۔

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کا ثبوت

57/1240- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے اٹھتے تو زمین پر یا گھٹنوں (جیسا کہ شرح سفر السعاده میں مذکور ہے 12) پر ہاتھ ٹیکے بغیر اور جلسہ استراحت کئے بغیر) اپنے پیر کے بچوں کے بل اٹھتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔) (جلسہ استراحت یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد جب قیام کے لئے اٹھیں تو کچھ دیر بیٹھ کر اٹھیں اور یہ جلسہ استراحت حنفی مذہب

میں ثابت نہیں ہے۔ (عمدة الرعاية -)

ف: اس حدیث میں پیر کے بچوں کے بل اٹھنے کا جو ذکر ہے وہ دوسرے سجدے کے بعد دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کے لئے اٹھنے سے متعلق ہے اور اس میں اٹھتے وقت ہاتھوں کو زمین یا زانو پر ٹیکنے کی اور جلسہ استراحت کرنے کی ممانعت ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ لیکن ضعیف العمری یا کسی اور عذر کی وجہ ہاتھوں کو زمین یا زانو پر ٹیکنے کے بغیر اٹھنا ممکن نہ ہو تو جلسہ استراحت کئے بغیر ہاتھوں کو زمین یا زانو پر ٹیک کر اٹھ سکتے ہیں۔ (رد المحتار، شرح سفر السعادت، یعنی، فتح القدیر۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

58/1241- عیاش بن سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں موجود تھے اور اس مجلس میں ابو ہریرہ، ابواسید اور ابو جمید الساعدی اور دیگر انصار رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور یہ سب آپس میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز کا تذکرہ کر رہے تھے تو ابو جمید رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ تم سب سے زیادہ جانتا ہوں، کیوں کہ میں نے بہت جستجو کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بغور دیکھا ہے، یہ سن کر صحابہ نے کہا اچھا ہمیں بتلائیے تو ابو جمید اٹھ کر نماز پڑھنے لگے اور سب دیکھنے لگے (ابو جمید نے) اس طرح نماز شروع کی کہ پہلے ”اللہ اکبر“ کہا اور فقط اسی تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر عیاش نے یہی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے (دوسرے سجدے سے قیام کے لئے کھڑے ہونے کا ذکر اس طرح کیا کہ) ابو جمید رضی اللہ عنہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے جب سر اٹھائے تو جلسہ استراحت کئے بغیر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

59/1242- روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں (دوسرے سجدے

کے بعد جب قیام کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے پنچوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے کی ہے۔)

60/1243- اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی دوسری روایت میں ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ (کہ وہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث **61/1244-** شععی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر، حضرت علی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں (دوسرے سجدے کے بعد قیام کے لئے اٹھتے) تو اپنے پنچوں کے بل اٹھتے تھے (اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔) (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث **62/1245-** نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ (کا زمانہ) پایا ہے اور (دیکھا ہے کہ) ان میں سے ہر ایک جب پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدہ ثانیہ سے اپنے سر کو اٹھایا کرتے تو جلسہ استراحت کئے بغیر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

63/1246- اور عبدالرزاق نے ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے بھی اس طرح روایت کی ہے، (کہ یہ سب حضرات بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔)

سجدہ اور قعدہ اولیٰ سے قیام کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ

64/1247- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے نمازی کو (دوسرے سجدہ سے دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے یا قعدہ اولیٰ سے تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت) اپنے ہاتھوں سے (زمین یا زانو پر) ٹیکا دینے کی ممانعت فرمائی ہے۔
(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

65/1248- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور سیدھے پیر کو کھڑا کرتے۔
(اس کی روایت ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، سفیان ثوری اور امام ابن المبارک اور کوفہ والوں کا بھی یہی قول ہے، ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

عورتوں کا حکم

ف: قعدہ میں بیٹھنے کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے لیکن عورتیں قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بائیں چوڑ پر بیٹھیں اور اپنے دونوں پاؤں اور داہنی طرف نکال دیوں اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیں اور انگلیاں خوب ملا کر رکھیں۔ (رد المحتار۔)

قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کے مسنون طریقہ پر

دوسری حدیث

66/1249- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرزند ہیں وہ اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ (جب نماز میں بیٹھے) تو سیدھا قدم کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیاں قبلہ رخ رہیں، اور بائیں پیر پر بیٹھے۔
(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

قعدہ میں یادوںوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کے مسنون طریقہ پر تیسری حدیث

67/1250- رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا کہ جب تم (نماز میں) بیٹھو تو (بایاں پیر بچھا کر) اس پر بیٹھا کرو۔
(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)
ف: ذیل میں جو حدیثیں آرہی ہیں ان کے مطالعہ سے پہلے ضروری ہے کہ چند امور کی وضاحت پیش نظر رہے تاکہ ان احادیث کا مفہوم سمجھ میں آسکے۔

(1) قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کی بحث

نماز کے قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد درود پڑھنے کے متعلق مذہب حنفی یہ ہے کہ مطلقاً درود کا پڑھنا سنت موکدہ ہے، چنانچہ سعایہ میں لکھا ہے کہ ”ان السنة المؤکدة هو مطلق الصلوة بعد التشهد لخصوص بعض الفاظها والیہ یشیر کلام عامة فقہائنا“۔
(التحیات کے بعد نماز میں درود شریف پڑھنے کے بارے میں جو مختلف الفاظ آئے ہیں ان میں سے بلا قید الفاظ مطلقاً کسی ایک درود کا پڑھنا سنت موکدہ ہے اور عامۃ فقہاء کا قول یہی ہے۔)
شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں درود کے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا شمار فرض نماز سے نہیں ہے، درود کے فرض نہ ہونے پر فقہاء حنفیہ نے کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام بھیجنا ہم نے سیکھ لیا اب ارشاد فرمائیے کہ نماز میں ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو!

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ“۔ (اے اللہ درود نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم پر)۔) اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو درود اس وقت سکھایا جبکہ آپ سے درود کے متعلق پوچھا گیا، اگر نماز میں درود کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ پوچھنے

سے پہلے ہی سکھا دیتے، نماز میں درود کے فرض نہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک اعرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض نماز سکھائے تو اس میں درود کا ذکر نہیں فرمایا۔ (یہاں مبسوط کی عبارت ختم ہوئی۔)

(2) نماز کے ختم پر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ کہنے کی بحث

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ نماز میں تشہد اور درود کے بعد ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ“ کہہ کر نماز کو ختم کرنے کے بارے میں دو (2) روایتیں آئی ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ لفظ سلام سے نماز ختم کرنا واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سنت ہے، علامہ عینی نے عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، قتادہ، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، ابن جریر طبری ان سب حضرات رحمۃ اللہ و رضوان کا یہ متفقہ قول نقل کیا ہے کہ آخر نماز میں ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ“ کہنا فرض نہیں ہے اسی وجہ سے اگر نمازی نماز کے آخر میں سلام کو ترک کر دے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رد المحتار میں فتح کے حوالہ سے سلام کے سنت ہونے پر دوسرا قول بھی نقل کیا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا سنت ہے اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نیز سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، امام اوزاعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا سنت ہے، اس وجہ سے سلام کہے بغیر نماز کو ختم کر دیا جائے تو بھی نماز درست ہو جائے گی، امام ابن قاسم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب امام آخر نماز میں سلام سے پہلے قصداً وضوء توڑ دے تو بھی اس کی نماز درست ہوگئی۔

لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنے کے سنت ہونے پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھائی تو ارشاد فرمایا کہ جب تم (قعدہ اخیر میں) تشہد پڑھ چکو تو تمہاری نماز پوری ہوگئی، اس کے بعد اگر تم چاہو تو اٹھ جاؤ یا چاہو تو بیٹھے رہو۔ سلام سے پہلے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بیٹھے رہنے یا اٹھ جانے میں اختیار دے دینے سے یہ بات بصراحت معلوم ہوتی ہے کہ لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا نہ تو فرض ہے نہ واجب، البتہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے بالعموم آخر میں لفظ سلام کہنے کو جو واجب قرار دیا ہے وہ احتیاط کی بناء پر ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لفظ سلام سے

نماز ختم فرمایا کرتے تھے ورنہ حقیقت میں لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا سنت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنے کے سنت ہونے پر حدیث اعرابی سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز سکھائی تو لفظ سلام کا ذکر نہیں فرمایا اگر لفظ ”سلام“ واجب یا فرض ہوتا کہ اس کے بغیر نماز کا ختم کرنا درست نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لفظ سلام کا ذکر فرماتے۔

السعائیہ میں مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نمازی قعدہ اخیر میں تشہد اور درود کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کرے اور یہ سنت ہے۔ (یہ مضمون عینی شرح ہدایۃ، العنایۃ، فتح القدیر اور منیۃ الصلی سے ماخوذ ہے۔)

(3) عہد اپنے کسی فعل سے نماز ختم کرنے کی بحث

(یعنی اپنے فعل سے نماز سے باہر آنا) فرائض نماز میں ایک فرض یہ بھی ہے کہ نمازی عہد اپنے فعل سے جو منافی نماز ہو، اپنی نماز کو ختم کرے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ”رد المحتار“ میں ”بحر“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نمازی کے لئے یہ فرض ہے کہ جب نماز پوری ہو جائے تو وہ نماز سے باہر ہونے کے لئے اپنے اختیار سے ایسی حرکت کرے جو نماز کے منافی ہو، تا تا ر خانیہ نے اس کی صراحت اس طرح کی ہے کہ نماز پوری ہونے پر قہقہہ مار کر ہنس دے یا قصد اوضوء توڑ دے، یا بات کرے، یا اٹھ کر چلا جائے یا سلام کرے، نمازی عہد اپنے کسی فعل سے نماز کے منافی حرکت کرتے تو اس سے نماز تو پوری ہو جاتی ہے لیکن اگر سلام کے ذریعہ نماز ختم کر لے تو بیک وقت فرض اور سنت دونوں ادا ہو جاتے ہیں۔

نماز میں تشہد واجب ہونے کا ثبوت

68/1251- قاسم بن خیمۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ علقمہ رضی اللہ عنہ

نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کا (یعنی علقمہ رضی اللہ عنہ کا) ہاتھ پکڑ کر وہ التحیات سکھائی جو نماز میں پڑھی جاتی ہے (راوی نے کہا کہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ

عنہ نے اعمش کی روایت کی ہوئی حدیث میں جو التحيات ہے اس کو بیان کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم یہ التحيات پڑھ چکویا (راوی کو شک ہے) یہ فرمایا کہ یہ التحيات ختم کر چکو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی اس لئے کہ (فرائض اور واجبات) سب ادا ہو چکے ہیں، اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو اٹھ جاؤ (کیوں کہ درود و سلام جو باقی رہ گئے وہ سنت ہیں) اور چاہو تو بیٹھے رہو (اور درود پڑھنے کے بعد سلام کہہ کر نماز ختم کر لو)۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے اور امام احمد اور دارقطنی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

قعدہ اخیر میں اپنے فعل سے نماز سے نکلنا فرض ہونے کا ثبوت

69/1252- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نمازی اخیر نماز میں (سجدہ سے سر اٹھالے اور قعدہ اخیر میں) التحيات پڑھنے کے بعد (عمداً) حدث کر دے تو اس کی نماز پوری ہوگئی (کیوں کہ اس نے عمداً حدث کر کے اپنے فعل سے نماز ختم کرنے کے فرض کو ادا کر دیا ہے اس لئے اب وہ) اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے (اس وجہ سے کہ اس کے ذمہ اب کوئی فرض یا واجب باقی نہیں رہا)۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

70/1253- اور ابوداؤد، ترمذی، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی۔

71/1254- اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بطور مرفوع اور موقوف روایت کی

(ہے) اور ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے، اور ابوداؤد کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کے متعلق سکوت اختیار کرتے ہیں تو ان کے پاس وہ حدیث حسن یا صحیح ہوتی ہے، اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ جتنی حدیثیں میں نے جامع صحیح یعنی ترمذی میں بیان کی ہیں صرف چار حدیثوں کے سوا باقی سب حدیثیں حجت اور دلیل ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے نہیں ہے۔ (یہ سعاہ میں مذکور ہے۔)

ف: ابوداؤد، ترمذی، طحاوی وغیرہم کی اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ نمازی قعدہ اخیر میں تشهد پڑھنے کے بعد سلام سے پہلے عداً حدث کر کے نماز کو ختم کر دے تو نماز پوری ہو جاتی ہے جس کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے اس مسئلہ کی وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اہانت آمیز اعتراض کیا ہے کہ ان کے مذہب میں نماز عداً حدث کرنے سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی ان مستند صحیح احادیث سے اخذ کیا ہے جن کی روایتیں متعدد اسناد اور مختلف طریق سے حدیث کی مستند کتابوں ابوداؤد، ترمذی، بیہقی، دارقطنی اور طحاوی وغیرہ میں مروی ہیں اس صورت میں امام اعظم رحمہ اللہ پر ایسا اعتراض کرنا درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔ (یہ مضمون ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے ماخوذ ہے جسکو عمدة الرعاۃ نے نقل کیا ہے۔)

نماز میں تشهد واجب ہونے کا ثبوت

72/1255- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ تشهد پر نماز ختم ہوتی ہے (اس لئے کہ اب فرائض اور واجبات باقی نہیں رہے۔ اب رہا اپنے فعل سے باہر آنا تو یہ ایسا فرض ہے جو نماز کا جزء (یہ ملتی کے بین السطور میں مذکور ہے۔ 12) نہیں ہے) اور سلام پھیرنا (ایسی سنت ہے جس سے) نماز کے ختم ہونے کی اطلاع ہوتی ہے۔
(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز کے ختم پر سلام پھیرنے کا بیان

73/1256- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی جانب السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام اس طرح پھیرتے کہ حضور علیہ السلام کے سیدھے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی تھی اور بائیں جانب بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرما کر اس طرح سلام پھیرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی تھی۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

نماز کم سے کم دو رکعت ہونے کا ثبوت اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان
74/1257- فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز (کم سے کم) دو رکعت ہے (اس سے کم ایک رکعت ہو تو وہ نماز بتیراء
کہلاتی ہے جو ناجائز ہے) ہر دو رکعت کے اخیر میں تشهد پڑھنا چاہئے (اور تمام نماز میں اپنے ظاہر
سے) نہایت عاجزی کا اظہار کرے اور نہایت ذلت و ندامت سے آنکھیں نیچی کئے رہے اور عاجزانہ
صورت بنائے (اور باطن میں بھی) نہایت سکون و اطمینان سے رہے اور اپنی ذات کا اظہار کرتے
رہے پھر (نماز کے بعد) دونوں ہاتھوں کو اپنے پروردگار کے سامنے (اس طرح) اٹھائے کہ ہتھیلیاں
اپنے منہ کی طرف ہوں اور نہایت عاجزی کے ساتھ یارب یارب کہتے ہوئے اپنی حاجت عرض
کرے اگر نماز میں کوئی ایسا نہ کرے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

75/1258- ترمذی کی ایک اور روایت میں ہے: اس کی نماز تو ہو جاتی ہے مگر ناقص رہ جاتی ہے۔

(11/30) بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

(یہ باب اس شے کے بیان میں ہے جو تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ”وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ“۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے (سورہ طور، پ: 27، ع: 2، آیت نمبر: 48، میں) جب قیام کرو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کا ثبوت

1/1259- ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

جب نماز شروع کرتے تو یہ ثناء پڑھتے تھے (اور تعلیم کے لئے) ہم کو سناتے:

”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ

غَيْرُكَ“۔ (اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، آپ کا نام بڑا برکت والا ہے آپ بہت عالیشان ہیں آپ کے سوائے کوئی معبود لائق عبادت نہیں)۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

2/1260- اور مسلم نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

3/1261- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ کے چند لوگ حضرت عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حضرات آپ کی خدمت میں صرف اسی لئے حاضر ہوئے تھے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد شروع نماز میں ثناء کے متعلق دریافت کریں (کہ کن الفاظ میں

پڑھی جائے) ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (یہ سن کر) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نماز شروع فرمائی اور یہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر کے آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تعلیم کے لئے) جہر سے ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ پڑھ کر (بتلایا کہ ثناء میں یہ الفاظ سنت ہیں)۔

(اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے اور دارقطنی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور امام محمد نے کہا ہے کہ ہم نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء کے انہی مذکورہ الفاظ کے پڑھنے کو (اختیار کئے ہیں) لیکن امام اور مقتدی دونوں کو چاہئے کہ وہ ثناء کے ان الفاظ کو جہر سے نہ پڑھیں، اب رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس وقت ثناء کے ان الفاظ کو جہر سے پڑھنا محض سوال کرنے والوں کی تعلیم کی غرض سے تھا، امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ سب حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد نماز کو ثناء کے انہی الفاظ سے شروع کرتے تھے اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام کا لوگوں کی تعلیم کے لئے ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کو جہر کے ساتھ پڑھنا کہ لوگ اس ثناء کو اختیار کریں اور اس سے مانوس ہوں، اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ثناء کے انہی مذکورہ الفاظ کو پڑھنا تھا۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

4/1262- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر فرماتے، پھر دونوں ہاتھوں کو اس قدر بلند کرتے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے مقابل ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد (ہاتھ باندھ کر) یہ ثناء پڑھتے ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔“
(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

5/1263- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ ثناء پڑھتے ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“۔

(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے) اور ابوداؤد کی سند حسن ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

6/1264- اور ابن ماجہ نے بھی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اس ثناء کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ علماء حدیث میں سفیان ثوری احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

احادیث میں ثناء کی بجائے جو اور الفاظ آئے ہیں ان پر عمل ابتداء اسلام میں تھا

بعد میں نہ رہا

7/1265- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جماعت میں اس حالت میں شریک ہوا کہ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اس نے ایسی حالت میں اللہ اکبر کہہ کر۔ (ہاتھ باندھا اور یہ ثنا پڑھی۔) ”الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ“ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے جو ریا اور دکھاوے سے پاک ہو اور جس تعریف میں برکت ہو۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کر دی تو ارشاد فرمایا کہ ان الفاظ کا کہنے والا کون تھا؟ سب لوگ خاموش رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ یہ الفاظ کس نے کہے تھے؟ (اس پر بھی) سب لوگ خاموش رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس نے کوئی بُری بات نہیں کہی ہے (اس پر) ایک شخص نے (جو شریک جماعت ہوا تھا) کہا میں اس حالت میں شریک ہوا کہ میری سانس پھولی ہوئی تھی اور میں یہ کلمات کہہ گذرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ بارہ فرشتے ان کلمات کو اوپر لیجانے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت

کر رہے تھے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔) بحر رائق میں لکھا ہے کہ ثناء میں ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کی بجائے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ“ یہ اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کا فرائض میں پڑھنا ابتداء اسلام میں تھا اور اس کی دلیل جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ جب آپ نے نماز پڑھی تو ثناء میں تعلیماً ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کو جہر سے پڑھا تا کہ لوگ ثناء کے بارے میں آپ کی اتباع کریں اور اس کو سیکھ لیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ فرائض میں ثناء کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی تھا، اس لئے نماز میں یہ ثناء ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر پڑھی جائے۔

احادیث میں ثناء کے بجائے جو اور الفاظ آئے ہیں ان پر عمل ابتداء اسلام میں تھا

بعد میں نہ رہا اس پر دوسری حدیث

8/1266- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع فرمانے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہا کرتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، حضور تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموش رہنے کے وقت کیا پڑھتے ہیں، فرمایا یہ دعاء پڑھتا ہوں:

”اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى الثُّوبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ. اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلَجِ وَالْبَرَدِ“۔

الہی! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان تو نے دوری کر دی ہے، الہی! مجھے گناہوں سے ایسا پاک و صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک و صاف کر دیا جاتا ہے۔ الہی! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اوالے سے دھو ڈال۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ثناء میں ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کی بجائے یہ اور اس قسم کی جو دعائیں منقول ہیں وہ ابتدائے اسلام میں تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی تھیں اس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں شرح منیۃ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعائیں

9/1267- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد (قیام میں) یہ دعاء پڑھتے:

”إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“

ترجمہ:- میں نے ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اُسی ذات پاک کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

”إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“

ترجمہ: میری نماز اور میری تمام عبادات، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي ، فَاعْفُرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا ؛ إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ . وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا ، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ . لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ ، وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ ، اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ“

(وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اور الفاظ بھی مروی ہیں جو آگے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔)

اے اللہ! آپ ہی شہنشاہ ہیں، بجز آپ کے کوئی معبود برحق نہیں ہے، آپ ہی میرے رب ہیں اور میں آپ کا بندہ ہوں میں نے (گناہ کر کے) اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، میرے تمام گناہوں کو معاف کر دیجئے، یقیناً آپ کے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے اور مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت کیجئے آپ کے سوا اچھے اخلاق کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور برے اخلاق سے مجھے بچائے رکھئے آپ کے سوا برے اخلاق سے مجھے کوئی بچانے والا نہیں ہے، خدایا! آپ کی خدمت میں آپ کا حکم بجالانے کے لئے حاضر ہوں! ساری بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور برائیوں کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاسکتی میرا وجود آپ ہی سے ہے اور آپ ہی کی طرف مجھے واپس ہونا ہے آپ بڑی برکت والے ہیں اور آپ عالیشان ہیں میں آپ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔)

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

”اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ ، وَ بَكَ اَمَنْتُ ، وَ لَكَ اَسْلَمْتُ ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَ بَصَرِي وَ مُخِّي وَ عَظْمِي وَ عَصَبِي .

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے راضی ہونے کے لئے رکوع کیا ہوں اور آپ ہی پر ایمان لایا ہوں میں آپ ہی کا فرمانبردار ہوں اور اپنے سب کام آپ ہی کو سونپتا ہوں میری سماعت، میری بصارت، میری ہڈی کا گد، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے یہ سب آپ کے سامنے عاجزی سی جھکے ہوئے ہیں۔

”اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ، وَ مِلْءَ مَا شِئْتَ

مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ“۔

ترجمہ: (اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! آپ ہی کے لئے حمد ہے اس قدر حمد جو سارے آسمان بھر کر ہو اور زمین بھر کر ہو اور زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھر کر ہو، اور ان کے سوا آپ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں وہ سب بھر کر ہو)۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو یہ دعاء پڑھتے:

”اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ ، وَبِكَ آمَنْتُ ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ ، تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ“۔

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ ہی کے لئے آپ ہی کے آگے اپنی ذلت اور عاجزی کے ظاہر کرنے کے لئے سجدہ کیا ہوں اور آپ ہی پر میں ایمان لایا ہوں، میں آپ ہی کا فرماں بردار ہوں اور اپنے سب کام آپ ہی کو سونپ رہا ہوں میں اپنا سر زمین پر اس ذات مبارک کے سامنے رکھ رہا ہوں جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو اچھی صورت دی اور اس کے لئے کان سننے والے دیئے اور آنکھ دیکھنے والے دیئے، اے اللہ! آپ بڑی برکت والے ہیں جو سب ظاہری بنانے والوں سے بہتر حقیقی طور پر بنانے والے ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اخیر میں التحيات اور سلام کے درمیان یہ دعاء پڑھتے تھے:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ“۔

اے اللہ! معاف کر دیجئے میرے اگلے پچھلے گناہوں کو اور ان گناہوں کو جن کو میں نے چھپ کر کئے اور ان گناہوں کو بھی جن کو میں نے علانیہ کئے اور ان گناہوں کو بھی جن کو میں نے حد اعتدال سے گزر کر کیا ہے اور میرے ان گناہوں کو بھی معاف کیجئے جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ بعضوں کو عزت دے کر آگے بڑھاتے ہیں اور بعضوں کو ذلت دے کر پیچھے ڈالتے ہیں آپ کے سوا

کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اس حدیث میں قیام کی حالت میں جن دعاؤں کے پڑھنے کا ذکر ہے ان میں وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ کے بعد جو الفاظ ہیں ان کے بجائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں: 10/1268- ”وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ ، وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ ، لَا مَنَجًا مِنْكَ وَلَا مَلْجَأًا إِلَّا إِلَيْكَ ، تَبَارَكْتَ“۔

(یہ وہی دعاء ہے جس کا اشارہ مندرجہ بالا سیدنا علیؑ کی حدیث میں دیا گیا ہے۔) اور برائیوں کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاسکتی اور وہی ہدایت پایا ہوا ہے جس کو آپ نے ہدایت کی ہو، میرا وجود آپ ہی سے ہے اور آپ ہی کی طرف مجھے واپس ہونا ہے، آپ کے عذاب سے آپ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں، اور آپ کے سوا کوئی پناہ دینے والا بھی نہیں، آپ بڑی برکت والے ہیں۔

ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعائیں

11/1269- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ نے (تکبیر تحریمہ) کے بعد فرمایا:

”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا“ اللہ بہت بڑا ہے ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں

”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا“ اللہ بہت بڑا ہے ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں

”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا“ اللہ بہت بڑا ہے ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں

”وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا“ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے

”وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا“ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے

”وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا“ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے

”وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں

”وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں
 ”وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں
 ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمَزِهِ“۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کے نفخ سے (یعنی غرور اور خود پسندی
 سے جن کو شیطان انسانوں کے دلوں میں ڈالتا ہے) اور نَفَث (یعنی سحر سے جس کو شیطان انسان
 سے کرواتا ہے) اور هَمَز سے (یعنی وسوسوں سے جن کو شیطان انسان کے دلوں میں پیدا کرتا رہتا ہے۔)
 (اس کی روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
 ان الفاظ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ نفخ سے مراد کبر ہے جس کو شیطان انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے
 اور نفث سے مراد فحش اور برے اشعار ہیں جن کو شیطان انسان سے کہلواتا ہے اور همز سے مراد ایک قسم کا جنون
 ہے جو شیطان کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے جس سے انسان مرگی میں مبتلا ہو کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔

ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر دوسری حدیث

12/1270- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز

شروع کرتے تو اللہ اکبر فرماتے پھر یہ دعا پڑھتے:

”إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ
 وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِحَسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا
 اَنْتَ ، وَقِنِيْ سَيِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَيِّئَ الْاَخْلَاقِ ، لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ“۔

(میری نماز، اور میری تمام عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے
 جہانوں کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے

فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

اے اللہ! آپ مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت کیجئے کیونکہ اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت کرنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے (اے اللہ) آپ مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے بچائے رکھئے، برے اعمال اور برے اخلاق سے بچانے والا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں ”وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ کے جواظ مذکور ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہیں اس لئے اگر امتی یہ دعاء پڑھنا چاہے تو وہ ”أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ کی بجائے ”أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ پڑھے، البتہ قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو ”أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ وہی پڑھنا چاہئے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر تیسری حدیث

13/1271- محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر یہ دعاء پڑھتے، ”إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“۔ میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد دعاء کے وہی الفاظ نقل کئے جو جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں بیان کئے گئے ہیں لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جہاں ”أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ کے الفاظ ہیں ان کی بجائے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ”وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ کے الفاظ بیان کئے ہیں (پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے دعائیہ الفاظ کے بعد) یہ دعاء پڑھی:

”اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ“

اے اللہ! آپ ہی شہنشاہ ہیں، بجز آپ کے کوئی معبود برحق نہیں، ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اعوذ اور بسم اللہ کے بعد) قرأت فرماتے تھے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ مذکورہ بالا حدیثوں سے نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد جن دعاؤں کے پڑھنے کا ذکر ہے یہ دعائیں ابتداء اسلام میں ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کی بجائے پڑھی جاتی تھیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء میں صرف ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کا پڑھنا ہی تھا اس طرح ثابت ہوا کہ فرض نمازوں میں ثناء صرف ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر ہی پڑھی جائے اور ثناء کے ساتھ کوئی اور دعاء شامل نہ کی جائے۔

اب رہا نوافل اور تہجد میں ان مذکورہ دعاؤں کا پڑھنا، اس بارے میں حنفی مذہب یہ ہے کہ ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کے بعد ان دعاؤں کو بھی پڑھا جاسکتا ہے، اس لئے کہ نفل نمازوں میں اس قسم کے اضافہ کی گنجائش ہے جیسا کہ ابوداؤد کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“، ثُمَّ يَقُولُ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ - ثَلَاثًا - ثُمَّ يَقُولُ: ”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا“ - ثَلَاثًا - أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمَزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ. ثُمَّ يَقْرَأُ.

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد اور نوافل میں تکبیر تحریمہ کے بعد ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ پڑھتے، پھر اس حدیث کے دعائیہ الفاظ پڑھنے کے بعد قرأت شروع فرماتے۔

اور بیہقی کی ایک حدیث میں بھی یہی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کے بعد ”وَجْهْتُ وَجْهِي بِالْخ“ پڑھا کرتے تھے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ فرض نمازوں میں تو صرف ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کی ثناء پر اکتفا

کیا جائے اور نوافل و تہجد میں ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ تا آخر کے ساتھ مذکورہ احادیث کی دعاؤں اور اسی قسم کی دوسری دعائیں جو اور حدیثوں میں مذکور ہیں ان کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ (ردالمحتار، مرقات۔)

ثناء آہستہ پڑھنے کا ثبوت

14/1272- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے (تو تکبیر تحریمہ کے بعد) کسی قدر سکوت اختیار فرماتے (”یہ اشعۃ الممعات میں مذکور ہے“، یہاں سکوت سے مراد عدم جہر ہے، مطلق سکوت نہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سکوت میں آہستہ ثنا پڑھتے تھے۔) (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ثناء تکبیر تحریمہ کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور باقی رکعتوں کے شروع میں

ثناء پڑھنا ثابت نہیں

15/1273- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے ختم پر (قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوتے تو سکوت نہیں فرماتے تھے (اس لئے کہ تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہیں پڑھی جاتی) اور ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ“ سے قرأت شروع فرماتے تھے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ جس طرح تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہیں پڑھی جاتی ہے اسی طرح دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی ثناء نہیں پڑھی جاتی۔ (اشعۃ الممعات۔)

(12/31) بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ

(یہ باب نماز میں قرأت قرآن کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ”فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ نحل، پ: 14، ع: 13، آیت نمبر: 98، میں) جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کے وسوسوں) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔
 وَقَوْلُهُ: ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ“۔
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ اعراف، پ: 9، ع: 24، آیت نمبر: 204، میں) جب قرآن (نماز میں آواز سے پڑھا جائے) اور تم مقتدی ہو (تو اس کو کان لگا کر سنو اور) (جب آہستہ پڑھا جائے) تو خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت نازل ہو۔

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہے

پہلی حدیث

1/1274- عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے سوال کیا گیا کہ ہر وہ شخص جس کو قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دے کیا اس پر قرآن کان لگا کر سننا اور چپ رہنا واجب ہے؟ تو اس کے جواب میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ تو امام کی قرأت کے بارے میں نازل ہوئی ہے (کہ امام جب نماز میں آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کو کان لگا کر سنے اور اگر امام آہستہ قرأت کرے تو مقتدی چپ رہے۔

(اس کی روایت ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے کی ہے، اور بیہقی نے بھی اس کی

روایت کتاب القراءۃ میں کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا الخ“ کا شان نزول یہ ہے کہ جب امام نماز میں قرأت جہر سے کرے تو مقتدی اس کو کان لگا کر سنے اور جب امام قرآن آہستہ پڑھے تو وہ چپ رہے، چنانچہ مدارک نے اس آیت کی تفسیر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی ہے: ”وجمہور الصحابة رضی اللہ عنہم علی انہ فی استماع المؤتم“۔

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ مقتدی سے متعلق ہے کہ وہ نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر دوسری حدیث

2/1275- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو اس وقت جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے انہوں نے بھی قرآن پڑھا اور ان کی قرأت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں خلط ملط ہونے لگا، اس پر یہ آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ نازل ہوئی۔ (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوگئی۔ اس کی روایت ابن مردویہ اور بیہقی نے کی ہے۔)

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر تیسری حدیث

3/1276- محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھا کرتے تو جو لوگ آپ کی اقتداء کرتے وہ بھی اس کو دہراتے جاتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھتے تو مقتدی بھی ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھتے اور جب آپ سورۃ فاتحہ کی ایک ایک آیت پڑھتے تو مقتدی بھی اسی کو دہراتے جاتے اور آپ ضم سورہ میں جو آیت پڑھتے تھے مقتدی بھی اسی آیت کو دہراتے رہتے، اس پر یہ آیت ”

فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ نازل ہوئی (جس سے مقتدی کو قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی اس لئے اس کو چاہئے کہ جہری نماز میں قرأت سنے اور سری نماز میں خاموش رہے۔) (اس کی روایت سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کی ہے۔)

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر چوتھی حدیث

4/1277- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت پڑھی تو یہ آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ نازل ہوئی (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی۔)

(اس کی روایت عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کی ہے۔)

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر پانچویں حدیث

5/1278- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھائے تو لوگوں سے سنے کہ وہ مقتدی ہونے کے باوجود قرآن پڑھ رہے ہیں (نماز کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا (کہ امام جب قرآن پڑھے تو تم خاموشی سے سن کر اس کے معنی کو) سوچیں؟ کیا تمہارے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا (کہ جب امام قرآن پڑھے تو خاموشی سے سن کر اس کے معنی کو) سمجھیں اس لئے تم آیت ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ“ پر پورا پورا عمل کرو (یعنی جب امام قرآن پڑھے تو اس کو خاموشی سے کان لگا کر سنو)۔

(اس کی روایت عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے کی ہے۔)

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر چھٹی حدیث

6/1279- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (مقتدی ہونے کے باوجود جہر سے قرأت کرتے تو) چوطرف سے آوازیں بلند ہو جاتی تھیں (اس کی ممانعت میں) ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کی آیت نازل ہوئی (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی)۔

(اس کی روایت ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے کی ہے)

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر ساتویں حدیث

7/1280- زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نوجوان مقتدی ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ قرآن (سورہ فاتحہ ہو یا ضم سورہ) کی قرأت فرماتے تو وہ بھی اس کو دہراتے جاتے اس پر (فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) کی آیت نازل ہوئی۔ (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی)۔ (اس کی روایت ابن جریر اور بیہقی نے کی ہے)۔

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر آٹھویں حدیث

8/1281- ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز پڑھاتے اور نماز میں قرأت قرآن فرماتے تو صحابہ بھی اس کو دہراتے تھے اس پر (فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) کی آیت نازل ہوئی (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی)۔ (اس کی روایت عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی نے کی ہے)۔

”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر نویں حدیث

9/1282- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) قرأت قرآن فرماتے تو ایک اور صاحب بھی (مقتدی ہونے کے باوجود) اس کو دہراتے اس پر (فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) کی آیت نازل ہوئی جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے)۔

10/1283- اور بیہقی کی ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت (فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) نماز میں قرأت خلف الامام کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ف: واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیثیں قرأت خلف الامام کی ممانعت پر ہی دلالت کرتی ہیں امام ابن الہمام اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم دیئے گئے ہیں (1) ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور (2) دوسرے انصات یعنی چپ رہنا، پہلا حکم استماع یعنی امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا جہری نمازوں سے متعلق ہے، اور دوسرا حکم یعنی انصات یعنی چپ رہنا سری نمازوں سے متعلق ہے۔

اب آیت کے معنی سنئے: ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ“ (اِنْ جُہَرَ بِہُ) (اگر قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو جبکہ جہر سے پڑھا جا رہا ہو) ”(وَأَنْصِتُوا) وَاسْكُنُوا اِنْ اُسْرَ بِہُ“ اور چپ رہو اور خاموشی اختیار کرو اگر قرآن آہستہ پڑھا جا رہا ہو۔ (امام ابن ہمام کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ”استذکار“ اور ”تمہید“ میں کہا ہے کہ آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ“ وَأَنْصِتُوا“ پر عمل کرتے ہوئے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں نے قرأت خلف الامام کے بارے میں جو مذہب اختیار کیا ہے وہ یہی ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں قرأت کو کان لگا کر سننے اور سری نمازوں میں چپ رہے اور خود کچھ نہ پڑھے چنانچہ جابر بن عبداللہ زید بن ثابت اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم، کا بھی یہی قول ہے، اور حضرت عمر بن خطاب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے جو، ارجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے نیز سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن صالح بن حبی اور ابراہیم نخعی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا جن میں مشہور صحابہ اور تابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں کہ مقتدی جہری نمازوں میں صرف قرأت سننے اور سری نمازوں میں چپ رہے۔ (یہاں ابن عبدالبر کا مضمون ختم ہوا۔)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی (80) جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہم ہیں اور ان (80) صحابہ کے اسماء محدثین کے پاس محفوظ ہیں اور منقول ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق اس زمانہ میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد (80) سے زائد تھی اور ان سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی السبند مونی نے ”کتاب کشف الاسرار“ میں عبداللہ بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد زید سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام کی سخت ممانعت فرماتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں: (1) حضرت ابوبکر صدیق، (2) حضرت عمر ابن خطاب، (3) حضرت عثمان بن عفان، (4) حضرت علی ابن ابی طالب، (5) عبدالرحمن بن عوف، (6) سعد بن ابی وقاص، (7) عبداللہ بن مسعود، (8) زید ابن ثابت اور (9) عبداللہ بن عمر، (10) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ (یہاں علامہ عینی کی عبارت ختم ہوئی۔) توضیحات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کے لئے قرأت خلف الامام کی ممانعت ہے جیسا کہ آیت ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ سے واضح ہوتا ہے کہ امام جب آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کو سنے اور امام جب آہستہ قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہے۔

یہاں ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کو صرف جہری نمازوں سے متعلق کیا جاسکتا ہے نہ کہ سری نمازوں میں مقتدی کو امام کی قرأت سننے کا موقع ہی نہیں ہے اس لئے کہ آیت میں ”أَنْصِتُوا“ کا کلمہ ”اسْتَمِعُوا لَهُ“ کی تاکید کے لئے ہے کہ دونوں کلموں سے ایک ہی حکم نکل رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی امام کی قرأت کو خاموش رہ کر سنے۔

ہمارے فقہاء رحمہم اللہ نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) کو صرف جہری نمازوں کے ساتھ ہی مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ“ اور ”أَنْصِتُوا“ دو مستقل کلمے ہیں۔

دوسرا کلمہ پہلے کلمہ کی تاکید کے لئے نہیں ہے جیسا کہ شبہ میں کہا گیا ہے بلکہ دوسرا کلمہ یعنی ”أَنْصِتُوا“ تنصیص (اصل قرآن) کے لئے ہے کہ پہلے کلمہ سے علیحدہ حکم نکلتا ہے اور دوسرے کلمہ سے علیحدہ حکم اور اصولیین کے قاعدے کے مطابق تنصیص تاکید سے افضل ہے، اس لحاظ سے آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ سے مقتدی کو دو مستقل حکم دیئے گئے ہیں ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور

دوسرا انصاف یعنی چپ رہنا، پہلا حکم استماع یعنی امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا جہری نمازوں سے متعلق ہوگا اور دوسرا حکم انصاف یعنی چپ رہنا سرّی نمازوں سے متعلق رہے گا اور یہی حنفی مذہب ہے۔
مذہب حنفی کی تائید پر ذیل کی یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں:-

(1) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کی قرأت تمہارے لئے کافی ہے، خواہ امام (سرّی نماز میں) آہستہ قرأت کرے یا (جہری نماز میں) آواز سے قرأت کرے۔

(2) علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے خواہ امام جہر سے قرأت کر رہا ہو، یا آہستہ، نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے تھے اور نہ آخری دو رکعتوں میں۔

(3) ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، خواہ نماز جہری ہو یا سرّی۔
بنایہ میں مذکور ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے خواہ امام جہر سے قرأت کرے یا آہستہ، چنانچہ ابن المسیب، عروہ بن زبیر، سعید بن جبیر، زہری، شعیبی، ثوری، نخعی، اسود، ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہم اسی کے قائل ہیں، نیز ابن وہب، اشہب، ابن عبدالحکم ابن حبیب رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ مقتدی سرّی نمازوں اور جہری نمازوں دونوں میں قرأت نہ کرے۔
(یہ مضمون سعایہ سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہونے کا ثبوت

11/1284- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ قرأت قرآن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے، سورہ فاتحہ کی قرأت فرض نہیں ہے بلکہ قرآن میں سے جو کچھ (سورہ یا آیت) ہو سکے پڑھ لینے سے قرأت کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

”فَاقْرَأْ وَامَّا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ (سورہ مزمل، پ: 29، ع: 2، آیت نمبر: 20) (تم

لوگ نماز میں) قرآن سے جو کچھ ہو سکے پڑھ لیا کرو۔ (عمدة الرعاية فتح القدیر۔) 12

نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

12/1285- ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں جا کر یہ اعلان کر دو کہ ”لا صلوة الا بقراں ولو بفاتحة الكتاب فما زاد“، یعنی بغیر قرآن پاک کی قرأت کے نماز صحیح نہیں ہوتی اگرچہ سورہ فاتحہ کی قرأت ہی کیوں نہ ہو، اور چاہے پھر سورہ فاتحہ پر قرآن کی کسی آیت یا سورہ کو زیادہ کیا جائے۔ (بہر حال نماز میں قرآن کی قرأت ضروری ہے، اس لئے کہ مطلق قرآن کی قرأت نماز میں فرض ہے)۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اور ابو داؤد کا سکوت حدیث کے صحیح

ہونے کی دلیل ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں، جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں ان

کا ثقہ ہونا بیان کیا ہے اور ابن حبان اور ابن شاہین نے اپنی اپنی ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔)

ف: یہ حدیث صراحت کے ساتھ اس بات پر دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض نہیں

ہے کیونکہ حدیث میں لفظ ”وَلَوْ“ (اگرچہ) جو مذکور ہے اس سے نماز میں خصوصیت کے ساتھ سورہ فاتحہ

کا پڑھنا ہی معلوم نہیں ہوتا کہ جس سے نماز میں قرأت فاتحہ کی فرضیت ثابت کی جاسکے بلکہ لفظ ”وَلَوْ“

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی قرأت فرض ہے مگر قرآن کے کسی خاص حصہ کی قرأت فرض نہیں ہے

اس لئے قرآن میں سے جس چیز کو پڑھ لیا جائے اس سے قرأت کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے خواہ وہ سورہ

فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت فرض نہیں ہے

بلکہ واجب ہے البتہ سورہ فاتحہ کی قرأت نماز میں دیگر ائمہ کے پاس فرض ہے اور یہ حضرات سورہ فاتحہ کی

فرضیت پر جن حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں، ان میں ایک حدیث یہ ہے:

”عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“.

اس حدیث سے یہ حضرات ثابت کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح نہیں ہو سکتی حالانکہ مراد اس سے فضیلت کی نفی ہے یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے، یہ مراد نہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز درست ہی نہیں، اگر نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ناقص اور غیر افضل ہوگی، کیونکہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اس کی نظیر ”لَا صَلَوةَ لِحَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ“ والی حدیث ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر صحیح نہیں ہوتی، حالانکہ سب ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں ادا ہو جاتی ہے البتہ ناقص اور غیر افضل ہوتی ہے تو پھر ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوتی جبکہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی نظیر ہیں، اسی طرح ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ سے نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض قرار دینا درست نہیں ہے۔

دوسری حدیث جس سے دیگر ائمہ نے نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے زیاد بن ایوب رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے ”لَا تُجْزِئُ صَلَوةٌ لَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“.

اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، حالانکہ زیاد بن ایوب کی یہ حدیث شاذ ہے۔

صاحب نقایہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ”لَا تُجْزِئُ“ کے جو الفاظ زائد ہیں وہ زیاد بن ایوب رضی اللہ عنہ کا انفرادی ہے کہ یہ الفاظ صرف انہی سے مروی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ زیاد بن ایوب کی سند عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اور زیاد کے سوا ایک جماعت نے بھی عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے الفاظ متفقہ طور پر صرف یہ ہیں ”لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ“ یعنی بغیر قرأت قرآن کے نماز صحیح نہیں، گویا اس حدیث سے نماز میں مطلق قرأت قرآن کے فرض ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف زیاد بن ایوب کی حدیث بالمعنی ہے کہ عبادہ ابن صامت کے واسطے سے ان کو جو حدیث ملی ہے اس کو انہوں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے جس کی وجہ سے ان کی حدیث کے الفاظ

ان الفاظ سے جدا ہیں جن کی روایت ایک جماعت نے متفقہ طور پر کی ہے۔ اسی لئے زیادہ بن ایوب کی حدیث ایک جماعت کی حدیث کے مقابلہ میں ان کی منفرد اور تنہا ہونے کی وجہ سے ”قابل استناد“ نہیں اور اسی بناء پر زیادہ بن ایوب کی روایت شاذہ سے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا درست نہیں ہے۔ (یہ مضمون شرح نقایہ اور التعلیق المغنی شرح سنن اور دارقطنی سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں سورہ فاتحہ کے واجب ہونے کا ثبوت

13/1286- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے وہ نماز ناقص ہے۔

(اس کی روایت صحاح ستہ نے کی ہے اور امام مالک، امام احمد، دارقطنی اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

نماز میں سورہ فاتحہ کے واجب ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

14/1287- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

ف (1) واضح ہو کہ نماز میں بعض چیزیں فرض ہیں اور بعض واجب ہیں، فرض اور واجب کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو چیزیں فرض ہیں اگر وہ عمدًا ترک ہو جائیں یا سہوًا دونوں صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے اور کسی طرح درست نہیں ہو سکتی، تاوقتیکہ اس کا اعادہ نہ کیا جائے اس لئے کہ فرائض ادا کئے بغیر نماز جائز ہی نہیں ہوتی۔

اس کے برخلاف نماز میں واجبات ترک ہو جائیں تو نماز باطل نہیں ہوتی ہے بلکہ ناقص ہوتی ہے، واجب اگر سہوًا ترک ہوا ہے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے اور اگر واجب عمدًا ترک ہوا ہو تو نماز کا لوٹنا ضروری ہے۔

فرض اور واجب کے اس فرق کو پیش نظر رکھ کر مذکورہ بالا دو حدیثوں پر غور کیجئے۔

مذکورہ بالا دو حدیثیں اور اسی طرح دوسری حدیثیں جو آگے آرہی ہیں اس بات کی دلیل ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں خداج کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ناقص کے ہیں اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو ”فَهِیَ بَاطِلَةٌ“ (وہ نماز باطل ہے) فرماتے: ”فَهِیَ خِدَاجٌ“ (وہ نماز ناقص ہے) نہ فرماتے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ”فَهِیَ خِدَاجٌ“ فرمایا ہے اس لئے نماز ناقص ہوگی باطل نہیں ہوگی۔ اس طرح حدیث شریف کے لفظ ”خِدَاجٌ“ سے ثابت ہو گیا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے فرض نہیں ہے۔

(یہ مضمون سعایہ ردالمحتار اور الممتقی کے بین السطور سے ماخوذ ہے۔)

ف(2): مذکورہ حدیثوں کے پیش نظر احناف کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے اس سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ احناف کے پاس سورہ فاتحہ پڑھے بغیر بھی نماز جائز ہو جاتی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ احناف نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ سورہ فاتحہ کے بغیر بھی نماز جائز ہو جاتی ہے۔

حنفیوں کی فراست کا کیا کہنا کہ انہوں نے تو وہی کہا ہے جو حدیث شریف کا منشاء ہے، حدیث شریف میں ”خداج“ کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی ناقص کے ہیں اس لئے جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے اور نماز کے اس نقص کو دور کرنے کے لئے سہواً سورہ فاتحہ ترک ہو جائے تو سجدہ سہو کیا جائے گا اور عداً سورہ فاتحہ ترک کی گئی ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہوگا اور یہی حنفی مذہب ہے۔

البتہ جو حضرات حدیث کے لفظ ”خداج“ سے نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں نماز کے باطل ہونے کا حکم لگاتے ہیں وہ حدیث کے منشاء کے خلاف کر رہے ہیں اس لئے کہ ناقص چیز کو معدوم نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ ناقص اور معدوم میں بڑا فرق ہے معدوم تو باطل کو کہتے ہیں جس کا وجود ہی نہ ہو اور ناقص ایسی چیز کو کہتے ہیں کہ جو نقص کے ساتھ موجود ہے اور حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ نمازی کے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے یعنی نماز ادا تو ہو جاتی ہے مگر ناقص رہتی ہے اور اس نقص کا سجدہ سہو سے یا اعادہ سے دور کیا جانا ضروری ہے، اس کے باوجود بھی حنفیوں پر یہ اعتراض کہ یہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کے درست ہونے کے قائل ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (یہ مضمون او جز المسالک سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ واجب ہونے کا ثبوت

15/1288- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں نماز میں سورہ فاتحہ

اور قرآن سے جو ہو سکے (خواہ آیت ہو یا سورہ) پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔)

16/1289- اور ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے نماز میں سورہ فاتحہ

اور کوئی سورہ نہ پڑھی تو اس کی نماز کامل نہیں ہوئی بلکہ ناقص ہوئی۔

17/1290- اور ابن عدی کی ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ اور کوئی تین آیتیں یا تین آیتوں سے

زیادہ کا پڑھنا نماز میں جو قرأت فرض ہے اس کے لئے کافی ہے، (اس لئے کہ نماز میں مطلق قرآن کا

پڑھنا فرض ہے، سورہ فاتحہ اور کسی سورہ کا پڑھنا واجب ہے چونکہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کی قرأت

ہو چکی ہے، اس لئے ان دونوں کی قرأت کے ضمن میں فرض قرأت بھی ادا ہو گئی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ نماز میں مطلق قرأت قرآن، سورہ فاتحہ اور ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین آیتیں یا

تین آیتوں سے زیادہ کا پڑھنا ان میں مطلق قرأت قرآن کی فرضیت کے متعلق نص قرآنی اور دوسری

چیزوں کے وجوب کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں احناف نے ان سب میں حسب ذیل طریقہ پر

اس طرح تطبیق دی ہے کہ جس سے نص قرآنی اور ساری حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں

مطلق قرأت قرآن فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ یا ضم سورہ

میں تین آیتوں کا پڑھنا بھی واجب ہے۔

احناف کے پاس نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

”فَاقْرَأْ وَامْسِسْ مِنَ الْقُرْآنِ“ (تم لوگ نماز میں قرآن سے جو کچھ ہو سکے پڑھ لیا کرو۔) اس

آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم نماز میں قرآن سے جو ہو سکے پڑھ لیا کریں اور یہ حکم مطلق ہے

جو قرآن کے کسی خاص حصہ سے مخصوص اور مقید نہیں ہے کہ جس کو نماز میں پڑھنا لازم کیا جائے، اس کی

تائید مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ“.

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

قرأت قرآن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔)

اس حدیث سے بھی نماز میں مطلق قرأت کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جو حضرات نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دیتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو حکم وارد ہوں جن میں (1) ایک مطلق ہو اور (2) دوسرا مقید، تو اصولیین کے قاعدے کے مطابق مطلق حکم سے مقید حکم مراد لیا جاتا ہے اور مطلق نہیں رکھا جاتا جیسے نماز میں قرأت کا مسئلہ ہے، اس میں دو حکم وارد ہیں، ایک مطلق ہے جو آیت ”فَاقْرَءْ وَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے اور دوسرا حکم حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی قرأت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی اس لئے وہ حضرات جن کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے وہ اس اصولی قاعدے کے تحت اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ آیت ”فَاقْرَءْ وَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ میں جو مطلق قرأت کا حکم ہے اس سے مراد حدیث شریف کا مقید حکم ہی ہے جو ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ سے معلوم ہو رہا ہے، اس طرح یہاں دو حکم علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ہی حکم ہے جو کہیں مطلق بیان کیا گیا اور کہیں مقید اور اسی بناء پر ان حضرات کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا آیت اور حدیث دونوں سے فرض قرار پاتا ہے۔

حنفی حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مطلق حکم اور مقید حکم سے ایک ہی چیز اسی وقت مراد ہو سکتی ہے جبکہ دونوں حکم کے ماخذ قوت میں برابر ہوں، یہاں ایسا نہیں ہے کیوں کہ مطلق قرأت تو قرآن سے ثابت ہو رہی ہے اور سورہ فاتحہ کی قرأت خبر واحد سے اگر آیت اور حدیث دونوں سے ایک ہی حکم مراد لیا جائے تو قرآن کے مطلق حکم پر خبر واحد کے ذریعہ زیادتی لازم آجائے گی حالانکہ کتاب اللہ پر خبر واحد کے ذریعہ زیادتی جائز نہیں ہے، اس لئے یہاں مطلق اور مقید دونوں سے ایک ہی حکم مراد نہیں لے سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم نے مطلق کو مطلق رکھ کر بحکم کتاب اللہ نماز میں مطلق قرأت کو فرض قرار

دیا اور مقید حکم یعنی سورہ فاتحہ کی قرأت کو خبر واحد سے ثابت ہونے کی وجہ سے واجب قرار دیا، اس طرح ہم نے قرآن اور حدیث دونوں پر عمل کیا۔

اس کے قطع نظر مطلق اور مقید دونوں سے ایک ہی حکم مراد لے کر نماز میں سورہ فاتحہ کو فرض قرار دیں تو وہ حضرات جن کے پاس سورہ فاتحہ کی قرأت فرض ہے ان پر لازم آجائے گا کہ ضم سورہ کی قرأت کو بھی فرض قرار دیں، اس لئے کہ جن حدیثوں میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے ان میں ضم سورہ کا بھی ذکر موجود ہے، حالانکہ یہ حضرات ضم سورہ کی قرأت کو سنت قرار دیتے ہیں، اس کے برخلاف ہم مطلق اور مقید کو علیحدہ علیحدہ دو حکم قرار دے کر آیت سے مطلق قرأت کی فرضیت ثابت کرتے ہیں اور حدیث سے جس طرح سورہ فاتحہ کی قرأت کو واجب کہتے ہیں، ایسا ہی ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین یا تین سے زائد آیتوں کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا توضیحات سے ثابت ہو گیا کہ حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ چونکہ خبر واحد ہے اس لئے یہ حدیث قوت میں آیت: ”فَاقْرَأْ وَ مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ کے برابر نہیں ہو سکتی جس کی وجہ سے آیت کے مطلق حکم کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی کہے کہ حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ خبر واحد نہیں ہے بلکہ خبر مشہور ہے اس لئے اس حدیث سے آیت ”فَاقْرَأْ وَ مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ کے مطلق حکم کو مقید کیا جاسکتا ہے تو اس کے دو جواب ہیں:

(1) ایک جواب تو یہ ہے کہ ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کو اس لئے خبر مشہور نہیں کہا جاسکتا ہے کہ تابعین کے درمیان اس حدیث کے مشہور ہونے میں اختلاف ہے اور سب تابعین نے اس حدیث کو قبول نہیں کیا ہے اور خبر مشہور اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو سب تابعین قبول کر لیں اگر ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کا خبر مشہور ہونا صحیح ہوتا تو اس حدیث سے آیت ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کے حکم مطلق کو مقید کر کے نماز میں سورہ فاتحہ کی فرضیت کی جاسکتی تھی لیکن جب ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کا خبر مشہور ہونا ثابت نہیں ہوا تو یہ خبر واحد ہوئی اور ظاہر ہے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کے حکم مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا، اس لئے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کا فرض ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کو خبر مشہور

تسلیم کر لیا جائے تو اس کے باوجود بھی آیت ”فَاقْرَأْ وَامَّا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ کے حکم مطلق کو اس حدیث سے مقید نہیں کیا جاسکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر مشہور سے کسی آیت کے حکم مطلق کو اسی وقت مقید کر سکتے ہیں جبکہ وہ خبر مشہور محکم ہو یعنی اس سے ایک ہی معنی مراد لئے جاتے ہوں، اور اس میں دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، یہاں ایسا نہیں ہے کیوں کہ حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ میں دو معنوں کا احتمال موجود ہے ایک معنی تو یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں بلکہ ناقص ہوتی ہے اور اس دوسرے معنی کی نظیر حدیث ”لَا صَلَوةَ لِحِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ“ ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر صحیح نہیں ہوتی حالانکہ اس حدیث سے یہ معنی کسی نے بھی مراد نہیں لئے ہیں بلکہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں ادا تو ہو جاتی ہے مگر ناقص اور غیر افضل رہتی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ میں مذکورہ دونوں معنوں کا احتمال ہے اور ایسی مشہور حدیث جس میں دو معنوں کا احتمال پایا جاتا ہو وہ کسی آیت کے مطلق حکم کو مقید نہیں کر سکتی۔

اس طرح ثابت ہوا کہ حدیث ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کے ذریعہ آیت ”فَاقْرَأْ وَامَّا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ کے مطلق حکم کو مقید کر کے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا درست نہیں بلکہ آیت مذکورہ کے لحاظ سے نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہے اور حدیثوں کے لحاظ سے نماز میں سورہ فاتحہ ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین یا تین سے زیادہ آیتوں کا پڑھنا واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ (عمدة القاری، مرقات۔)

نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ واجب ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

18/1291- عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے (نماز میں) سورہ فاتحہ اور اس پر قرآن کا کچھ حصہ زیادہ کر کے نہ پڑھا تو اس کی نماز کامل نہیں ہوئی ناقص ہوئی۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کا پڑھنا واجب ہے۔

فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کرنے کا بیان

19/1292- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (چار رکعت والی فرض نماز کی) پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ضم کر لیا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ ضم سورہ کئے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

نمازوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کرنے کی تحقیق

ف (1): اس حدیث میں جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں یہ بات مشہور تھی کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی اس سے ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نماز وتر ہو یا سنت یا نفل ان تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کا پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرض کی چار رکعت والی نماز یا تین رکعت والی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کا پڑھنا ضروری ہوگا اور آخری دو یا ایک رکعت میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ پڑھنے کے لئے فرض کی پہلی دو رکعتوں کو ہی معین کر لینا واجب ہے اگر کسی نے سورہ فاتحہ اور ضم سورہ یا ان میں سے کسی ایک کو فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا بھول گیا اور ان کی آخری دو رکعتوں میں پڑھ لیا تو چونکہ اس نے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ پڑھنا جو واجب تھا سہواً ترک کر دیا ہے اس وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا۔ (عمدة القاری، رد المحتار۔)

مذکور الصدر حدیث جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ نے

اس طرح روایت کیا ہے کہ

20/1293- جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس

کے ساتھ کسی سورہ کو ضم کرنا اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے (یعنی فرض نہیں ہے۔)

ف (2): عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا رکن یعنی فرض نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو ضم سورہ کی طرح سنت قرار دیا ہے۔ فرض نہیں کہا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صحابی کا کسی چیز کو سنت قرار دینا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ چیز فرض نہیں ہو سکتی، یہاں یہ بات واضح رہے کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کو جو سنت قرار دیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا پڑھنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں عام طور پر دو اصطلاحیں تھیں، ایک فرض دوسرے سنت، اور سنت میں فرض کے سوا ہر چیز داخل تھی، خواہ وہ واجب ہو یا سنت موکدہ یا غیر موکدہ ہو یا نفل، غرض ان تمام چیزوں پر سنت کا اطلاق ہوتا تھا چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ کا اس حدیث میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کو سنت کہنا انہی معنوں میں تھا کہ یہ فرض نہیں ہیں، یعنی واجب ہیں۔

علاوہ ازیں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کے واجب ہونے کے متعلق حدیثیں ابھی اوپر گزر چکی ہیں۔ عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دوسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اسی طرح ضم سورہ کا پڑھنا بھی واجب ہے اس لئے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کا ذکر ایک ہی حیثیت سے کیا ہے۔ (یہ مضمون تعلیق اعلیٰ السنن سے ماخوذ ہے۔)

عبادہ بن صامت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیثوں سے واضح ہو گیا کہ نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کا پڑھنا ضروری ہے اور ان دونوں کے بغیر نماز جائز نہیں اس کی توضیح میں حضرت سفیان ابن عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ان مذکورہ حدیثوں کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ (مقتدی کے لئے یہ حکم نہیں ہے اس لئے کہ مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے)۔ حضرت سفیان کے اس قول کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں کی ہے۔

واضح ہو کہ مذکورہ بالا حدیثوں کی توضیح میں جس طرح ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا ہے اسی طرح ترمذی نے بھی اپنی سنن میں حدیث لا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کے متعلق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث تنہا نماز

پڑھنے والے سے متعلق ہے مقتدی سے متعلق نہیں ہے اس لئے کہ مقتدی کو خاموش رہنا ضروری ہے۔)
نیز ترمذی نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس خصوص میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ
عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے: ”مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ
الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ“۔

(جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوئی، مگر یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو
(تنہا ہو) اور امام کے پیچھے (مقتدی کی حالت میں) نہ ہو۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے
والے سے متعلق ہے۔

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہتر کوئی نہیں سمجھ
سکتا اور جب جابر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد کی تفسیر یہ کی ہے
کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والے سے متعلق ہے تو یہ حکم مقتدی سے متعلق نہ ہوگا۔ (یہ مضمون ترمذی
سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کا ثبوت

21/1294- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جو شخص نماز میں
سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوئی، مگر یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو (تنہا ہو) اور امام کے پیچھے
مقتدی کی حالت میں نہ ہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز امام محمد، امام مالک
اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

22/1295- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں اس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو (تنہا ہو اور امام کے پیچھے) مقتدی کی حالت میں نہ ہو۔ (اس لئے کہ مقتدی کو خاموش رہنا ضروری ہے۔)

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: قرأت خلف الامام کے بارے میں جتنی حدیثیں آئی ہیں وہ امام اور منفرد کی قرأت سے متعلق ہیں، اس لئے ان احادیث سے مقتدی کے لئے بھی قرأت کا وجوب ثابت کرنا درست نہیں، ابتدائے اسلام میں مقتدی کے لئے بھی سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کی قرأت جائز تھی پھر ضم سورہ کی قرأت منسوخ ہو گئی اور مقتدی کے لئے جو سورہ فاتحہ کی قرأت باقی تھی وہ بھی بعد ازاں منسوخ ہو گئی۔ اب مقتدی کو نہ تو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے اور نہ ضم سورہ۔

(یہ اوجز المسالک میں مذکور ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

23/1296- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے لیکن یہ حکم اس مقتدی کے لئے نہیں ہے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ (اس کو تو خاموش رہنا ضروری ہے۔) (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

24/1297- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھے تو یہ نماز (ترک واجب کی وجہ سے) اس کو کافی نہ ہوگی مگر یہ حکم اس مقتدی کے لئے نہیں ہے جو امام کے پیچھے ہو (اس لئے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔) (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

25/1298- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتا ہو (نہ سورہ فاتحہ نہ کوئی اور سورہ) کیا اس کے لئے یہ کافی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کافی ہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

26/1299- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز (ترک واجب کی وجہ سے) کامل نہیں ہوتی، مگر یہ حکم مقتدی کے لئے نہیں ہے جو امام کے پیچھے ہو۔ (اس لئے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔) (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث

27/1300- کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ عنہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ضروری ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (اس پر) انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اب قرأت ہر نماز میں فرض ہوگئی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! امام جب لوگوں کی امامت کرے تو اس کی قرأت مقتدیوں کی قرأت کے لئے بالکل کافی ہے۔ (مقتدیوں کو پھر قرأت کرنے کی ضرورت نہیں۔) (اس کی روایت نسائی، طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔) اور نسائی نے کہا ہے کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کی قرأت مقتدی

کے لئے کافی ہے۔ (اس کو خود قرأت کرنے کی ضرورت نہیں۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث

28/1301- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نماز سے جس میں قرأت جہر سے کی جاتی ہے فارغ ہو کر فرمائے کیا تم میں سے ابھی کوئی میرے ساتھ قرآن پڑھ رہا تھا؟ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ رہا تھا (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی لئے تو میں بھی (دل میں) کہہ رہا تھا کہ نماز میں میرے ساتھ قرآن کی کشاکشی کیوں ہو رہی ہے (یعنی قرأت کے ذریعہ میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں اور لوگ قرآن پڑھ کر مجھے اپنی طرف کھینچتے ہیں) جب اس حکم کو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو حضور کے پیچھے مقتدی ہو کر جہری نماز میں قرآن (خواہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ) کا پڑھنا ترک کر دیا۔ (اس کی روایت نسائی، ترمذی، ابوداؤد، امام احمد، امام مالک اور امام محمد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ جس نماز میں قرأت بالجہر کی جائے اس میں مقتدی (امام کے پیچھے) قرأت نہ کرے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث

29/1302- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہذا جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔) اور یہ حدیث صحیح ہے اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

30/1303- اور مسلم کی ایک روایت میں ابو ہریرہ اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام

جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

31/1304- اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام جب ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ کہے تو تم آمین کہو۔

ف: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مقتدی کے لئے سکوت اختیار کرنے اور امام کی قرأت کو خاموشی سے سننے کی طرف اشارہ ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ نہ پڑھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ امام جب سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے ”وَلَا الضَّالِّينَ“ پر پہنچے تو مقتدی آمین کہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کے بجائے یوں کہا جاتا کہ تم میں کا ہر ایک (مقتدی ہو یا امام) ”وَلَا الضَّالِّينَ“ تک پہنچے تو آمین کہے ایسا نہ کہہ کر جب یہ کہا گیا کہ امام ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“

کہے تو تم آمین کہو اس سے ثابت ہوا کہ متقدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خاموشی سے امام کی قرأت سنتے رہیں۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث

32/1305- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو کیا تم بھی اس وقت قرأت کیا کرتے ہو؟ سب نے سکوت اختیار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اسی طرح تین دفعہ دریافت فرمایا سب نے عرض کیا جی ہاں! ہم بھی امام کے ساتھ قرأت کیا کرتے ہیں (اس پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ (جب تم مقتدی ہوں) تو امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر گیارہویں حدیث

33/1306- ابن عمرو بیاضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازی اپنے پروردگار سے (نماز میں) راز و نیاز کرتا رہتا ہے، پس وہ غور کر لے کہ اپنے پروردگار سے کیا راز و نیاز کرتا رہتا ہے، پس وہ غور کر لے کہ اپنے پروردگار سے کیا راز و نیاز کر رہا ہے؟ اس لئے تم (سب مقتدی) ایک دوسرے پر باوازا بلند قرأت قرآن کر کے (نماز کے راز و نیاز میں خلل مت ڈالو بلکہ) سب خاموش رہا کرو۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مقتدی جہری اور سری ہر دو نمازوں میں امام کے پیچھے نہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ کوئی اور سورت، یہ نقلی دلیلیں تھیں جن کو آپ سن چکے اب اس پر عقلی دلیل امام طحاوی رضی اللہ عنہ سے سنئے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جس نے امام کو رکوع میں پایا اور قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کے لئے ”اللہ اکبر“ کہہ کر بغیر قرأت کئے رکوع میں امام سے جا ملتا تو جمہورائمہ کا بلا اختلاف اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو بلاشبہ وہ رکعت مل گئی، اگرچہ کہ اس نے اس رکعت کے قیام میں کچھ قرأت نہیں کی ہے۔ (یہ عمدۃ القاری، جلد: 2، صفحہ: 559، میں مذکور ہے۔)

جمہورائمہ کے اس قول کی توجیہ دو طرح سے کی گئی ہے، ایک یہ کہ مقتدی پر امام کے پیچھے قرأت فرض نہیں تھی اس لئے اس کو وہ رکعت قرأت ترک ہونے کے باوجود مل گئی اور یہی مذہب حنفی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس شخص پر قرأت فرض تو تھی مگر رکعت فوت ہونے کے اندیشہ سے ضرورۃً ساقط ہو گئی اور یہ دیگرائمہ کا مسلک ہے، اس دوسری توجیہ کے سلسلہ میں فرض کی ماہیت پر غور کرنا ضروری ہے کہ کیا کسی فرض کو ضرورۃً ترک کر دیا جاسکتا ہے؟

فرض کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کیجئے:

ایک ایسا شخص جس نے امام کو رکوع میں پایا اور رکعت فوت ہونے کے اندیشہ سے ضرورۃً قیام کے لئے بغیر تکبیر تحریمہ کئے ہوئے امام سے رکوع میں جا ملتا تو جمہورائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایسے شخص کو وہ رکعت نہیں ملی، حالانکہ اس نے ضرورۃً قیام ترک کیا ہے، اس مثال سے صراحت کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ قیام فرض ہے اور فرض ایسا عمل ہے جس کو ضرورۃً بھی ساقط نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کی ادائی

ضرورت اور غیر ضرورت ہر دو موقعوں پر لازمی ہے۔

فرض کی ماہیت کو اس مثال سے سمجھنے کے بعد قرأت خلف الامام کی نوعیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام پر فرض کی ماہیت صادق نہیں آتی، اس لئے کہ مقتدی کے لئے قرأت خلف الامام جس طرح دیگر ائمہ کے پاس ضرورۃً ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح ہمارے پاس متعدد احادیث سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ساقط ہے اس کے برخلاف اگر قرأت خلف الامام فرض ہوتی تو وہ نہ ضرورۃً ساقط ہوتی ہے اور نہ بلا ضرورت اس لئے کہ فرائض کسی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتے۔

اس طرح ثابت ہو گیا کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام فرض نہیں ہے جیسا کہ متعدد احادیث اس کے مقتدی پر فرض نہ ہونے پر وارد ہیں۔ (یہ پورا مضمون طحاوی شریف سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر بارہویں حدیث

34/1307- عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو حضور علیہ السلام کے پیچھے (نماز میں) ایک شخص نے (سورۃ) ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ پڑھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ نماز میں کون ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ پڑھ رہا تھا؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میں پڑھ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب ہی تو) میں محسوس کر رہا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص (قرآن پڑھ کر) مجھے الجھن میں ڈال رہا ہے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔) اور نسائی نے کہا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سری نمازوں میں بھی قرأت نہ کرے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر تیرہویں حدیث

35/1308- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے

آہستہ قرأت کی نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے (نماز میں) میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو تین دفعہ فرمایا تو وہ شخص جس نے قرأت کی تھی عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ”سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ کی قرأت کی ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں میرے ساتھ قرأت قرآن کر کے کیوں مجھے الجھن میں ڈال جاتا ہے؟ کیا آپ لوگوں میں سے ہر (مقتدی) کو اس کے امام کی قرأت کافی نہیں ہے؟ امام تو اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اس لئے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چودھویں حدیث

36/1309- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (اس لئے مقتدی کو قرأت کی ضرورت نہیں ہے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

37/1310- اور اسی حدیث کی روایت ابن حبان نے انس رضی اللہ عنہ سے

38/1311- اور دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف (1): یہ اور اسی قسم کے دیگر احادیث میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے مطلقاً قرأت نہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے اس لئے مقتدی امام کے پیچھے نہ سورہ فاتحہ پڑھے نہ کوئی اور سورہ۔

اس کے برخلاف جن حضرات نے ان احادیث سے جن میں مقتدی کو قرأت نہ کرنے کا عام حکم موجود ہے اس عام حکم میں سورہ فاتحہ کو شامل نہ کر کے صرف ضم سورہ نہ پڑھنے سے خاص کیا ہے، یہ تخصیص بلا تخص ہے، حدیث کے عام حکم کو بغیر کسی سبب کے خاص کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی،

جبکہ اور احادیث میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے جو ابھی اوپر نسائی، ترمذی بیہقی اور طحاوی وغیرہم کے حوالہ سے گذر چکی ہیں۔
(یہ مضمون فتح الملہم سے ماخوذ ہے۔)

ف(2): امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ”مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقَرَأَتْهُ لَهُ قِرَاءَةً“ (جو امام کے پیچھے نماز پڑھا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے) فقہ حنبلی کی کتاب الروض الربع میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”وَلَا قِرَاءَةً عَلَى مَأْمُومٍ“ (مقتدی پر کسی قسم کی قرأت نہیں ہے۔) (اس لئے نہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ سورہ کرے۔) اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام سورہ فاتحہ کو اپنے اور مقتدی کی طرف سے ادا کر لیتا ہے اس لئے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (یہ مضمون اوجز المسالک سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر پندرہویں حدیث

39/1312- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو یقیناً امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی روایت امام محمد دارقطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہیں، اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہی ہیں ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ کو فی نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں، اور عبد اللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اس طرح اس سند کی مذکور الصدر تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (علامہ عینی کی تحقیق یہاں ختم ہوئی۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر سولہویں حدیث

40/1313- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔ (اب مقتدی کو نہ سورہ فاتحہ کی قرأت کی ضرورت ہے نہ کسی اور سورت کی۔) (اس کی روایت ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

41/1314- اور دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

42/1315- اور طحاوی اور امام احمد نے بھی جابر رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

43/1316- اور احمد بن منیع نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے

اور امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ امام احمد بن منیع کی اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے موافق ہے اس لئے یہ حدیث مسلم کی حدیثوں کی طرح صحیح ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر سترہویں حدیث

44/1317- عبداللہ بن شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ

(ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی عبداللہ بن شداد کہتے ہیں ایک شخص نے (باوجود مقتدی ہونے کے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی تو اس شخص کے بازو والے نے اس کو انگلی سے ٹوچا دیا، جب نماز پڑھ لی تو اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے نماز میں کیوں ٹوچا دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے امام تھے تو میں نے بُرا سمجھا کہ آپ (مقتدی ہو کر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز میں قرأت کریں، اس گفتگو کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔

(اس کی روایت امام محمد اور دارقطنی نے کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے بھی اسی

طرح کی روایت کی ہے۔)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اس حدیث شریف کے بیان میں کہا ہے کہ اس کی

روایت صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کی ہے جن کے نام یہ ہیں، جابر بن عبداللہ ابن عمر، ابوسعید خدری، ابو ہریرہ، ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم۔

علاوہ ازیں امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کتاب کشف الاسرار میں یہ روایت لکھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دس جلیل القدر صحابہ مقتدی کے لئے بڑی شدت سے قرأت خلف الامام کی ممانعت فرماتے تھے ان کے نام یہ ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف، سعید بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

اس بارے میں علامہ عابد سندی مدنی رحمہ اللہ نے شرح مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت مذکورہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکی ہے جن کا رد کسی صحابی نے نہیں کیا، حالانکہ اس وقت صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد موجود تھی اور اس کثرت کے باوجود کسی صحابی کا ان دس صحابہ پر رد نہ کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیگر صحابہ کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر سکوت حقیقت میں تمام صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہے جو شرعاً لائق حجت ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر اٹھارہویں حدیث

45/1318- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

ف (1): حدیث مذکور سے یہ ثابت ہو گیا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مقتدی قرأت نہیں کر رہا ہے بلکہ مقتدی بھی قرأت کر رہا ہے اس لئے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اس طرح جب مقتدی کا قرأت کرنا شرعاً ثابت ہو گیا تو پھر مقتدی امام کی قرأت کے علاوہ خود بھی قرأت کرے تو اس سے ایک نماز میں دو قرأتیں

ثابت ہو جائیں گی جو شرعاً ناجائز ہے۔ اس کو امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

ف (2): مذکورہ حدیث میں جو ذکر ہے کہ ”امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے اس کے متعلق ہمارے علماء نے کہا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت کا بدل اور قائم مقام ہے، اگر مقتدی امام کے پیچھے خود بھی قرأت کرے تو مقتدی کی قرأت جو اصل ہے وہ اور امام کی قرأت جو مقتدی کی قرأت کے قائم مقام ہے دونوں کا جمع کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے، جیسا کہ وضوء اور تیمم دونوں کا ایک ساتھ جمع کرنا ناجائز ہے اس لئے کہ وضوء اصل ہے اور تیمم اس کا قائم مقام۔ (ابن الہمام۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر انیسویں حدیث

46/1319- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ امام تو قرأت کرتا ہی ہے (پھر مقتدی کو قرأت کی کیا ضرورت ہے)۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر بیسویں حدیث

47/1320- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے ممانعت فرمائی ہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

48/1321- اور عبدالرزاق نے بھی اس کی روایت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

49/1322- اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت اس طرح آئی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے (نماز میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔

50/1323- اور عبدالرزاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما (مقتدی کو) قرأت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر اکیسویں حدیث

51/1324- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں (نماز میں) امام کے پیچھے قرأت کیا کروں یا خاموش رہا کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں (قرأت مت کیا کرو) بلکہ خاموش رہا کرو، یہی تم کو کافی ہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۲ ویں حدیث

52/1325- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کی قرأت تمہارے لئے کافی ہے (جبکہ تم اس کی اقتداء کر رہے ہو) خواہ امام آہستہ قرأت کر رہا ہو یا جہر سے۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۳ ویں حدیث

53/1326- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ

عنہ سے دریافت کیا کہ مقتدی امام کے ساتھ قرأت کرے یا نہ کرے؟ تو زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مقتدی کو کسی نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) امام کے ساتھ قرأت نہ کرنی چاہئے۔ (خواہ سورہ فاتحہ ہو یا ضم سورہ۔) (اس کی روایت مسلم نے باب سجود التلاوة میں کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۴ ویں حدیث

54/1327- عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر، زید

بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے قرأت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا تو ان تینوں صحابہ نے فرمایا کہ کسی نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) قرأت خلف الامام مت کیا کرو۔ (اس کی

روایت طحاوی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۵ ویں حدیث

55/1328- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ (مقتدی) امام کے پیچھے

قرأت نہ کیا کرے۔ (نہ جہری نماز میں نہ سرّی نماز میں۔)

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۶ ویں حدیث

56/1329- عبداللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر

بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ (مقتدی جہری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا

ہے تو کیا وہ) ظہر اور عصر کی (سرّی نمازوں میں بھی قرأت نہ کرے تو جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

کہ ہاں مقتدی ان سرّی نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔)

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۷ ویں حدیث

57/1330- مختار بن عبداللہ بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے تو اس نے اقتداء کا حق ادا نہ

کیا۔ (اس کی روایت طحاوی، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور دارقطنی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۸ ویں حدیث

58/1331- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جو مقتدی امام

کے پیچھے قرأت کرے تو اس نے اقتداء کے اصل مقصد کو کھو دیا۔

(اس کی روایت عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۹ ویں حدیث

59/1332- ابو حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی

اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ جب میں نماز میں امام کے پیچھے رہوں تو کیا میں بھی (امام کے ساتھ)

قرأت کیا کروں؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نہیں۔ (جب تم نماز میں امام کے پیچھے ہو تو

قرأت مت کیا کرو۔) (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

60/1333- اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے (نماز میں) امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا عہد لیا ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۰ ویں حدیث

61/1334- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کبھی ان سے دریافت کیا جاتا کہ

مقتدی امام کے پیچھے قرأت کیا کرے تو آپ جواب دیا کرتے کہ تم میں سے جو کوئی امام کے پیچھے نماز

پڑھا کرے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (اس کو قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے)، اور

خود ابن عمر کا بھی یہی عمل درآمد تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام

محمد نے کی ہے۔ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے متعلق کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور امام طحاوی

نے بھی اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے اور امام مالک نے بھی اس کی روایت کی ہے، اور امام

مالک نے اس حدیث کی جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے ”وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ“ یعنی

مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے ہاں اگر وہ مسبوق ہو تو ماہقی نماز میں قرأت کیا کرے۔

علامہ یعنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قرأت خلف الامام نہیں کرتے تھے اور آپ

کی شان یہ ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا کرتے تھے اور اپنے زمانہ میں اسی وجہ سے اتباع سنت میں سب سے زیادہ مشہور تھے اس لئے آپ کا قرأت خلف الامام نہ کرنا عین سنت ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۱ ویں حدیث

62/1335- نافع رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (اس کو خود قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے)۔
(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس حدیث کی سند ایسی جید ہے کہ جس میں کسی کو کلام اور اعتراض نہیں۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۲ ویں حدیث

63/1336- انس بن سیرین رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو امام کی قرأت کافی ہے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے)۔
64/1337- اور دارقطنی نے بھی امام احمد بن حنبل سے اسی طرح روایت کی ہے اور اس کی سند کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۳ ویں حدیث

65/1338- ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا چپ رہو (کیا فضول سوال کر رہے ہو) نماز میں (اللہ تعالیٰ کے راز و نیاز کی وجہ سے مقتدی کو ایک خاص) مشغولیت رہتی ہے (تم

اس کو باقی رکھو، رہی قرأت تو) امام کی قرأت تمہاری لئے کافی ہے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس کی سند جید ہے جس کے متعلق کوئی کلام نہیں ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۴ ویں حدیث

66/1339- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے

(خلاف رواج) قرأت خلف الامام کی ابتداء کی تھی وہ (نئی ایجاد کرنے سے) مہتمم ہوا تھا (اس لئے

کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا رواج ہو چکا تھا۔) (اس

کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۵ ویں حدیث

67/1340- علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے منہ میں

انگارا (یعنی آگ کا ڈلہ) رکھ لینا قرأت خلف الامام کرنے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

ف: امام جصاص رازی رحمہ اللہ کی احکام القرآن میں قرأت خلف الامام کرنے والے کے

متعلق تحدیداً منقول ہے ”اچھا ہے کہ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں“ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی

قرأت خلف الامام کرنے والے کے متعلق تحدیداً کہا یہ کہ ”مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے منہ کو مٹی

سے بھر دیا جائے۔“

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۶ ویں حدیث

68/1341- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات

پسند آئی ہے کہ جو قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ میں انگارا ہو۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے، اس حدیث کی سند میں کوئی کلام نہیں ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۷ ویں حدیث

69/1342- محمد بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ہوتا کہ قرأت خلف الامام نہ کرنے والے کے منہ میں پتھر پڑ جاتے۔
(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس حدیث کی سند جید ہے جس کے متعلق کوئی کلام نہیں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۸ ویں حدیث

70/1343- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ قرأت خلف الامام نہ کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جاتا۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۹ ویں حدیث

71/1344- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔
(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۴۰ ویں حدیث

72/1345- عمرو بن محمد بن زید رضی اللہ عنہ، موسیٰ ابن سعد بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ بن سعد نے اپنے دادا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرأت خلف الامام کی ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

73/1346- اور عبدالرزاق نے بھی اسی کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف: واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیثوں میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرأت خلف الامام

کرنے والے کے بارے میں مختلف تحدیدیں مذکور ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ قرأت خلف الامام کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو، دوسری حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایسے شخص کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے، ایک اور حدیث یہ ہے کہ منہ میں انگارہ رکھ لینا قرأت خلف الامام کرنے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان احادیث میں قرأت خلف الامام کرنے والے پر جو تحدیدیں مذکور ہیں، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام نہ کرنے کے بارے میں صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا تھا صحابہ کرام کے اس اجماع پر صدر کی وہ تمام حدیثیں مؤید ہیں جن میں قرأت خلف الامام نہ کرنے کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

علاوہ ازیں اس بارے میں نقلی دلیلوں کے سوا امام طحاوی رحمہ اللہ کی عقلی دلیل بھی گزر چکی ہے جس میں قیاس کے ذریعہ قرأت خلف الامام نہ کرنے کو ثابت کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کا ثبوت پہلی حدیث

74/1347- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع فرمایا کرتے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کا ثبوت پر

دوسری حدیث

75/1348- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب پہلی رکعت کے اخیر سجدہ سے) دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد للہ رب العالمین سے دوسری رکعت شروع فرماتے اور سکوت نہیں فرماتے تھے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث

76/1349- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان سورہ فاتحہ کے دو حصہ کر دیئے ہیں اور جو کچھ میرا بندہ سوال کرے وہ اس کو دیا جائے گا، پس جب بندہ (1) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ (ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندہ (2) ”الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ (جو نہایت رحم والا مہربان ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی اور جب بندہ (3) مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ (جو روز جزاء کا حاکم ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ (4) ”اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ“ (اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے (کہ وہ میری عبادت کرتے ہوئے مجھ سے مدد مانگ رہا ہے) اور جو کچھ میرا بندہ سوال کرے وہ اس کو دیا جائے گا، اور جب بندہ (5) ”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (6) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ (7) وَلَا الضَّالِّیْنَ۔ (ہم کو دین کا سیدھا راستہ دکھا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا، نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے کی دعاء ہے جس کو وہ اپنے لئے کر رہا ہے اور میں اپنے بندہ کو جو وہ مانگے دوں گا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: علامہ حلبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کے دو

حصے کئے ہیں پہلا حصہ جو ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ۵ ”الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ۵ ”مَالِکِ یَوْمَ الدِّیْنِ“ ۵ کی تین آیتوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص کر رکھا ہے اور دوسرے حصہ جو ”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ“ ۵ ”صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ“ ۵ ”غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ“ ۵ کے تین آیتوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ سے مخصوص فرمایا اور ”اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ“ کو ان دونوں حصوں کی درمیانی آیت قرار دیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان مشترک رکھا۔

اس طرح سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہوتیں۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پہلا حصہ جو تین آیتوں پر مشتمل ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرمایا ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سے شروع نہیں فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اگر ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرمانے کی بجائے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سے شروع فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایسا نہیں کیا تو صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے۔

تفصیل مذکورہ سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے تو لازمی طور پر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ دوسری سورتوں کا بھی جزء نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ اور دوسری سورتوں کا جزء نہ ہونے کے بارے میں صرف دو ہی مذہب ہیں۔ ایک مذہب یہ ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ اور دیگر تمام سورتوں کا جزء ہے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اور اسی طرح دوسری سورتوں کا بھی جزء نہیں۔

ان دو مذہبوں کے سوا تیسرا مذہب کسی نے اس طرح اختیار نہیں کیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہو اور دوسری سورتوں کا جزء ہو۔

صدر کی حدیث اور دلائل مذکورہ سے جن کو علامہ حلبی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں تو لازماً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کسی اور سورت کا بھی جزء نہیں اور یہی مذہب حنفی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صدر کی حدیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں اور یہ حدیث ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے پر ایسی واضح دلیل ہے کہ جس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے پر اس حدیث سے زیادہ بہتر اور واضح دلیل مجھے نہیں ملی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

77/1350- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے بھی نمازیں ادا کی ہیں۔ لیکن میں نے نہیں سنا کہ ان حضرات میں سے کسی نے (نماز میں) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (جہر سے) پڑھی ہو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر

پانچویں حدیث

78/1351- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہم کو نماز پڑھائی تو حضور علیہ السلام کو (سورہ فاتحہ کے پہلے نماز میں جہر سے) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے نہیں سنا اور ہم کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نماز پڑھائی ہم نے ان دونوں حضرات سے بھی (نماز میں جہر سے) ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جاتا تھا

79/1352- عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں
کہ میرے والد عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے مجھے نماز میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ و
بلند آواز سے پڑھتے ہوئے سنا تو کہا بیٹا یہ تو بدعت ہے، اور بدعت سے بچو، پھر کہا کہ میں نے اصحاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو بدعت سے عداوت و نفرت کرتے ہوئے نہیں دیکھا انہوں نے یہ
بھی فرمایا کہ میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی مگر کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم (بلند آواز
سے) کہتے ہوئے نہیں سنا اس لئے تم کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم آواز سے نہ کہنی چاہئے
جب تم نماز پڑھو تو ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ“ کہو۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اسی
طرح روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حدیث حسن
ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، حضرت ابو بکر،
حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ اور ان کے بعد اکثر
تابعین کا بھی یہی عمل رہا ہے اور امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ بھی
اسی کے قائل ہیں، ان سب کا بھی یہی قول ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ جہر سے نہ پڑھی
جائے بلکہ آہستہ پڑھنی چاہئے۔

(ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں

بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر دوسری حدیث

80/1353- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں

بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر تیسری حدیث

81/1354- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے میں نے نہیں سنا کہ ان حضرات میں سے کسی نے بھی (نماز میں) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آواز سے پڑھی ہو۔

(اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے ایسی سند سے کی ہے جو صحیح کی شرط کے موافق ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں

بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر چوتھی حدیث

82/1355- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے، یہ سب حضرات (نماز میں سورہ فاتحہ کے پہلے) ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں

بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر پانچویں حدیث

83/1356- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں سورۃ

فاتحہ سے پہلے) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمرو
حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (نماز میں سورۃ فاتحہ سے
پہلے) آہستہ ہی پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

ف: ان احادیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ سورۃ فاتحہ سے پہلے
بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنا چاہئے اور دوسرے یہ کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کا جزء
نہیں ہے، اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کا جزء ہوتا تو اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ
فاتحہ کی طرح جہر سے پڑھتے، سورۃ فاتحہ کو جہر سے پڑھنا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ پڑھنا
یہ خود اس بات کی بین دلیل ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کا جزء نہیں ہے۔

نماز میں قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا ثبوت

84/1357- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں)

قرأت شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِیْمِ (آہستہ) کہا کرتے تھے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نماز میں اَعُوْذُ، بِسْمِ اللّٰهِ اور آمین آہستہ کہنے کا ثبوت

85/1358- ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت

علی رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جہر سے نہیں پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بھی جہر سے نہیں پڑھتے اور نہ تو آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔
(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز میں اَعُوْذُ، بِسْمِ اللّٰہ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ کہنے کا ثبوت

86/1359- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (نماز میں) بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہ من الشیطان الرجیم اور ربنا لک الحمد بھی آہستہ پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

نماز میں ثناء، اَعُوْذُ بِاللّٰہ، بسم اللہ اور آمین کے آہستہ کہنے کا ثبوت

87/1360- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ (نماز میں) چار چیزیں امام کو آہستہ کہنی چاہئے ایک ”سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ“

دوسرے ”اَعُوْذُ بِاللّٰہ من الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ“

تیسرے ”بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

اور چوتھے ”آمین“۔ اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔

88/1361- اور عبد الرزاق اور ابو عمر نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت

کی ہے۔

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں ”بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ آہستہ پڑھا کرتے تھے جہر سے نہیں پڑھتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ ”بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ نہ تو سورہ فاتحہ کا اور نہ قرآن کے کسی سورہ کا ابتدائی جزء ہے اگر ”بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سورہ فاتحہ یا قرآن کے کسی سورت کا ابتدائی جزء ہوتا تو اس کو بھی قرآن کی اور آیتوں کی طرح ضرور جہر سے پڑھا کرتے۔

سورہ نمل میں جو ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ مذکور ہے اس کو اس وجہ سے جبر سے پڑھا جاتا ہے کہ وہ دیگر آیتوں کی طرح اس سورہ میں قرآن کا جزء ہے، علاوہ ازیں نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے ثناء اور تعوذ کو اسی وجہ سے آہستہ پڑھا جاتا ہے کہ یہ دونوں قرآن کے جزء نہیں ہیں، اس طرح جب ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کا آہستہ پڑھا جانا حدیثوں سے ثابت ہوا تو معلوم ہو گیا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ بھی ثناء اور تعوذ کی طرح قرآن کا جزء نہیں ہے۔

نماز میں آمین کہنے کی فضیلت

89/1362- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم بھی آمین کہو (امام کے آمین کہنے کا ارادہ ”وَلَا الضَّالِّیْنَ“ کہنے سے ظاہر ہوتا ہے) کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ساتھ ہوگی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کئے جائیں گے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

90/1363- ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب امام ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ“ کہے اور (آمین کہنے کا ارادہ کرے) تو تم بھی آمین کہو، کیوں کہ جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ساتھ ہو تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کئے جائیں گے۔

یہ امام بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت کے الفاظ بھی قریب قریب اسی کے ہیں۔

91/1364- اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جب قاری (وَلَا الضَّالِّیْنَ

کہہ کر) آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم بھی آمین کہو، کیوں کہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، اس لئے جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ساتھ ہو تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ف: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے ”وَلَا الضَّالِّينَ“ کہنے کے بعد مقتدی آمین کہے چونکہ امام کے آمین کہنے کا وقت بھی یہی ہے، اس لئے امام اور مقتدی کی آمین ساتھ ساتھ ہوگی۔

اس حدیث میں امام کے ”وَلَا الضَّالِّينَ“ کہنے کے بعد مقتدی کو آمین کہنے کا جو حکم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بھی آہستہ آمین کہہ رہا ہے اگر امام کا جہر سے آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کے آمین کہنے کو امام کے ”وَلَا الضَّالِّينَ“ کہنے سے متعلق نہ کر کے امام کے آمین کہنے سے متعلق فرماتے۔

اس حدیث کی پہلی روایت کے الفاظ ”إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا“ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے آمین کہنے پر آمین کہے۔ مگر حقیقت میں اس کے یہ معنی نہیں ہیں اگر، ”إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا“ کے یہ معنی لئے جائیں تو اس حدیث کی پہلی روایت اور اسی کی دوسری روایت جس کے الفاظ یہ ہیں: ”إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ فَقُولُوا: ”آمِينَ“۔ (جب امام ”وَلَا الضَّالِّينَ“ کہے تو تم آمین کہو) میں تضاد واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں یہ ہے کہ مقتدی اس وقت آمین کہے جب امام آمین کہے اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ مقتدی اس وقت آمین کہے جب امام ”وَلَا الضَّالِّينَ“ کہہ لے۔

ان دونوں روایتوں کے تضاد کو دور کرنے کے لئے جمہور نے یوں تطبیق دی ہے کہ ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ والی حدیث کے معنی کو حقیقت پر محمول کیا ہے اور ”إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ“ والی حدیث کے معنی کو مجاز پر، اس طرح کہ پہلی روایت ”إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا“ کے معنی مجازی اس طور پر یہ لئے گئے ہیں کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم آمین کہو، اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے آیت ”إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ“ کے مجازی معنی (جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو) لئے گئے ہیں۔

اور دوسری حدیث: ”إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ فَقُولُوا: ”آمِينَ“ کے معنی حقیقی یہ لئے گئے ہیں کہ امام جب ”وَلَا الضَّالِّينَ“ کہہ کر آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم ”آمین“ کہو اب تضاد باقی نہ رہا اور دونوں روایتوں کے ایک ہی معنی ہوئے اسی بناء پر ہم نے صدر میں ”إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا“ والی حدیث کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم

آمین کہوتا کہ دوسری روایت سے اس کا تطابق ہو جائے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ”اِذَا
 اَمَّنَ“ والی حدیث کے یہی معنی مجازی لئے ہیں۔
 (یہ پورا مضمون ”تعلیق اعلاء السنن“ سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کا ہر عمل امام کے ہر عمل کے بعد ہونے کا ثبوت

92/1365- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارا ارادہ نماز کا ہو تو تم اول اپنی صفیں سیدھی کر لو، پھر تم میں سے
 کوئی امام بن جائے، جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب امام ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
 عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ کہے (اور آمین کہنے کا ارادہ کرے) تو تم بھی آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعاء
 کو قبول فرمائے گا جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاؤ مگر امام
 تم سے پہلے رکوع میں جائے اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے اس طرح تمہارے اور امام کے رکوع
 کی مقدار برابر ہو جائے گی اور یہ بھی فرمایا کہ امام جب ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہے تو تم ”اللَّهُمَّ
 رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ کہو اللہ تعالیٰ تمہاری حمد سنے گا۔
 (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کا ثبوت

93/1366- شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ کے بعد آمین آہستہ فرمایا۔
 (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد
 آمین آہستہ کہی جائے یہ نقلی دلائل ہیں، عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ
 آمین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور
 اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے۔

آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جزء نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جزء ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جزء نہیں ہیں اور جو قرآن کا جزء نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے۔
(یہ مضمون مرقات، بنایہ اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

94/1367- علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آمین کہی۔
(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

95/1368- علقمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آمین کہی۔
(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد، طیالسی، ابویعلیٰ، طبرانی اور دارقطنی نے کی ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

96/1369- ابودائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے) بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور سورہ فاتحہ کے بعد آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے۔ (اس کی روایت طبرانی نے تہذیب الآثار میں کی ہے۔)

آمین کہنے کی فضیلت

97/1370- ابو زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو چل کر ایسے شخص کے پاس پہنچے جو نہایت عاجزی سے دعاء مانگ رہا تھا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس کی دعاء سنتے رہے) پھر آپ نے ارشاد فرمایا اگر اس نے اپنی دعاء پر مہر کر دی ہو تو اس نے اپنی دعاء قبول کروالی، لوگوں میں سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء پر کس طرح مہر کرنی چاہئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ آمین کہہ کر۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

فرائض میں دوسری رکعت پہلی کی بہ نسبت چھوٹی ہونے کا بیان

98/1371- ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورہ پڑھا کرتے، اور اخیر کی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور کبھی ہم کو (تعلیم امت کے لئے) کوئی آیت بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیا کرتے، اور پہلی رکعت میں طویل قرأت کرتے تھے اور دوسری رکعت مختصر اور اسی طرح عصر اور فجر کی فرض نمازوں میں پہلی رکعت میں طویل قرأت کے ساتھ اور دوسری رکعت مختصر قرأت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے

واجب نہیں ہے

99/1372- علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب

مقتدی ہوتے تو نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام کیا کرتے اور نہ تو سری نماز میں، نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے اور نہ تو آخری دو رکعتوں میں اور جب تنہا فرض نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک میں سورہ فاتحہ پڑھتے اور ضم سورہ کرتے اور آخری دو رکعتوں میں سے کسی رکعت میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے

واجب نہیں اس پر دوسری حدیث

100/1373- حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کیا کرو، جب کہ (امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہے ہو) اور آخری دو رکعتوں میں سبحان اللہ کہا کرو۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

ف: احادیث مذکورہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں اور تین رکعت والی فرض کی نماز میں تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کی قرأت واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بجائے سبحان اللہ پڑھے یا کچھ پڑھے بغیر خاموش رہے تو یہ کافی ہے مگر افضل یہ ہے کہ ان میں سورہ فاتحہ پڑھے اور یہ کافی ہونا اور افضل ہونا مذہب حنفی ہے، امام ثوری، امام اوزاعی اور حضرت ابراہیم نخعی اور عراق کے علماء سلف کا بھی یہی قول ہے۔ (یہ ’’تعليق المجيد‘‘ اور ’’عمدة الرعاية‘‘ سے ماخوذ ہے۔)

نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنے کا بیان

101/1374- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی

اللہ عنہ کو لکھا کہ فجر کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی اور عبدالرزاق نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی تمام سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں، ان میں سورہ بروج شامل نہیں ہے۔ (شرح وقایہ ملتقی)۔

نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث

102/1375- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی فرض نماز میں سورہ ”ق وَالْقُرْآنَ الْمَجِيد“ یا اس کے برابر قرآن کا کوئی حصہ پڑھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی چار نمازوں کو نماز فجر کی طرح طویل قرأت سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ نماز فجر کی قرأت کی بہ نسبت مختصر قرأت کیا کرتے تھے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ نماز ظہر کے فرض کی قرأت میں ہمارے فقہاء احناف کے دوقول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ظہر کی قرأت عصر کی قرأت کی طرح اوساط مفصل سے ہو، منیۃ الصلی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس قول کی تائید صدر کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کے راوی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ظہر کے فرض کی قرأت فجر کے فرض کی طرح طوال مفصل سے ہو، فقہ کے اکثر متون اور درمختار اور رد المحتار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے، علامہ عینی اور امام ابن الہمام رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اس قول کی تائید آگے آنے والی حدیث سے ہوتی ہے جس کو مسلم اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔
(یہ رد المحتار سے ماخوذ ہے۔)

نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنے کے بیان پر تیسری حدیث

103/1376- عمرو بن حُرَیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی فرض نماز میں ”وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ“ پڑھ رہے تھے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

جمعہ کے دن نمازِ فجر میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

104/1377- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے

دن نماز فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں اکثر آلم تنزیل (سورۃ سجدہ) اور دوسری رکعت میں ”ھَلْ
اتٰی عَلٰی الْاِنْسَانِ“ پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ
”آلم سجدہ“ اور سورہ الدھر پڑھا کرتے تھے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ”محیط“ کے
حوالہ سے لکھا ہے کہ امام جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان دو سورتوں کے سوا بعض اوقات دوسری سورتیں
بھی پڑھا کرے، تاکہ ناواقف ان سورتوں کو ہمیشہ پڑھنے سے یہ گمان نہ کرے کہ جمعہ کے دن نماز فجر
میں ان دو سورتوں کے سوا اور سورتوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نماز ظہر میں طوال مفصل پڑھنے کا بیان

105/1378- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

ظہر کے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تیس آیات کے برابر پڑھا کرتے تھے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

106/1379- اور ترمذی کی ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نماز

ظہر میں ”آلم تنزیل“ (سجدہ) کے برابر قرأت فرمائے ہیں۔

نماز عصر میں اوساط مفصل پڑھنے کا بیان

107/1380- جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

عصر میں ”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ“ اور ”وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ“ اور ان جیسی دوسری سورتیں جو
طوالت میں ان دونوں کے برابر ہوتی ہیں پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے)۔

ف: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اوساط مفصل پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عمدة الرعاۃ اور عنایۃ میں مذکور ہے اوساط مفصل سے مراد ”سورہ بروج“ سے ”سورہ لم یکن“ تک کی تمام سورتیں ہیں اور ان میں ”لم یکن“ شامل نہیں ہے۔ (ملتی، شرح وقایہ)۔

نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنے کا بیان

108/1381- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی اور عبدالرزاق نے کی ہے، اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔) ف: ”سورہ لم یکن“ سے ”سورہ ناس“ تک تمام سورتیں قصار مفصل کہلاتی ہیں اور ان میں ”سورہ ناس“ بھی داخل ہے۔ (شرح وقایہ، ملتی)۔

نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث

109/1382- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جمعہ کی شب نماز مغرب میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

110/1383- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب جمعہ نماز مغرب میں اکثر ”قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ“ اور ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔)

111/1384- اور اسی طرح کی روایت ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

کی ہے، جس میں ”لیلۃ الجمعة“ ”شب جمعہ“ کا ذکر نہیں ہے۔

نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنے کا بیان

112/1385- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی

اللہ عنہ کو لکھا کہ نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھا کرو۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے)۔

نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث

113/1386- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نمازِ عشاء میں

اوساطِ مفصل کی چند سورتیں مخصوص فرمائے تھے اور انہی میں سے ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی

روایت ترمذی نے کی ہے)۔

نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنے کے بیان پر تیسری حدیث

114/1387- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم سے نمازِ عشاء کی ایک رکعت میں والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے زیادہ کسی کو خوش آواز نہیں پایا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

پانچوں نمازوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

115/1388- سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں صاحب (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی

اور کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو،

سلیمانؓ کہتے ہیں کہ (یہ سنکر) میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے پیچھے

نمازیں پڑھیں، میں نے دیکھا کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نماز ظہر کی پہلی دو رکعتیں طویل قرأت (طوال مفصل سے) ادا فرماتے تھے اور آخری دو رکعتیں مختصر قرأت (یعنی سورہ فاتحہ سے) ادا فرماتے اور عصر کی نماز ظہر کی بہ نسبت مختصر قرأت (یعنی اوساط مفصل سے) ادا فرماتے تھے، اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھتے تھے اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل کی سورتیں پڑھتے اور صبح کی نماز میں طوال مفصل کی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

فرض نمازوں میں تینوں طوالوں کے ہر سورت کا پڑھنا مسنون ہے

116/1389- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل کے ہر چھوٹے اور بڑے سورہ سے فرض نمازوں میں لوگوں کی امامت کرتے ہوئے پایا۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

نماز جمعہ میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

117/1390- عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مروان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنا کر مکہ معظمہ روانہ ہوا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز جمعہ پڑھائی آپ نے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ 'إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنُونَ' پڑھی، نماز کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں سورتیں نماز جمعہ میں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عیدین اور جمعہ میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان

118/1391- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ اور ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ“ پڑھا کرتے تھے۔ نعمان کہتے ہیں اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن میں دونوں جمع ہو جاتے تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عیدین میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان

119/1392- عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیشی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کیا پڑھتے تھے؟ تو ابو واقد لیشی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو عید کی نمازوں میں ق وَالْقُرْآنَ الْمَجِيد اور اقتربت الساعة پڑھا کرتے تھے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر کی سنتوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان

120/1393- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فجر کی پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر کی سنتوں میں جو آیتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان

121/1394- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ پ 1 ع 16 کی یہ آیت پڑھتے تھے، فرمایا ”قُولُوا“

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلَىٰ اِبْرٰهِيْمَ وَاسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ .

(مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن پر) جو ہم
پر اترا (اس پر) اور (صحیفے) جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت
یعقوب علیہم السلام اور حضرت یعقوب کی اولاد پر اترے (ان پر) اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ
علیہم السلام کو جو (کتاب) ملی اس پر اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا (اس پر)
ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی (ایک خدا)
کے فرماں بردار ہیں۔ اور سنت فجر کی دوسری رکعت میں (سورہ آل عمران پ 3 ع 7) کی یہ آیت
پڑھتے تھے، ”قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعٰلَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
وَلَا نَشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا
اَشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ“ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو کہ اے اہل کتاب آو ایسی بات
کی طرف (رجوع کرو) جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (مافی جاتی) ہے کہ خدا کے سوا کسی کی
عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا)
مالک نہ سمجھے، پھر اگر (ایسی سیدھی اور سچی بات کے ماننے سے بھی) منہ موڑیں تو (مسلمانو! ان لوگوں سے)
کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر اور مغرب کی سنتوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان

122/1395- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار نماز مغرب کے بعد کی دو سنتوں اور نماز فجر کے پہلے کی دو سنتوں میں

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے سنا ہے اور اتنی بار کہ شمار نہیں کر سکتا (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

123/1396- اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں

فجر کی سنتوں کا ذکر ہے مغرب کی سنتوں کا ذکر نہیں ہے۔)

ف: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور اسی قسم کی دوسری احادیث کے سمجھنے کے لئے سری جہری قرأت کی تعریف سنئے:-

صاحب ردالمحتار نے امام کے نماز میں جہری قرأت کے متعلق لکھا ہے: وادنى الجهر اسماع غير ممن ليس بقربه كاهل الصف الاول واعلاه لاحد له (ترجمہ: امام کے لئے جہری نماز میں جہری قرأت کی کم سے کم حد یہ ہے کہ پہلی صف والے اس کی قرأت کو سن سکیں، اگر امام اپنے اور اپنے قریب کے ہی ایک یا دو شخصوں کو قرأت سنائے تو یہ جہری نہیں ہے سمجھا جائے گا اور جہری اعلیٰ حد مقرر نہیں ہے۔ امام جہاں تک چاہے اپنی آواز کو سن سکتا ہے۔ اور سری قرأت کے متعلق صاحب ردالمحتار نے یہ لکھا ہے:-

”ادنى المخافتة اسماع نفسه او من بقربه من رجل او رجلين مثلاً (ترجمہ: سری نماز میں امام یا منفرد کے لئے قرأت کی کم سے کم حد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنائیں اگر قریب کے ایک یا دو آدمی بھی اس کی سری قرأت کو سن لیں تو اس کا شمار بھی سری قرأت ہی میں ہوگا۔ صاحب ردالمحتار نے خانیہ اور خلاصہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جامع صغیر میں بھی جہری اور سری قرأت کی تعریف اسی طرح مذکور ہے۔

قرأت کی اس تعریف کو پیش نظر رکھ کر صدر کی اس حدیث پر غور کیجئے:-

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد اور فجر کے پہلے کی دو سنتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کثرت سے پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ سنتوں میں تو جہری قرأت نہیں ہے، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سری قرأت کو کس طرح سن لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سری قرأت میں نمازی کی قرأت

کو قریب کے ایک دو آدمی سن لیں تو اس پر جہری قرأت کا حکم صادق نہیں آئے گا بلکہ یہ سری قرأت ہی کہلائے گی اسی وجہ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سری نمازوں کی قرأت کو سنا ہے۔

آیت ”فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ“ کا مسنون جواب

124/1397- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک روز) اپنے اصحاب کے پاس تشریف فرما ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر سورہ رحمن کی تلاوت شروع سے آخر تک فرمائی، صحابہ قرأت کو خاموشی سے سنتے رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ الجن میں جس رات جنوں سے ملاقات ہوئی اور وہ ایمان سے مشرف ہوئے (اسی سورہ رحمن کو جنوں کے سامنے پڑھا تو وہ جواب دینے میں تم سے اچھے رہے، جب بھی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول پر آیا ”فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ“ (اے جن والنس! تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکر تے جاؤ گے؟) تو جنات نے کہا ”لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ“ (اے پروردگار! ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت سے مکر تے نہیں بلکہ آپ کی سب نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہیں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف (1): اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ رحمن کی تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ جب بھی ”فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ“ پر پہنچے تو جواب میں لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ فوراً پڑھتا جائے۔

ف (2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنات نے جب سورہ رحمن سنا تو آیت ”فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ“ سننے کے بعد جواب میں انہوں نے لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا اور اس کے بعد والی حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیت ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ تلاوت فرمائی تو جواب میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھے، اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو

حدیث آگے آرہی ہے اس میں بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض آیتوں کی تلاوت کے بعد ان کا جواب دینے ارشاد فرمائے ہیں۔

ہمارے علماء احناف نے اس قسم کی تمام حدیثوں کا حکم خارج نماز تلاوت قرآن کرنے والے اور تنہا نفل نماز پڑھنے والے سے متعلق کیا ہے کہ یہ دونوں جب ایسی آیتوں پر پہنچیں تو وہ ان آیتوں کے پڑھنے کے بعد احادیث میں جو جوابات مذکور ہیں ان کو پڑھا کریں اس کے برخلاف فرض نمازوں میں امام ہو یا مقتدی دونوں کے لئے امام کے ان آیتوں کی قرأت کے وقت مذکورہ جوابات دینا جائز نہیں ہے، اور تنہا فرض نماز پڑھنے والے کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی مذکورہ جوابات نہ دے اور ایسے ہی تراویح اور دوسرے نوافل جو جماعت سے پڑھے جاتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے کہ ان میں بھی مذکورہ جوابات کا دینا جائز نہیں۔

اسی طرح مقتدی اور امام اس قسم کی چیزوں میں بالکل برابر ہیں دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ امام یا مقتدی دونوں کے لئے ترغیب کی آیتوں کے پڑھتے وقت جنت کا سوال کرنا اور ترہیب (ڈرانے والی) آیتوں کے پڑھتے وقت دوزخ سے پناہ مانگنا اور تسبیح کی آیتوں (جن میں اللہ کی پاکی بیان کرنے کا حکم ہے) کے جواب میں سبحان اللہ کہنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سننے پر درود پڑھنا یہ سب چیزیں نماز میں جائز نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کو خاموشی سے سننے کے بارے میں جو آیات اور حدیثیں آئی ہیں سب مطلق ہیں اس لئے اگر مقتدی ان آیات کو سننے کے بعد مذکورہ جوابات دے تو امام کی قرأت کو خاموشی سے سننے کا جو حکم ہے اس کے خلاف ہوگا اور اسی طرح امام کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ نماز میں قرأت کے سوا غیر قرآن پڑھے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت والی فرض اور نفل نمازوں میں ایسے جوابات کا دینا ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء احناف نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

ان دلائل کے قطع نظر نماز میں امام کا قرآن کے سوا غیر قرآن پڑھنا مقتدیوں پر دشواری کا باعث ہوگا حالانکہ امام کو مقتدیوں کے لحاظ سے ہلکی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔
(یہ پورا مضمون فتح القدیر، رد المحتار، عمدۃ الرعاۃ اور سعایۃ سے ماخوذ ہے۔)

”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ کا مسنون جواب

125/1398- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ کی تلاوت فرماتے تو اس آیت کے ختم پر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فرماتے تھے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

جن آیتوں کو سن کر جواب دینا مسنون ہے ان کا بیان

126/1399- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سورہ ”وَالزَّيْتُونِ“ کی تلاوت کرتے ہوئے ”أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ“ (کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے) پڑھے تو یہ کہنا چاہئے، بَلَىٰ وَآنَا عَلَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا حاکم ہے اور میں اس بات پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔)

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص سورہ ”لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ“ کی تلاوت کرتا ہوا ”أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ“ (کیا وہ خدا جس نے یہ سب کچھ کیا قیامت میں مردوں کو جلا اٹھانے پر قادر نہیں ہے؟) پڑھے تو اس کے جواب میں ”بَلَىٰ“ (کیوں نہیں جلا اٹھانے پر قادر ہے) کہنا چاہئے اور جو شخص سورہ ”وَالْمُرْسَلَاتِ“ کی تلاوت کرتا ہوا ”فَبَآئٍ حَدِيثٍ ۚ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ“ (اس قدر وعظ و نصیحت کے بعد ایسی اور کونسی بات ہے جس سے یہ

لوگ ایمان لائیں گے) پڑھے تو اس کو ”آمَنَّا بِاللَّهِ“ (ہم اللہ پر ایمان لائے) کہنا چاہئے (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے) اور ترمذی نے سورہ والتین میں

”أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ“ کے جواب میں قول نبوی ”بَلَىٰ وَآنَا عَلَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ“ تک روایت کی ہے اور ترمذی میں سورہ ”قِيَامِهِ“ اور ”الْمُرْسَلَاتِ“ کے جوابات کا ذکر نہیں ہے۔

(13/32) بَابُ الرُّكُوعِ

(یہ بات رکوع کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ”فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ واقعہ پ 27 ع 3 میں) تم اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح اور تقدیس کرتے رہو۔
وَقَوْلُهُ: ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ الاعلیٰ پ 30 ع 1 میں) اپنے پروردگار عالی شان کی تسبیح اور تقدیس کیا کرو۔

وَقَوْلُهُ: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ حج پ 17 ع 10 میں) اے ایمان والو! خدا کی جناب میں رکوع کرو اور سجدے کیا کرو۔

رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنے کا بیان

1/1400- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم رکوع اور سجدہ پورا پورا ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے (کیا کرو، خدا کی قسم) رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے) جس طرح میں تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنے کے بیان پر دوسری حدیث

2/1401- ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رکوع اور سجدے میں جلدی کرے اور ان کو اطمینان سے ادا نہ کرے تو اس کی نماز کامل نہیں ہوئی ناقص ہوئی۔ (اس لئے کہ اس نے تعدیل ارکان نہیں کیا ہے)

حالانکہ تعدیل ارکان واجب ہے۔) (اس کی روایت ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ف: اس حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ”حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ“ کے لفظی معنی پیٹھ سیدھی کرنے کے ہیں، کوکب دری اور بذل الجہود وغیرہا نے اس سے تعدیل ارکان مراد لئے ہیں اسی لئے ہم نے اس حدیث کے ترجمہ کو عام فہم کرنے کے لئے رکوع اور سجدہ میں جلدی نہ کرنے اور ان کو اطمینان سے ادا نہ کرنے کے معنی اختیار کئے ہیں اور اس سے بھی تعدیل ارکان ہی مراد ہے۔

رکوع، سجدہ، جلسہ اور قومہ اطمینان سے کرنے کا بیان

3/1402- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور قعدہ دونوں زیادہ طویل ہوتے تھے اس لئے کہ قیام میں قرأت ہوتی تھی، اور قعدہ میں التیحات پڑھی جاتی تھی) اس کے سوا باقی رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان کا جلسہ اور رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے کا وقت یعنی قومہ یہ چاروں تقریباً برابر ہوتے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بے پروائی سے قومہ اور جلسہ کچھ ادا کیا یا نہیں ادا کیا، اطمینان سے رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہوا اور دونوں سجدوں کے درمیان میں اطمینان سے نہیں بیٹھا تو اس کی نماز ناقص ہوئی) (جو قابل اعادہ ہے، اس لئے کہ قومہ اور جلسہ میں رکوع اور سجدہ کی طرح تعدیل ارکان واجب ہے قومہ اور جلسہ میں تعدیل ارکان کے وجوب کو رد المحتار شرح وقایہ اور سعایہ نے بیان کیا ہے۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قومہ اور جلسہ کو نہایت اطمینان سے ادا کرنے کا بیان

4/1403- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کے بعد ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ (جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تعریف کو سنتے

اور قبول فرمالتے ہیں) فرما کر قومہ میں کھڑے ہوتے تو بہت دیر کھڑے رہتے، یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو رکعت ہو چکی ہے اس کو ترک فرما کر از سر نو قیام شروع فرمائے ہیں، پھر سجدہ فرماتے اور اس پہلے سجدے کے بعد (جلسہ) میں بہت دیر تک بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی ہوئی رکعت کو ترک فرما کر نماز ختم فرما رہے ہیں اب دوسرا سجدہ نہیں کریں گے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے پر وعید

5/1404- ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چوروں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اپنی نماز کس طرح چراتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز چرانا یہ ہے کہ (تعدیل ارکان نہ کر کے) رکوع اور سجدہ کو پورا پورا ٹھیس ٹھیس کر اطمینان سے ادا نہ کرے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں نماز کے چور کو مال کے چور سے اس لئے بدتر قرار دیا گیا ہے کہ مال کا چرانے والا بسا اوقات چوری سے دنیاوی فائدہ حاصل کر لیتا ہے پھر صاحب مال سے یاد رگزر کر والیتا ہے یا اگر سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو وہ عذاب اخروی سے نجات پالیتا ہے، اس کے برخلاف نماز کا چور نماز کی وجہ سے جس ثواب کا مستحق ہو سکتا تھا اس سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے اس طرح آخرت میں سوائے نقصان اور عذاب کے کچھ بھی اس کے ہاتھ نہیں آتا۔ (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر دوسری حدیث

6/1405- نعمان مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ شرابی، زانی اور چور کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اور یہ اس وقت کی بات

ہے جب کہ حدود کی آیتیں ابھی نازل نہیں ہوئی تھیں، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ گناہ کی باتیں ہیں اور ان میں بڑی بڑی سزائیں ہیں، اور بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چرانا کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز چرانا یہ ہے کہ تعدیل ارکان نہ کر کے نماز میں رکوع اور سجدہ کو پورا پورا ٹھیکر ٹھیکر کر اطمینان سے ادا نہ کرے۔

(اس کی روایت امام مالک اور امام احمد نے کی ہے اور دارمی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر تیسری حدیث

7/1406- شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص تعدیل ارکان کئے بغیر رکوع اور سجدے کو پورے پورے طور پر ٹھیکر ٹھیکر کر اطمینان سے ادا نہیں کر رہا ہے، جب اس شخص نے نماز ختم کی تو حضرت حذیفہ نے اس کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی شقیق کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم بغیر تعدیل ارکان کئے ہوئے اسی طرح نماز پڑھتے رہو گے (اور بغیر توبہ کئے) اسی حالت پر مرجاؤ گے تو اس دین پر نہ مرو گے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر چوتھی حدیث

8/1407- طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جو تعدیل ارکان نہ کر کے نماز کے رکوع اور سجدہ میں جلدی کرے اور ان کو اطمینان سے ادا نہ کرے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ کے تسبیحات کا بیان اور ان میں قرآن پڑھنے کی ممانعت

9/1408- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوب سن لو کہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں مجھے قرآن پڑھنے کی ممانعت ہوگئی ہے پس رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہہ کر خدا کی پاکی اور اس کی عظمت بیان کیا کرو اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہہ کر خوب عاجزی سے دعاء حمد و ثناء کیا کرو اس لئے کہ سجدہ میں جو دعاء حمد و ثناء کی جاتی ہے وہ ضرور قبول کر لی جاتی ہے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے: ”وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ“ سجدہ میں خوب دعاء کیا کرو، یہاں لفظ ”الدعاء“ کے معنی دعاء حمد و ثناء کے کئے گئے ہیں اس لئے کہ دعاء کی دو قسمیں ہیں ایک دعاء حمد و ثناء اور دوسری دعاء طلب سوال، دعاء حمد و ثناء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی اور شان عالی بیان کی جائے مثلاً ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کہنا اور دعاء طلب سوال یہ ہے کہ خارج نماز اپنے مقاصد اور ضرورتیں اللہ تعالیٰ سے مانگی جائیں۔ (یہ مضمون اشعة اللمعات سے ماخوذ ہے۔)

نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ

رَبِّيَ الْأَعْلَى کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات کا بیان

10/1409- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم قرآنی ”فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ“ (تم اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو) کی تعمیل کرتے ہوئے رکوع اور سجدے میں بہت زیادہ مرتبہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“ اے اللہ آپ پاک ہیں، اے

ہمارے پروردگار ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں، اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ

الْأَعْلَى کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات کے بیان پر دوسری حدیث

11/1410- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں یہ تسبیح پڑھا کرتے تھے، سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (آپ کی ذات مبارکہ پاک ہے اور آپ کے صفات عالیہ بھی پاک ہیں، آپ فرشتوں کے رب ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بھی رب ہیں۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز کسوف کے رکوع اور اس میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح کا بیان

12/1411- عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز (کسوف) پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کے بعد رکوع فرمایا تو آپ نے رکوع میں: ”سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعُظْمَةِ“ (پاک ہیں وہ جو زبردست اور سب پر غالب ہیں اور جو قادر مطلق اور سارے عالم کا انتظام کرنے والے ہیں اور آسمان وزمین میں بڑائی اور عظمت ان ہی کی ہے) کی تکرار کرتے ہوئے اتنی دیر ٹھیرے رہے جس میں سورہ بقرہ اول سے لے کر آخر تک پڑھا جاسکتا ہو۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ہر نماز کے رکوع اور سجدے میں جو تسبیحات معین کئے گئے ہیں، ان کا بیان

13/1412- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ”فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ“ (اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح و تقدیس

بیان کرتے رہو) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو اپنے رکوع کی تسبیح مقرر کرلو، اور جب آیت ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ (اپنے پروردگارعالیشان کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے رہو) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو اپنے سجدے کو تسبیح مقرر کرلو (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ (میرا عظمت والا پروردگار پاک ہے) اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى (میرا عالی شان پروردگار پاک ہے) پڑھا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، طحاوی اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوا کہ جب یہ آیتیں ”فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اور سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کو رکوع میں اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کو سجدہ میں مقرر کرلو۔ اور اس حدیث سے پہلے والی حدیثوں میں جو مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ اور سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“ پڑھا کرتے تھے تو اس قسم کی دعاؤں کے بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ یہ نفل نمازوں سے متعلق ہیں کہ ان کو نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ حلبی کا قول ہے کہ نفل نمازوں میں اس قسم کی وسعت ہے کہ ان کے رکوع میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ کے بعد اور سجدہ میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کے بعد ان مذکورہ دعاؤں کو پڑھا جاسکتا ہے البتہ فرض نمازوں کے رکوعوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے علاوہ کوئی اور دعائیں یا تسبیحات نہ پڑھی جائیں۔

نفل نمازوں کے قومیہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

14/1413- عبداللہ بن ابی اونی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اٹھتے ہوئے یہ فرماتے تھے، ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ“ جو اللہ تعالیٰ

کی تعریف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تعریف کو سنتے اور قبول فرماتے ہیں، اے اللہ اے ہمارے پروردگار آپ ہی کے لئے تعریف ہے آسمانوں بھر کر اور زمین بھر کر اور ان دونوں کے سوا جو چیزیں ہیں اور جو چیزیں آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ سب بھر کر۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نفل نمازوں کے قومہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے بیان پر دوسری حدیث

15/1414- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر مبارک کو اٹھاتے تو یہ دعاء پڑھتے۔ ”اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ اَهْلِ الشَّاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُنَّا لَكَ عَبْدُ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطٰی لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ“ اے اللہ اے ہمارے پروردگار آپ ہی کے لئے تعریف ہے آسمانوں بھر کر اور زمین بھر کر اور ان دونوں کے سوا جو چیزیں ہیں اور جو چیزیں آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ سب بھر کر، اے وہ مبارک ذات جو تعریف اور عظمت کے لائق ہے آپ ہی اس تعریف سے بڑھ کر تعریف کے مستحق ہیں، جس کو ایک بندہ کر سکتا ہے اور ہم سب آپ ہی کے بندے ہیں، اے اللہ جس چیز کو آپ دینا چاہیں اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو آپ روکنا چاہیں اس کا کوئی دینے والا نہیں، اگر آپ کسی کو عذاب دینا چاہیں تو اس کا مال اور دولت اور سب اس کو آپ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت ”اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ کے سوا جن

دعاؤں کا ذکر ہے یہ اور اس قسم کی دعاؤں کے بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ ایسی دعائیں نفل نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہیں، اس لئے کہ نوافل میں اس طرح کی گنجائش ہے۔

قومہ میں امام اور مقتدی کے لئے جو دعائیں مقرر کی گئی ہیں، ان کی فضیلت

16/1415- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو، کیوں کہ جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے تو اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

17/1416- اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں اور نسائی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے لئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور مقتدی کے لئے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کا کہنا مقرر فرمادیا ہے اور چونکہ اس حدیث میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کی تقسیم امام اور مقتدی کے درمیان کر دی گئی ہے اس لئے مقتدی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ کہے اور اسی طرح امام اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہ کہے۔ (یہ ہدایہ اور بنایہ میں مذکور ہے۔)

تہا نماز پڑھنے والے کو قومہ میں تسمیع اور تحمید کے جمع کرنے کا بیان

18/1417- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب تہا نماز پڑھتے) تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے ہوئے (رکوع سے سراٹھاتے تھے) اور قومہ میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فرماتے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

19/1418- اور بخاری کی ایک روایت میں اور اسی طرح مسلم کی ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب تہا نماز پڑھتے تو) رکوع سے سراٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور قومہ میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ہدایہ اور بنایہ میں لکھا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے وَالْأَسْمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ دونوں کو جمع کرے۔

رکوع اور سجدہ میں کم سے کم تسبیحات پڑھنے کا بیان

20/1419- عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی نے رکوع کیا اور اس میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تین مرتبہ کہا تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے اور جب کسی نے سجدہ کیا اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى تین بار کہا تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا، اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدے میں تسبیحات کی مستحب تعداد کا بیان

21/1420- ابن جحیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں سوائے اس نوجوان یعنی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے کسی اور کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے رکوع کے تسبیحات کا اندازہ کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ دس بار پڑھ رہے ہیں، اور اسی طرح ہم نے ان کے سجدہ کی تسبیحات کا اندازہ کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى بھی دس بار پڑھ رہے ہیں۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع اور سجدے میں تسبیحات کو تین بار سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے تین بار سے زیادہ جو تسبیحات پڑھی جائیں گی ان کو طاق عدد یعنی (5) یا (7) یا (9) یا (11) مرتبہ پر ختم کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث، إِنَّ اللَّهَ وَتُرِيحُ الْوَقْتُ (اللہ تعالیٰ تنہا ہے اور

طاق عدد کو پسند فرماتا ہے) سے اس کی تائید ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کو طاق عدد پر ختم فرماتے تھے۔

واضح رہے کہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جو دس دس مرتبہ تسبیحات کا ذکر ہے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ درحقیقت رکوع اور سجدہ میں دس دس بار تسبیحات پڑھا کرتے تھے یہ صرف راوی کا اپنا اندازہ ہے لہذا ثابت ہوا کہ تسبیحات رکوع اور سجدہ کو تین سے بڑھانا اور طاق عدد میں ختم کرنا مستحب ہے۔ (یہ ہدایہ اور سعایہ سے ماخوذ ہے۔)

(14/33) بَابُ السُّجُودِ وَفَضْلِهِ

(یہ باب سجدہ کی کیفیت اور اس کی فضیلت کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ”يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ بنی اسرائیل پ 15 ع 12، آیت نمبر: 107 میں) وہ ٹھڈیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔
وَقَوْلُهُ: ”وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ علق پ 30 ع 1 میں)
آپ نماز میں سجدہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہئے۔

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب

1/1421- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں نماز میں ان سات ہڈیوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا کروں، (1) پیشانی، (2/3) دونوں ہاتھوں کے پنجے، (4/5) دونوں گھٹنے اور (6/7) دونوں پیروں کی انگلیاں۔

(اگر دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایک پیر اٹھ جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات) یہ مردوں کا سجدہ ہے۔)

عورتوں کا حکم

عورتوں کا سجدہ اس طرح ہے کہ عورتیں سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے رکھیں پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھیں اور ہاتھوں کی انگلیاں خوب ملادیں اور پاؤں کھڑے نہ کریں بلکہ پاؤں کو داہنی طرف نکال دیں اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو رکھیں اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کریں اور پیٹ دونوں رانوں سے اور باہیں یعنی دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھا کر پہلو سے ملادیوں۔ (درمختار)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ ہم مرد اور عورتیں دونوں نماز میں (مٹی لگنے کے خوف سے) اپنے کپڑوں کو ادھر سے ادھر نہ تو سمیٹیں اور نہ سنبھالیں۔

(اگر نماز شروع کرنے سے پہلے آستین کہنیوں تک چڑھائے ہوئے ہوں یا دامن سمیٹے ہوئے نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر نماز کی حالت میں آستین چڑھائے یا دامن سمیٹ لے تو نماز ٹوٹ جائے گی اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ (ردالمحتار۔)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ ہم مرد جن کے سر کے بال دراز ہوں نماز میں (مٹی لگنے کے خوف سے) اپنے بالوں کو نہ سمیٹیں اور نہ سنبھالیں۔ (اگر مرد عورتوں کی طرح نماز شروع کرنے سے پہلے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھیں تو نماز مکروہ ہوگی اس لئے مرد جوڑا کھول کر نماز پڑھیں اور اگر نماز کی حالت میں جوڑا باندھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور ایسا ہی عورتیں بھی نماز کی حالت میں جوڑا باندھیں تو عورتوں کی بھی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عورت پہلے سے اپنے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز شروع کرے تو عورت کی نماز مکروہ نہ ہوگی جیسا کہ مرد کی نماز جوڑا باندھ کر پڑھنے سے مکروہ ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن، بحوالہ نیل الاوطار۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر دوسری حدیث

2/1422- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ نماز میں ان سات ہڈیوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا کروں، پیشانی فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں کے پنجے اور دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کی انگلیاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ ہم نماز میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں اور نہ سنبھالیں۔ (اس کی روایت امام بخاری نے باب السجود علی الأنف میں کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ باب السجود کی پہلی حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ نمازی سات ہڈیوں پر سجدہ کیا کرے، ان سات ہڈیوں کے منجملہ اس حدیث میں صرف پیشانی کا ذکر ہے ناک کا ذکر نہیں ہے اور یہ دوسری حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی فرما کر ناک کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک اور پیشانی دونوں ایک عضو کے حکم میں ہیں اور چونکہ ناک پیشانی کا جزء ہے، اس لئے صرف ناک پر سجدہ کرنا گویا پیشانی پر سجدہ کرنا ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے بنایہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی ایک اور روایت نقل فرمائی ہے جس میں الجبۃ والائف (پیشانی اور ناک) کا ذکر ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ پیشانی اور ناک دونوں ایک ہی عضو ہیں، اس وجہ سے چاہے پیشانی پر سجدہ کریں یا ناک پر کریں دونوں صورتوں میں سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں کا ذکر فرمایا ہے جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اگر پیشانی اور ناک دو الگ عضو قرار دیئے جائیں تو ہڈیاں سات کی بجائے آٹھ ہو جائیں گی یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جیسے صرف پیشانی پر سجدہ کرنا جائز ہے ایسے ہی صرف ناک پر بھی بغیر عذر کے سجدہ کرنا جائز ہے (شرح وقایہ۔) اور صاحبین کے پاس بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ بھی امام صاحب کا دوسرا قول ہے کہ صرف ناک پر بغیر عذر کے سجدہ کرنا جائز نہیں اور امام صاحب نے بعد میں اس دوسرے قول سے رجوع فرمایا ہے اس لئے فتویٰ اسی پر ہے کہ صرف ناک پر سجدہ بغیر عذر کے جائز نہیں بلکہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ ہونا چاہئے اور یہی افضل ہے جس پر آنے والی حدیثیں شاہد ہیں۔ (رد المحتار، اشعۃ اللمعات مرقات، ملتقی، جامع الآثار۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر تیسری حدیث

3/1423- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا، مجھے حکم ملا ہے کہ میں نماز میں ان سات ہڈیوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا کروں اور نماز میں

(مٹی لگنے کے خوف سے) بالوں اور کپڑوں کو نہ تو سمیٹوں اور نہ سنبھالوں (سات ہڈیاں یہ ہیں) پیشانی اور ناک، دونوں ہاتھوں کے پنجے اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں۔
(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر چوتھی حدیث

4/1424- عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے بدن کے سات اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں (وہ سات) اعضاء بدن یہ ہیں (چہرہ) جو پیشانی اور ناک پر شامل ہے (دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر پانچویں حدیث

5/1425- ابو حمید رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا تفصیلی بیان ہے اس میں سجدہ کی کیفیت اس طرح مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر رکھ دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر چھٹی حدیث

6/1426- وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ناک کو پیشانی کے ساتھ زمین پر رکھا کرتے تھے۔
(اس کی روایت طبرانی اور ابویعلیٰ نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر ساتویں حدیث

7/1427- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر مٹی کا نشان دیکھا گیا، جبکہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تھی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

مردوں کو سجدے میں باہیں بچھانے کی ممانعت اور سجدہ اعتدال سے کرنے کا حکم

8/1428- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ اطمینان اور اعتدال سے کیا کرو اور تم میں سے کوئی مرد کتے کی طرح زمین پر اپنی باہیں یعنی ہاتھ کہنیوں تک نہ بچھایا کرے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مردوں کو سجدے میں باہیں بچھانے کی ممانعت اور اعتدال سے سجدہ کرنے کے حکم پر

دوسری حدیث

9/1429- عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کی ٹھونگ کی طرح سجدے کرنے سے منع فرمایا ہے (یعنی جیسے کوڑا نہ اٹھانے کے لئے زمین پر جلدی جلدی ٹھونگ مارتا ہے، اسی طرح نمازی سجدے سے سر جلدی جلدی نہ اٹھائے بلکہ اعتدال و اطمینان سے سجدے کیا کرے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے سجدے میں درندے کی طرح اپنے ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھانے سے بھی منع فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو مسجد میں اپنے لئے (دوسروں کو روک کر) کسی جگہ کو مخصوص کر لینے سے بھی منع فرمایا ہے جیسے کہ اونٹ اپنے بیٹھنے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کر لیتا ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت

10/1430- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیوں کو زمین سے اٹھائے رکھو (یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

11/1431- میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے اور پیٹ کو رانوں سے اس طرح دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ بازوؤں کے درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا (یہ امام اور منفرد کی حالت ہے اور اگر جماعت میں ہو تو اس طرح نہ کرے بلکہ ہاتھوں کو پہلوؤں سے قریب رکھے تاکہ بازو والے کو ایذا نہ ہو۔) (ہدایہ۔) (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

12/1432- اور مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی حالت اس طرح ہوتی تھی کہ اگر کوئی بکری کا بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔

سجدہ کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث

13/1433- عبداللہ بن مالک بن خنسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے میں بحالت سجدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بازوؤں کو خوب کھول دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قومہ سے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی کیفیت

14/1434- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدے میں جاتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے۔ (اس کی روایت ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سجدہ کرنے کی اور سجدہ سے اٹھنے کی کیفیت

15/1435- نافع رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز میں جس جگہ اپنی پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے تو وہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو بھی اسی جگہ پر رکھے اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پیشانی رہے (اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔) اور جب نماز میں سجدے سے اٹھے تو پہلے پیشانی کو زمین سے اٹھائے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اس لئے کہ اس کے دونوں ہاتھ بھی اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح اس کا چہرہ سجدہ کرتا ہے (پس چاہئے کہ ہاتھوں کو بھی سجدے کے وقت ایسا ہی زمین پر رکھے جیسا کہ پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے اور ہاتھوں کو زمین سے ایسا ہی اٹھائے جیسا کہ پیشانی کو زمین سے اٹھاتا ہے۔) (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی ممانعت

16/1436- امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ میں تمہارے لئے ہر اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں، اور جس چیز کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کو تمہارے لئے

بھی پسند نہیں کرتا، تم دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی بیٹھک سے مت بیٹھا کرو۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اقعاء کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ سرین دونوں ایڑیوں پر رکھے جائیں اور گھٹنے زمین پر ٹیکے ہوں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ سرین اور ہاتھ زمین پر ہوں اور پنڈلیاں کھڑی رکھی جائیں جس طرح کہ کتے بیٹھتے ہیں۔ (شرح وقایہ اور عمدۃ الرعاۃ۔)

سجدہ کی فضیلت

17/1437- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا الگ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میری کمبختی! آدمی کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے تو سجدہ کر لیا اور اس کے لئے جنت مقرر ہوگئی اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا اور میرے لئے دوزخ مقرر ہوگئی۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سجدہ کی فضیلت پر دوسری حدیث

18/1438- ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں راتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور حضور علیہ السلام کے لئے وضوء کا پانی اور دیگر ضروریات مہیا کرتا تھا ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کچھ مانگو میں نے عرض کیا، کہ جنت میں حضور کی رفاقت چاہتا ہوں، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (یہ تو بڑی بات ہے) اس کے سوا کچھ اور مانگو میں نے عرض کیا جی بس یہی میرا مقصود و مدعا ہے (حضور نے جب یہ دیکھ لیا کہ یہ طالب صادق ہے تو ارشاد فرمایا کہ میں تو تم کو ساتھ رکھوں گا مگر) تم بھی بکثرت نمازیں پڑھ کر کثرت

سے سجدے کر کے اپنے کو اس درجہ کے قابل بنالو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ اس حدیث سے چند فائدے معلوم ہوئے، (1) ایک یہ کہ بزرگوں کی خدمت اور ان کو راضی رکھنا دارین کی سعادت کا باعث ہوتا ہے، (2) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو چاہے مانگو وہ دیا جائے گا اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کی ہر چیز پر اختیار دیا گیا تھا کہ آپ جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطا فرمادیں، چنانچہ مرقات میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت بطور جاگیر عطا فرمائی ہے کہ آپ جس کو چاہیں دیں، اللہ تعالیٰ اس دینے سے راضی ہیں، (3) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ صد ہزار تحسین کے قابل ہیں کہ آپ نے دنیا کو نہ مانگا، آخرت ہی کو مانگا، یہ دنیا کی چیزوں میں سے جو بھی مانگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور عطا فرمادیتے مگر آپ کا دنیا کو چھوڑ کر آخرت ہی کو مانگنا اس میں طالب صادق کے لئے سبق ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا پر آخرت ہی کو ترجیح دیا کرے، (4) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ امید و ہوس لگائے رکھنا اور خود کچھ نہ کرنا طالب صادق کا کام نہیں بلکہ خود بھی ریاضتیں کر کے حصول مقصد کی امید باندھنا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تم بہ کثرت نمازیں پڑھ کر اور کثرت سے سجدے کر کے جنت میں میری رفاقت کے قابل بنو۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

سجدہ کی فضیلت پر تیسری حدیث

19/1439- معدان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور دریافت کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے اگر میں اس کا پابند ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مجھے جنت میں داخل کر دیں ثوبان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے، میں نے دوبارہ دریافت کیا (تو میری رغبت اور شوق بڑھانے کے لئے) پھر بھی خاموش ہی رہے جب میں نے تیسری دفعہ پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ (تم کثرت سے نمازیں پڑھ کر) زیادہ سجدے کیا کرو،

کیوں کہ تمہارے ہر سجدے پر خدائے تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے معدانؑ کہتے ہیں کہ پھر اُسی طرح میں (ایک دفعہ) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی ملا اور ان سے بھی وہی بات پوچھی جو حضرت ثوبان سے پوچھی تھی تو انہوں نے بھی وہی بات کہی جو ثوبانؓ نے کہی تھی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سجدہ کی فضیلت پر چوتھی حدیث

20/1440- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ کی حالت میں بندہ کو اپنے پروردگار سے انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے لہذا سجدہ میں تم بہت زیادہ دعاء کیا کرو (یعنی جب تم فرض نماز کا سجدہ کرو تو دعاء حمد و ثناء اور اگر نفل نماز کا سجدہ کر رہے ہو تو دعاء حمد و ثناء کے ساتھ ماثورہ دعاء طلب و سوال بھی کیا کرو۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: دعائے حمد و ثناء اور دعائے طلب و سوال کی تفصیل حدیث نمبر (5،7) کے فائدہ میں

ملاحظہ کی جائے۔

نفل نمازوں کے سجدے میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی دعاء

21/1441- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل نمازوں کے) سجدہ میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهُ دِقَّةً وَجِلَّةً وَاَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ وَعَلَانِيَةً وَسِرَّةً“ اے اللہ میرے تمام گناہوں کو بخش دے، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اگلے ہوں یا پچھلے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

22/1442- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا، جستجو کی (اور مسجد میں پہنچی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر موجود تھے ہاتھ سے ٹٹولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں تلوؤں پر میرا ہاتھ پڑ گیا، دونوں تلوے کھڑے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے یہ دعاء فرما رہے تھے: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِکَ“ الہی میں آپ کے غضب سے آپ کی رضا مندی اور آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کی پناہ میں آتا ہوں (چوں کہ آپ کے سوا کوئی) مالک اور قادر نہیں ہے، اس لئے آپ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، میں آپ کی کچھ بھی تعریف نہیں کر سکتا، آپ ایسے ہی ہیں جیسے خود آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسجدوں کے درمیان جلسہ میں پڑھی جانے والی دعاء

23/1443- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّیْ: اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دیجئے اور آپ کی اطاعت میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو معاف فرما دیجئے۔

وَ اَرْحَمْنِیْ: اے اللہ! آپ میرے اعمال کو نہ دیکھئے اپنے فضل سے مجھ پر رحمت نازل فرمائیے۔

وَ اَهْدِنِیْ: اے اللہ! مجھ کو ان عقائد کی طرف رہبری فرمائیے جن سے آپ راضی ہیں اور مجھ سے وہ اعمال کروائیے جو آپ کو پسند ہیں۔

وَ عَافِنِیْ: اے اللہ! دنیا میں بھی مجھ کو عافیت سے رکھئے اور آخرت میں بھی عافیت سے رکھئے۔

وَارْزُقْنِي: اے اللہ! مجھ کو ایسی روزی عطا فرمائیے جس کی وجہ سے میں کسی کا محتاج نہ رہوں۔
 وَاجْبُرْنِي: اے اللہ! میری شکستہ حالت کو درست فرمائیے۔
 وَارْفَعْنِي: اے اللہ! مجھ کو دنیا میں بھی مراتب عالیہ عطا فرمائیے اور آخرت میں بھی
 (وَاجْبُرْنِي اور وَارْفَعْنِي کا اضافہ ابن ماجہ سے کیا گیا ہے۔) (اس کی روایت ابو داؤد، ترمذی
 اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں اور اسی طرح دوسری حدیثوں میں دو سجدوں کے درمیان جلسہ
 میں جن دعاؤں کا پڑھنا مروی ہے، ان کے متعلق صاحب رد المحتار نے کہا ہے کہ ان دعاؤں کو ایسی
 نمازوں کے جلسہ میں پڑھنا مستحب ہے جو عموماً تنہا پڑھی جاتی ہیں جیسے تہجد، وتر، سنت اور نفل، اسی طرح
 کوئی شخص فرض نماز کو تنہا پڑھ رہا ہے تو وہ بھی اس کے جلسہ میں ان دعاؤں کو پڑھ سکتا ہے البتہ یہ نمازیں
 جب جماعت سے پڑھی جاتی ہیں تو ان کے جلسوں میں ان دعاؤں کو نہیں پڑھنا چاہئے تاکہ مقتدیوں پر
 بار نہ ہو، لیکن نماز کسوف کے جلسہ میں جماعت سے پڑھی جانے کے باوجود دعاؤں کو پڑھا جاسکتا ہے
 کیوں کہ یہ نماز طوالت سے پڑھی جانے کے لئے ہی وضع ہوئی ہے، ایسا ہی اگر امام کسی ایسی جماعت کو
 نماز پڑھا رہا ہے جو سب ہم خیال ہوں اور کسی پر نماز کی طوالت بار نہیں تو اس کے جلسہ میں بھی امام اور
 مقتدی دونوں ان دعاؤں کو پڑھ سکتے ہیں۔

فرض اور نفل نمازوں کے جلسہ میں پڑھی جانے والی دعاء

24/1444- حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے

درمیان ”رَبِّ اغْفِرْ لِي“ فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: صاحب رد المحتار نے لکھا ہے کہ اس دعاء کو جماعت والی نماز ہو یا تنہا نماز دونوں کے جلسہ

میں پڑھنا مستحب ہے۔

(15/34) بَابُ التَّشْهَدِ

(یہ باب التَّشْهَدُ یعنی التحیات کے بیان میں ہے)

التحیات کے لئے بیٹھنے اور کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ

1/1445- علی بن عبد الرحمن معاوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے نماز میں کنکریوں سے کھیلتا دیکھا تو انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر مجھے منع کیا اور فرمایا جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تم بھی وہی کیا کرو، میں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عمل فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا جب آپ نماز میں تشهد کے لئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھ لیتے تھے اور شہادت کے وقت تمام انگلیاں بند کر کے اپنے انگوٹھے کے قریب کی انگلی (جس کو شہادت کی انگلی کہتے ہیں) اس سے اشارہ فرماتے تھے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ قعدہ میں بجائے گھٹنوں کے سیدھے ہاتھ کو سیدھی ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے، دوسرے یہ کہ التحیات پڑھتے ہوئے جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو سیدھے ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ (فتح القدیر)

التحیات کے لئے بیٹھنے اور کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کے طریقہ پر

دوسری حدیث

2/1446- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ دیکھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں؟ تو کیا دیکھتا

ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، وائل رضی اللہ عنہ نے یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نماز پڑھنے کا تذکرہ کیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قعدہ میں بیٹھنے کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پیر بچھائے اور اس پر بیٹھ گئے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر اس طرح رکھے کہ دائیں کہنی ران سے کچھ اٹھی ہوئی تھی، پھر سیدھے ہاتھ کی دونوں انگلیوں جن کو خضر اور بنصر کہتے ہیں بند کر کے وسطی یعنی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا لیا، حضرت وائل کہتے ہیں کہ ”وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ اَيُّ يَشِيرُ“ (بذل المجہود۔) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبابہ سے اشارہ فرماتے دیکھا حضرت وائل نے یہ بھی کہا ”هَكَذَا“ اس طرح (یعنی یہ کہ حضرت وائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو کر کے بتلایا۔ اس حدیث کے راویوں میں حضرت بشر ہیں، اس حدیث کو سناتے ہوئے انہوں نے بھی اپنے شاگرد کو یہ عمل اس طرح کر کے دکھایا کہ انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنا کر سبابہ یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کی فضیلت اور اس کو بار بار حرکت نہ دینے کا ثبوت

3/1447- عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں التحیات پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت پر پہنچتے تو سبابہ یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے مگر اس کو ہلایا نہیں کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔) اور ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مقام اشارہ سے ہٹتی نہیں تھی، یعنی اشارہ کرتے وقت مقام اشارہ ہی کو دیکھتے رہتے تھے۔

4/1448- اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ شہادت کی انگلی کا اشارہ شیطان پر ہتھیار کے حملہ سے زیادہ سخت ہے۔

کلمہ شہادت کے وقت دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت

5/1449- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک صحابی کلمہ شہادت پڑھتے وقت دونوں ہاتھوں کے شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”ایک سے“ ”ایک سے“ یعنی صرف سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی الدعوات الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

التحیات کے وقت دونوں ہاتھ اور ان کی انگلیوں کو رکھنے کی کیفیت

6/1450- عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ (ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا) (اس وقت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز (کے قعدہ) میں تھے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر (کھلا ہوا) رکھے ہوئے ہیں اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر اس طرح رکھے ہوئے ہیں کہ انگلیاں بند ہیں اور شہادت کی انگلی ران پر کھلی رکھی ہوئی ہے، اور آپ یہ دعاء پڑھ رہے ہیں۔

”يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ“ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔ (یہاں اس دعاء کے نقل کرنے سے راوی کی غرض یہ بتلانا ہے کہ قعدہ اخیرہ ہو رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں اور شہادت کی انگلی اب تک بدستور ویسی ہی تھیں جیسے اشارہ کے بعد رکھی ہوئی تھیں۔)

(اس کی روایت ترمذی نے اپنی جامع کے کتاب الدعوات میں کی ہے۔)

ف (1): سعاہ میں مذکور ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں اشارہ کرنے کے بعد جو انگلیاں بند کئے ہوئے اور شہادت کی انگلی کو ران پر کھلا رکھے ہوئے تھے قعدہ کے ختم ہونے تک ان سب کو بدستور اسی حالت میں بند رکھے ہوئے تھے کھولے نہ تھے۔

ف (2): واضح ہو کہ مذکور الصدر احادیث مآخذ ہیں اس تفصیل کے جس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”تزیین العبارة“ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ صحیح اور مختار ہمارے جمہور احناف کے پاس یہ ہے کہ قعدہ میں التحتیات شروع کرتے وقت پہلے دونوں ہتھیلیوں کو دونوں رانوں پر اس طرح رکھیں کہ انگلیاں کھلی ہوئی قبلہ رخ رہیں، اور التحتیات پڑھتے ہوئے جب کلمہ توحید یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پہنچے تو خنصر اور بنصر دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کر لے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ اس طرح کرے کہ لَا اِلَهَ کہتے وقت شہادت کی انگلی کو اٹھائے اور اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت کلمہ کی انگلی کو کھلی ہوئی ران پر رکھ دے اور دوسری انگلیوں کو نہ کھولے، اگر قعدہ اولیٰ ہو تو تیسری رکعت کے لئے اٹھنے تک اور اگر قعدہ اخیر ہو تو سلام پھیرنے تک انگلیوں کو بدستور اسی حالت پر رکھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحتیات

7/1451- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے سب کچھ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا (منجملہ ان کے یہ بھی سکھایا) کہ جب تم نماز کے قعدہ میں ہو تو یہ پڑھا کرو اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

زبان، جسم و جان اور مال کی تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

بندے اور رسول ہیں۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کے بیان پر ایک اور حدیث

8/1452- ابو عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تشہد کی اس طرح تعلیم دی تھی جس طرح قرآن کی سورتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے (ابو عمر کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی تھی ”واضح ہو کہ یہ ترجمہ بخاری کے باب المصافحہ کی روایت ”وَكَفَّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ“ کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔) میرا ہاتھ (مصافحہ کی طرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست ہائے مبارک میں تھا (وہ تشہد یہ ہے) ”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسی

طرح روایت کی ہے۔)

ف: امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سے کئی طریقوں سے مروی ہے اور تشہد کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی حدیثیں آئی ہیں ان سب میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اکثر علماء صحابہ کا عمل اسی حدیث پر رہا ہے اور صحابہ کے بعد اکثر علماء تابعین بھی اسی پر عمل کیا کرتے تھے اور حضرت سفیان ثوری و حضرت ابن المبارک امام احمد اور امام اسحاق کا بھی تشہد کے بارے میں یہی قول ہے۔ (ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔) اور حضرت بزار نے کہا ہے کہ تشہد کے بارے میں میرے

پاس سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بیس سے زیادہ سندوں سے مروی ہے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بڑھ کر قوی اور سند کے لحاظ سے اس حدیث سے بڑھ کر صحیح کوئی حدیث نہیں ملی اور راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث سب سے زیادہ مشہور راویوں سے مروی ہے اور سند کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے کی تائید کرنے والی اس حدیث کی سند سے بڑھ کر کسی حدیث کی سند نہیں ہے۔ (بزار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

تعلیق مجدد میں امام مسلم کا قول اس طرح مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی صحت پر اکثر فقہاء اور محدثین نے اس وجہ سے بھی اتفاق کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں نے آپ سے تشہد کے جن الفاظ کی روایت کی ہے وہ سب ایک ہی ہیں ان کے الفاظ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے راویوں نے جس تشہد کی روایت کی ہے اُس کو ان کے شاگردوں نے مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے اور ان کے الفاظ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی طرح ایک نہیں ہیں اور محمد بن یحییٰ ذہلی نے کہا ہے کہ تشہد کے بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور طبرانی نے الکبیر میں بریدہ بن الخصب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد سے بہتر کوئی تشہد نہیں سنا اور حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی روایت پر راوی کا بیان

9/1453- قاسم بن مخیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ علقمہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر نماز کے قعدہ میں التحیات پڑھنا سکھلائے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

10/1454- اور ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ وہ

فرماتے ہیں کہ حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور حماد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس طرح تشہد سکھائے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے (یہ تشہد وہی ہے جو حدیث (دو حدیث پہلے ”حضرت ابن مسعود کی منقولہ التحیات کے عنوان سے گزری ہے“) میں مذکور ہے۔ امام ابن الہمام نے اس کو بیان کیا ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی اہمیت پر

خود ان کا بیان

11/1455 - عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تشہد سیکھا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تشہد ایک ایک کلمہ کر کے اس طرح سکھائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کلمہ فرماتے جاتے تھے اور میں ایک ایک کلمہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہراتا جاتا تھا۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔) اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے روایت کئے ہوئے تشہد کے الفاظ پر ایک حرف کے بھی بڑھانے اور گھٹانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی اہمیت پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان

12/1456 - ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم کو

برسر منبر تشہد سکھایا کرتے تھے جس طرح تم اپنے بچوں کو قرآن سکھاتے ہو پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی طرح تشہد پڑھ کر سنایا دونوں میں کوئی فرق نہ تھا۔
(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی تائید پر حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول

13/1457- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد یہ تھا ”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد بھی یہی ہے۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

اور امام نووی رحمہ اللہ نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور سعایہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تشہد پڑھا کرتے تھے وہی تشہد ہے جس کو ہم پڑھا کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی تائید حضرت خصیف کے خواب سے 14/1458- خصیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے متعلق لوگ اختلاف میں پڑ گئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو اختیار کرو اور اس کو پڑھا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے جس کا ذکر زلیعی ابن الہمام ابن حجر اور عینی رحمہم اللہ نے کیا ہے)

التحیات کو آہستہ پڑھنے کا ثبوت

15/1459- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ التحیات کا خفی

یعنی آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود نہ پڑھنے کا ثبوت

16/1460- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کے لئے اس طرح بیٹھتے تھے کہ گویا آپ گرم پتھر پر بیٹھتے ہیں۔ (اور التحیات ختم کرتے ہی درود و دعاء پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہو جاتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

17/1461- اور امام احمد رحمہ اللہ سے جو روایت آئی ہے اس میں اس طرح مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھتے ہوئے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ سے فارغ ہوتے ہی فوراً (بغیر درود اور دعاء کے تیسری رکعت کے لئے) اٹھ جاتے تھے۔

(16/35) بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِهَا

(یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور اس کی فضیلت کے بیان میں ہے)

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا (سورہ احزاب پ 22 ع 7 میں) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں تو مسلمانو! تم بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجتے رہو۔

قعدہ اخیر میں التحيات کے بعد درود اور دعاء پڑھنے کا ثبوت

1/1462- فضالتہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر نماز پڑھی (اور قعدہ اخیرہ میں اس شخص (یہ ترجمہ ابوداؤد کی روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے) نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا) (یہ قید مرقات میں مذکور ہے) اور صرف اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ (یعنی اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما) کہا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے نماز پڑھنے والے تو نے جلدی کی ہے، جب تو نماز پڑھے اور قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو پہلے التحيات کے ذریعہ (یہ قید مرقات سے ماخوذ ہے۔) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر جیسا کہ اس کے شایان شان ہے پھر مجھ پر درود بھیج، اس کے بعد اللہ سے دعاء مانگ۔ فضالہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی تو اس نے (نماز کے قعدہ اخیرہ میں التحيات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور نبی صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا (اور دعاء نہ کی) تو اس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے نماز پڑھنے والے اب دعاء کر تیری دعاء قبول ہوگی۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ابوداؤد نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز میں حمد اور درود کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے اسی طرح خارج نماز بھی دعاء کی جائے تو اس ترتیب کے ساتھ کی جانی چاہئے کہ پہلے حمد باری تعالیٰ کی جائے پھر درود پڑھا جائے اور اس کے بعد دعاء کی جائے تاکہ قبولیت کو پہنچے۔

قعدہ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود اور دعاء پڑھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

2/1463- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی وہاں رونق افروز تھے جب (میں نماز میں قعدہ اخیرہ کیلئے) بیٹھ گیا تو پہلے (میں نے التحیات کے ذریعہ) حمد و ثناء کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اس کے بعد میں نے اپنے لئے دعاء مانگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو پسند فرما کر) ارشاد فرمایا اچھا ہے مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دعاء کی قبولیت کیلئے درود شریف پڑھنے کی ضرورت

3/1464- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجو گے تب تک تمہاری دعاء آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہے گی، ذرا بھی اوپر نہیں چڑھے گی۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث کے تحت صاحب مرقات نے حصین کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور اپنی اس دعاء کو

درود ہی پر ختم کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ دونوں درودوں کو قبول فرما لیتے ہیں اور یہ ان کی شان کری می سے بعید ہے کہ دونوں درودوں کو تو قبول فرمالیں اور اس دعاء کو چھوڑ دیں جو، ان دونوں کے درمیان ہے۔

التحیات کے بعد جس درود کا پڑھنا افضل ہے وہ درود ابراہیمی ہے

4/1465- عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ

سے کعب ابن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو وہ فرمانے لگے کیا میں تمہیں ایک ایسا تحفہ نہ دوں جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے؟ میں نے ان سے کہا جی ہاں ضرور دیجئے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے (نماز میں التحیات کے ذریعہ) آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں سکھایا ہے، اب فرمائیے کہ ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر (نماز میں) درود کس طرح بھیجا کریں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کہا کرو: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ صَلَّيْتَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ“ (یہ اضافہ ترمذی سے لیا گیا ہے) ”اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ“ (یہ اضافہ بھی ترمذی سے لیا گیا ہے) ”اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“۔

اے اللہ! رحمت بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (جس کا یہ اثر ہو کہ دنیا میں آپ کی

عظمت کا ذکر ہر جگہ ہوتا رہے آپ کی دعوت اسلام ہر جگہ پہنچ جائے اور آپ کی شریعت ہمیشہ باقی رہے

اور آخرت میں اس رحمت کا اثر اس طرح ہو کہ آپ کی شفاعت عامہ آپ کی تمام امت کو پہنچے اور اجر و

ثواب دس مرتبہ کے برابر ہو کر ملتا رہے۔ رحمت کے معنی مرقات سے ماخوذ ہے۔ (12)

اور ایسی ہی رحمت آپ کے آل پر بھیجئے یہ اسی رحمت کی طرح ہو جیسی کہ آپ نے حضرت

ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت کی ہے اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمت فرمائیے، بے شک

آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر ایسی برکت نازل فرمائیے (جس کا یہ اثر ہو کہ جو جو نعمتیں آپ کو عطا ہوئی ہیں وہ ہمیشہ باقی رہیں اور ان میں زیادتی ہوتی رہے یہ) ایسی ہی برکت ہو جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو آپ نے عطا کی ہے اور ان کے ساتھ ہم پر بھی برکت نازل کیجئے، بے شک آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف (1): واضح ہو کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی روایت کئے ہوئے تشہد کے الفاظ پر ایک حرف کے بھی بڑھانے اور گھٹانے کو پسند نہیں فرماتے تھے اسی وجہ سے صاحب ردالمحتار نے کہا ہے کہ التحیات میں ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ کے پڑھتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے پہلے لفظ ”سَيِّدِنَا“ نہیں بڑھانا چاہئے، البتہ درود ابراہیم میں جو تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے پہلے لفظ ”سَيِّدِنَا“ بڑھانا چاہئے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام مبارک کے پہلے بھی لفظ ”سَيِّدِنَا“ بڑھانا چاہئے ردالمحتار میں ایسا ہی مذکور ہے۔

ف (2): واضح رہے کہ درود ابراہیمی میں ”كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ“ کے بعد ”أَنْتَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ“ سے پہلے ”وَصَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ“ اور اسی طرح ”كَمَا بَارَكْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ“ کے بعد ”أَنْتَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ“ سے پہلے ”وَبَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ“ کا جو اضافہ کیا گیا ہے وہ ترمذی کی ایک روایت سے ماخوذ ہے جس کے راوی عبدالرحمن بن ابی لیلے رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو ترمذی کے ابواب الوتر میں ”مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“.)

التحيات کے بعد یہ درود بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر افضل نہیں ہے

5/1466- ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کس طرح بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس طرح کہا کرو ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“ اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ازواج مطہرات و آپ کی مقدس آل و اولاد پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر اور برکت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات پر اور آپ کی مقدس آل و اولاد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر بے شک آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

التحيات کے بعد یہ درود بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر افضل نہیں ہے

6/1467- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ ہم پر اور ہمارے اہلیت پر درود بھیج کر پورا پورا ثواب حاصل کرے تو اس کو اس طرح درود بھیجنا چاہئے: ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“ اے اللہ رحمت کاملہ نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی اُمی ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات پر جو تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ کی مقدس آل و اولاد پر اور آپ کے برگزیدہ خاندان پر جس طرح تو نے رحمت کاملہ نازل فرمائی ہے، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر بے شک آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: سعایہ میں مذکور ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد کسی خاص درود پڑھنے کی تخصیص نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ یہ ہے کہ کوئی بھی ماثورہ درود پڑھا جائے اور ہمارے اکثر فقہاء نے ایسا ہی کہا ہے اور افضل و مختار یہ ہے کہ درود ابراہیمی پڑھا جائے، جیسا کہ شرح قدوری میں مذکور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ کونسا درود پڑھا جائے تو امام محمد رحمہما اللہ نے جواب دیا کہ درود ابراہیمی کا پڑھنا افضل ہے، علامہ زاہدی نے بھی منیہ میں یہی ذکر کیا ہے اور غنیۃ المستملیٰ میں کفایہ کے حوالہ سے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو مختار قرار دیا ہے اور درود ابراہیمی یہ ہے ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“۔

اس کے علاوہ بخاری اور مسلم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنے کے بارے میں جو حدیث آئی ہے اس میں بھی یہی درود ابراہیمی مذکور ہے اور صاحب ذخیرہ نے بھی عیسیٰ بن ابان کی ”کِتَابُ الْحُجَّةِ عَلٰی اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ قعدہ اخیرہ میں کونسا درود پڑھا جائے؟ تو امام محمد رحمہ اللہ نے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو افضل قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت

7/1468- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک روز) باہر نکلے اور ایک کھجور کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ فرمائے اور سجدے میں اتنی دیر تک رہے کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف تو نہیں لے گئے؟ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (گھبرایا ہوا) نزدیک پہنچا کہ دیکھوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ مجھے قریب آتا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر مبارک کو اٹھائے اور فرمائے کیوں عبدالرحمن کیا ہے (اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں

ہو؟) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا خیال ظاہر کیا (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمن کچھ فکر کی بات نہیں، جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو سلام بھیجے گا تو میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

8/1469- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس (10) رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

9/1470- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت پر چوتھی حدیث

10/1471- ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس حالت میں تشریف فرما ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو ایک خوشخبری سناتے ہیں جس سے آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے

وہ یہ ہے کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اس پر میں دس دفعہ رحمت نازل کرتا ہوں اور آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر ایک دفعہ سلام بھیجتا ہے تو میں بھی اس پر دس دفعہ سلام بھیجتا ہوں۔

(اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت پر پانچویں حدیث

11/1472- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر (70) دفعہ رحمت بھیجتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

درود کی فضیلت اور اس دعاء کا بیان جس کا پڑھنے والا شفاعت کا مستحق ہوتا ہے

12/1473- روفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے ساتھ یہ دعاء بھی کرتا ہے:

”اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“

اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ایسی جگہ بٹھائیے جو سب سے زیادہ آپ کے قریب ہو تو اس شخص کیلئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت

13/1474- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ وہ شخص مجھ سے نزدیک ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

14/1475- ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ کثرت سے آپ پر درود بھیجا کروں، میں نے اپنے لئے دعاء کا ایک وقت معین کر لیا ہے، اس میں سے کتنا وقت آپ پر درود بھیجنے کیلئے مقرر کر لوں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جتنا چاہو، تو میں نے عرض (اچھا) ایک چوتھائی وقت مقرر کر لوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا چاہو، اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا تو کیا آدھا وقت اس میں لگا دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ دو تہائی وقت درود بھیجنے میں گزار دوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جتنا چاہو، اگر اس سے بھی زیادہ پڑھو تو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا حضور! اگر ایسا ہی ہے تو میں اپنے دعاء پڑھنے کا کل وقت آپ پر درود پڑھنے میں لگا دیتا ہوں، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو ایسی حالت میں (درود کی برکت سے) تمہارے دینی اور دنیوی تمام مقاصد پورے کر دیئے جائیں گے اور تمہارے سارے فکر و غم دور ہو جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جو بدنصیب ہیں، ان کی تفصیل

15/1476- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت بدنصیب ہے وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (اس سے معلوم ہوا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو سننے والے کو چاہئے کہ درود پڑھا کرے، اور وہ بھی بدنصیب ہے کہ جس کی زندگی میں رمضان المبارک آئیں اور (اس نے اس ماہ مبارک میں عبادت و خیر و خیرات اور شب بیداری کر کے) اپنی مغفرت نہ

کروالی کہ اتنے میں رمضان ختم ہو گئے، اور وہ بھی بدنصیب ہے کہ جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کسی ایک پر بڑھاپا آیا اور (ان کی خدمت کر کے اور ان کو راضی رکھ کر) جنت کا مستحق نہ ہوا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود نہ پڑھے، اس کی وعید

16/1477- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑا ہی بخیل ہے وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ میرا نام سن کر مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

17/1478- اور امام احمد نے بھی حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی روایت

کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قصداً حاضر ہونے کی فضیلت

18/1479- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں مُردوں کی طرح پڑے سوتے نہ رہو بلکہ گھروں میں بھی نفل نمازیں پڑھا کرو اور جس طرح مسجدوں میں عبادتیں کر کے انوار حاصل کرتے ہو اسی طرح گھروں میں بھی کچھ نہ کچھ عبادتیں کر کے انوار حاصل کرتے رہو) اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ یعنی (کبھی کبھی اتفاقاً طور پر میری قبر پر نہ آیا کرو بلکہ قصداً بار بار میری قبر پر آنے کی کوشش کرنا اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو بار بار آنے کی آرزو دل میں رکھنا۔)

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا کہ ”میری قبر کو عید نہ بناؤ“ ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ آپ ہم

اپنے کسی دوست کو جو بہت دنوں بعد آئے کہا کرتے ہیں کہ تم تو عید کے چاند ہو چنانچہ اشعة اللمعات اور مرقات میں اس ارشاد مبارک کی شرح اس طرح کی گئی ہے کہ میری قبر کی زیارت کو عید کی طرح کبھی کبھی

نہ آؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنی قبر شریف کی زیارت کی ترغیب اس لئے دی ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ اپنی امت کو وہ ساری فضیلتیں دلوانا چاہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت سے حاصل ہوتی ہیں ان فضیلتوں کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شفاء شریف میں اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب اور مولانا انوار اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمران القلوب میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے مجملہ ان کے ذیل میں چند حدیثیں نمونہً درج کی جاتی ہیں۔

(1) طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے ”مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي“ جس نے میری قبر (شریف) کی زیارت کی ہے میں اس کی ضرور شفاعت کروں گا۔

(2) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے: ”مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي“ (جو کوئی حج کر کے میری قبر کی زیارت کرے گا تو اس کو میری زندگی میں ملاقات کرنے کا شرف اور ثواب حاصل ہوگا۔)

(3) علامہ ملا علی قاریؒ نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي وَ مَنْ لَمْ يَزُرْ قَبْرِي فَقَدْ جَفَانِي“ (میرے انتقال کے بعد میری قبر کی زیارت کرنے والا میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کرنے والے کے جیسا ہے اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم اور جفا کیا۔)

صاحبو! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و جفا کرنے کا کیا نتیجہ ہے اس کو سوچ لو، قبر شریف کی زیارت کرنے سے ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہوتی ہے کہ زیارت کرنے والے کے گناہوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری نے مواہب لدنیہ میں، علامہ نور الدین علی سہودی نے خلاصۃ الوفا میں، اور شیخ ابن عبداللہ النعمانی نے مصباح الظلام فی المستغنیین بخیر الانام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے تین دن بعد ایک اعرابی آیا اور قبر شریف سے

لیٹ گیا اور قبر مبارک سے مٹھی بھر خاک لے کر اپنے سر پر ڈال لی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو فرمایا تھا ہم نے اسے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھا ہم نے اس کو آپ سے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا، آپ پر جو قرآن شریف (اترا ہے اس کی ایک آیت یہ ہے (سورہ نساء پ 5 ع 19) ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا“ (آپ کی امت جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کرے یعنی کسی گناہ میں مبتلا ہو، پھر (ندامت کے ساتھ) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی چاہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ بھی اس کیلئے معافی طلب کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم اور مہربانی کرنے والا پائیں گے۔)

اس آیت کو پڑھ کر اُس اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان پر ظلم کیا یعنی گناہ میں مبتلا ہوا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت چاہیں، اسی وقت قبر شریف سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی اور تجھے بخش دیا گیا۔

اس سے بھی مزار شریف پر حاضر ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معروضہ قبول فرمانا یہ سب چیزیں ثابت ہوتی ہیں، اس واقعہ کو ابن عساکر اور ابن الجوزی نے بھی نقل کیا ہے اور عمران القلوب میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ مشہور واقعات میں سے ہے اور چاروں مذاہب کے ائمہ اور راویوں نے مختلف روایتوں اور متعدد طرق سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

مسلمانو! تم خوش تقدیر ہو کہ ایسی دولت تمہیں نصیب ہوئی تم قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر زیارت کی نیت سے حاضر ہوا کرو تا کہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنو اور تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملاقات کرنے والے کے جیسا درجہ حاصل ہو جائے اور جنت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو اور خبردار! قبر شریف پر حاضر نہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جفا کرنے والے نہ بنو۔

کہیں سے بھی امت کے درود پڑھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت

کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو (یہ خیال نہ کیا کرو کہ ہم دُور افتادہ اتنی دور سے درود پڑھا کریں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے خبر ہوگی نہیں مجھے ضرور خبر ہوگی) اور تمہارا درود جہاں کہیں سے ہو مجھے پہنچ جایا کرے گا۔
(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

قبر شریف کے پاس درود پڑھنے کی فضیلت

19/1480- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کے درود کو (بغیر واسطہ کے) سنتا ہوں اور جو شخص دور دراز مقام سے مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود مجھ کو فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچایا جاتا ہے۔

(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

امت کے سلام کو جہاں کہیں سے ہو فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں پہنچا دیتے ہیں

20/1481- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے مقرر ہیں جن کا کام ہی مجھ تک سلام کا پہنچانا ہے اور وہ زمین میں ہر جگہ پھرتے رہتے ہیں اور جب کوئی میرا امتی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ فوراً اس کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں۔ (اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

امت کے سلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جواب دیا کرتے ہیں، اس کی تحقیق اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کا ثبوت

21/1482- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ (میرے انتقال کے بعد میری روح ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ رہے گی اور اس کو ذات و صفات الہی میں استغراق اور محویت حاصل ہوگی ایسی حالت میں) جب کوئی تم میں سے مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اس استغراق سے اپنی اصلی حالت پر لوٹا دیں گے اور میں سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دوں گا۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور بیہقی نے بھی دعوات کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

تمہید

ف: پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ موت کیا چیز ہے، موت انتقال کا نام ہے کہ روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دو پنجرے ہیں اور پرندہ ایک ہے دونوں پنجروں کے دروازے کھول کر ان کے منہ کو ملا دیتے ہیں تو پرندہ ایک پنجرے سے دوسرے پنجرے میں منتقل ہو جاتا ہے، عالم برزخ میں اسی جسم خاکی کے ہو، ہو ایک دوسرا جسم بھی تیار کیا گیا ہے، فرق یہ ہے کہ یہ جسم خاکی کثیف ہوتا ہے اور برزخ کا جسم لطیف ہوتا ہے، چنانچہ بعض اولیاء اللہ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو کئی جگہ دعوت دی گئی اور سب دعوتوں کا وقت ایک ہی تھا تو آپ ہر مقام پر اسی ایک ہی وقت میں ہر جگہ تشریف رکھتے ہوئے نظر آئے، ایک تو یہ جسم خاکی تھا اور دوسرے جو کئی جسم نظر آئے ان کو آپ عالم برزق سے کرامتاً لے کر اس عالم میں دکھائی دیئے اور ہم کو خواب میں بھی مردہ کا جو جسم نظر آتا ہے وہ وہی عالم برزخ کا جسم لطیف ہے کہ اس جسم لطیف میں روح جسم خاکی سے منتقل ہو گئی ہے، اب خلاصہ موت کا یہ ہوا کہ روح خاکی جسم کا کثیف جسم چھوڑ کر برزخ کے لطیف جسم میں داخل ہوتی ہے اور یہی موت ہے، بظاہر یہ موت ہر انسان کو ہوتی ہے، عوام کو بھی اور شہداء کو بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اس کی نسبت کی جاتی ہے اور یہ تینوں روحیں زندہ ہیں، پھر ان تینوں کی زندگی میں کیا فرق ہے؟ فرق یہ ہے کہ ہر انسان کی روح زندہ تو رہتی ہے مگر اس جسم خاکی کے ساتھ جب تک ہے وہ اعمال کے ذریعہ ترقی اور ثواب حاصل کر سکتی ہے، برزخ کے جسم میں جانے کے بعد عام انسان کی روح کی ترقی بند ہو جاتی ہے، نہ تو وہ برزخ میں کھاتا پیتا ہے اور نہ کوئی عمل کر کے باطنی ترقی حاصل کر سکتا ہے اس واسطے کہ یہ دارالعمل نہیں ہے دارالجزاء ہے، گو ہر عام انسان کی روح زندہ ہے مگر کھانا پینا اور باطنی ترقی بند ہونے سے کہا جاتا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔

بخلاف اس کے شہیدوں کی روح بھی خاکی جسم چھوڑ کر برزخ کے لطیف جسم میں چلی جاتی ہے، اسی لئے شہید پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے مگر اعمال کے ذریعہ سے اس کی ترقی بند نہیں ہوئی ہے جسم خاکی میں جیسے عمل کے ذریعہ سے ترقی کرتے تھے، شہید، برزخ کے جسم لطیف میں جانے کے بعد بھی

ویسے ہی بدستور ترقی کرتے اور کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں ان کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں، مبالغہ نہیں، واقعی وہ زندہ ہیں، زندگی کے سارے آثار موجود ہیں ”يُرْزَقُونَ“۔

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ“ (اپنے خدا کے پاس اس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں) عمدہ عمدہ ہیئت ہر قسم کی لذت اور آرام حاصل کر رہے ہیں جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسی ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں، اپنے اعمال سابقہ کی بہار لٹ رہے ہیں ان کے اعمال گل دریا حین اور حور جنت بن کر ان کے سامنے ہیں وہ ان سے لذت لے رہے ہیں عالم قدس میں ترقی کر رہے ہیں خدا کے قرب کے درجے بڑھ رہے ہیں، یہ ان کی آخرت کی زندگی ہے۔

بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس جسم مطہر سے نکلی اس لئے آپ پر بھی موت کا اطلاق ہوا، ارشاد باری تعالیٰ ہے ”إِنَّكَ مَيِّتٌ“ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ (آپ پر بھی موت آنی ہے اور ان پر بھی) مگر عالم برزخ میں کوئی ایسا لطیف جسم نہیں تھا جو آپ کی روح مطہر کے لائق ہو، اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر نہ دنیا میں ہے نہ عالم برزخ میں اور نہ آخرت میں، جب عالم برزخ میں ایسا جسم لطیف نہیں رہا تو پھر اسی جسم خاکی میں روح مطہر کو واپس کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جسم مطہر اس عالم سے عالم برزخ میں منتقل ہو گیا اور اسی وجہ سے آپ کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں تشریف فرما ہیں، چونکہ عام انسانوں اور شہداء کی روحیں عالم برزخ میں دوسرے لطیف اجسام میں منتقل ہوئی ہیں اس لئے ان سے جسم خاکی کے لوازم بھی ٹوٹ گئے ہیں ان کی بیبیوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے، ان کی میراث تقسیم ہو سکتی ہے، اس کے برخلاف چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جسم خاکی عالم برزخ میں منتقل ہو گیا ہے اور آپ کے جسم خاکی کے لوازمات منقطع نہیں ہوئے ہیں، اس لئے ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے، اور آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی اگر ایسا کیا جاتا تو لازم آتا کہ زندہ کی بیوی سے نکاح کیا گیا اور زندہ کا مال تقسیم ہوا، عالم برزخ کے جسم میں جو لطافت پائی جاتی ہے وہ لطافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسم خاکی میں بدرجہا زائد موجود تھی، پھر عالم برزخ میں آپ کے لئے لطیف جسم کی کیا ضرورت؟ جیسے عالم برزخ کے جسم کو سایہ نہیں ہوتا ایسے ہی آپ کے جسم مبارک کو سایہ نہ تھا اور عالم

برزخ کے لطیف جسم میں سے جیسے کوئی چیز ادھر سے ادھر نکل جاتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم کے خاکی جسم میں سے پکا کمر مبارک سے باہر ہو گیا تھا اسی وجہ سے آپ کا ارشاد مبارک ہے جیسے میں سامنے سے دیکھتا ہوں ویسے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں، کیا کبھی آپ نے کسی کثیف جسم کو دیکھا ہے کہ وہ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہو؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک ہی کی لطافت تھی کہ آپ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتے تھے، آپ کے اس عالم کے جسم کے لطیف ہونے پر معراج شریف کا واقعہ بھی دلالت کرتا ہے، کوئی کثیف جسم ایسا نہیں پہنچ سکتا، جیسا کہ معراج میں آپ کا لطیف جسم کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اس تمہید کے بعد مذکورہ حدیث کو اس طرح سمجھئے۔

کوئی مسلمان کہیں ہو جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو روح اقدس جو عالم برزخ میں احوال ملکوت کی طرف متوجہ رہتی ہے اور مشاہدہ رب العزت میں مستغرق ہے، سلام کا جواب دینے کے لئے روح مطہر کو مذکورہ حالت سے ایسا ہی افاقہ ہوتا ہے، جیسے دنیا میں وحی کے وقت عالم ملکوت کی طرف مشغولیت ہوتی تھی اور وحی ختم ہونے کے بعد پھر آپ اس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں ”رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوحَی“ جو مذکور ہے اس میں رد روح سے، روح مطہر کا جسم سے نکلنا اور سلام کے وقت پھر جسم کی طرف آنا مراد نہیں ہے، بلکہ روح اقدس کا استغراق اور محویت سے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا مراد ہے اگر روح اقدس کا جسم سے نکلنا اور پھر جسم میں داخل ہونا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں ”رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوحَی“ کے بجائے ”رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ جَسْمِی رُوحَی“ ارشاد فرمایا جاتا، یعنی میری روح کو میرے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جب ایسا نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا گیا کہ ”روح میری طرف لوٹ آتی ہے“ تو اس کے یہی معنی ہوئے کہ مجھے اس عالم سے اس عالم کی طرف افاقہ ہوتا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اقدس سے نکلنا اور پھر اسی جسم اقدس میں داخل ہونا اور آپ کا اسی جسم خاکی کے ساتھ اپنی قبر شریف میں تشریف فرما ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم بالا کو اٹھائے گئے اور آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ اس وقت عالم بالا میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی جسم خاکی کے ساتھ قبر مبارک میں تشریف رکھنے کی نظیر ملتی ہے، رہا روح مبارک کا جسم اطہر سے نکلنا اور پھر جسم اقدس میں واپس ہونا اس کی نظیر بھی الحمد للہ حضرت ادریس علیہ السلام کے واقعہ میں موجود ہے اور اس واقعہ کی تفصیل ذیل میں تفسیر روح المعانی سے درج کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمایا ہے ”وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ (اور ہم نے اُن کو اونچی جگہ اٹھالیا) تفسیر روح المعانی میں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”مَكَانًا عَلِيًّا“ سے مراد جنت ہے اس لئے کہ جنت سے بڑھ کر بلندی کسی مقام کو حاصل نہیں اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حُتًّا یعنی اس جسم خاکی کے ساتھ جنت میں پہنچائے گئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے جنت میں اٹھائے جانے کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب روح المعانی نے ابن المندرجی کی تخریج سے عمر مولیٰ عفرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بڑے پرہیزگار نبی مرسل تھے، آپ نے ہفتہ کے ساتھ دنوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، تین دن لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے اور باقی چار دن روئے زمین میں سیاحت فرماتے اور ایسی عبادت شاقہ فرمایا کرتے کہ تنہا آپ کی نیکیاں جو آسمان پر اٹھائی جاتی تھیں وہ اس زمانہ کے سارے انسانوں کی نیکیوں کے برابر ہوتی تھیں حضرت ادریس علیہ السلام کے تقویٰ عبادت اور نیکیوں کی وجہ سے ملک الموت کو آپ سے ملاقات کا شوق ہوا اور وہ آپ کی سیاحت کے دوران میں آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے خواہش کی کہ اے اللہ کے نبی! اپنی صحبت بابرکت میں مجھے چند دن رہنے کی اجازت دیجئے! حضرت نے فرمایا کہ تمہارا گزارہ میرے ساتھ دشوار ہے لیکن اصرار پر آپ نے اجازت دے دی، دو دن تک ملک الموت آپ کی صحبت میں رہے، ان کے کھانا نہ کھانے اور عبادت سے نہ تھکنے کی وجہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ان سے فرمایا بخدا! تم انسان نہیں تو انہوں نے جواب دیا بیشک میں فرشتہ ہوں اور ملک الموت ہوں اور آپ سے اللہ اور فی اللہ محبت رکھتا ہوں، یہ سن کر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دو دنوں میں آپ نے کسی کی روح قبض تو نہیں کی؟ ملک الموت نے جواب دیا کیوں نہیں؟ جس کسی کی روح قبض کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے میں نے اس کی روح

قبض کر دی ہے، اور سچ تو یہ کہ پوری دنیا میرے سامنے ایسی ہے جیسا کہ آدمی کے سامنے دسترخوان چُٹنا ہو اور وہ جس چیز کو چاہے کھا لیتا ہو یہ سن کر حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات اقدس کی قسم دیتا ہوں جس کے سبب تم نے مجھ سے محبت کر رکھی ہے کہ تم میری ایک ضرورت کو پوری کرو، ملک الموت نے کہا یا نبی اللہ! فرمائیے وہ کیا حاجت ہے؟ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ موت کا مزہ چکھوں، پھر آپ میری روح مجھ پر واپس فرمادیں، ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح مبارک کو نکالا اور پھر واپس کر دیا، اس کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کی فرمائش پر آپ کو دوزخ اور جنت دکھائی، جب آپ نے جنت دیکھی اور جنت کی خوشبو اور گل وریحان دیکھے تو ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت میں داخل کرو کہ میں کچھ کھاؤں اور پیوں تاکہ جنت کی طلب اور شوق کا مجھ میں اضافہ ہو جائے، الغرض حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے میوے کھائے اور پانی پیا، اس کے بعد ملک الموت نے کہا اے نبی اللہ! اب تو تمہاری حاجت پوری ہو چکی ہے اب یہاں سے چلو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ جنت میں داخل فرمادیں، حضرت ادریس علیہ السلام نے جنت کے ایک درخت کو پکڑ لیا اور فرمایا میں اب یہاں سے نہیں نکلوں گا اور اگر تم چاہو تو میں تم سے اس بارے میں مباحثہ بھی کر سکتا ہوں جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے ملک الموت پر وحی نازل فرمائی کہ ادریس سے مباحثہ کرو! ملک الموت نے حضرت ادریس علیہ السلام سے فرمایا اے نبی اللہ! فرمائیے آپ کیا مباحثہ کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“ (ہر شخص ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنے والا ہے) اور میں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا“ (تم میں سے کوئی ایسا بشر نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گذرے) اور میں جہنم پر سے گذر چکا ہوں) اور اہل جنت کیلئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ“ (اور جنتی کبھی جنت سے نکالے نہ جائیں گے) تو اللہ تعالیٰ نے جب مجھے جنت میں داخل فرما دیا ہے تو جنت سے کیسے نکل جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت پر وحی نازل فرمائی کہ میرے بندے ادریس نے مباحثہ میں تم پر کامیابی حاصل کر لی، میری عزت و جلال کی قسم کہ یہ سب کچھ میرے علم میں تھا تو اے ملک الموت! ادریس کو چھوڑ دو کہ انہوں نے تم پر بڑی قوی حجت پیش کی ہے۔

اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی توصیف اور شان میں جو ”وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ فرمایا ہے کہ اس کا اقتضاء بھی یہی ہے۔ علاوہ ازیں تفسیر دُر منثور میں بھی ایسی ہی تفصیل کے ساتھ ابن المندرہ کی تخریج سے عمر مولیٰ عفرۃ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث مرفوع موجود ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح مطہرہ جسم سے نکالی گئی پھر واپس کی گئی اور آپ اب اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں۔

الغرض اوپر کے دونوں واقعات سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم بالا میں تشریف فرما ہیں، اور حضرت ادریس علیہ السلام کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے نکالی گئی، پھر واپس کی گئی اور آپ اس وقت اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں تو اگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اطہر سے نکل کر پھر جسم اقدس میں داخل ہوئی اور آپ بھی اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں اپنی قبر مبارک میں تشریف فرما ہیں تو کیا تعجب کی بات ہے؟

(17/36) بَابُ الدُّعَاءِ فِي التَّشَهُّدِ

(یہ باب قعدہ میں (تشہد اور درود کے بعد) دعاء کرنے کے بیان میں ہے)

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ: ”وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ محمد پ 26 ع 2 میں) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز میں ہوں یا غیر نماز میں) اپنے گناہوں سے جو صورتاً گناہ ہیں مغفرت مانگئے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے واقعی گناہوں سے بھی مغفرت مانگئے۔

ف: گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو واقعی گناہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، دوسرا گناہ یہ ہے کہ صورت تو گناہ کی ہے واقع میں گناہ نہیں بلکہ افضل عمل ترک کر کے جو افضل نہیں ہے اس کو اختیار کیا گیا ہے اسی واسطے مقربین کا افضل کام کو چھوڑ کر غیر افضل کام کا اختیار کرنا ان کے درجہ کے لحاظ سے گناہ سمجھا جائے گا بخلاف اس کے یہی عمل اگر عوام کریں وہ ان کے لئے گناہ نہیں بلکہ عبادت ہی ہوگا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتِ الْمُقَرَّبِينَ (بعض وقت نیکوں کی نیکیاں مقربین کیلئے گناہ ہو جاتے ہیں) جیسے ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نایبنا صحابی آئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کافر کو اسلام کی حقانیت سمجھا رہے تھے ایسے وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیچ میں دخل دے کر خود کچھ پوچھنے لگے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا یہ واقعہ سورہ ”عَبَسَ“ میں مذکور ہے، اب ظاہر ہے کہ ایک طرف مسلمان ہو اور دوسری طرف کافر ہو تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کے جواب کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی دعوت دینا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے؟ مگر اس کا فائدہ یقینی نہ ہونے سے افضل نہیں ہے اور مسلمان کے سوال کا جواب دے کر مسئلہ سمجھانا یہ بھی عبادت ہے اور اس کا فائدہ یقینی ہونے کی وجہ سے یہ افضل ہے، مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو تفہیم کرنا گوا افضل نہیں مگر اوروں کیلئے گناہ تو نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہی عمل صورتاً گناہ سمجھا گیا اسی لئے یہ اور اسی طرح کے غیر افضل امور جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد اُصادر ہوئے ہیں اگرچہ کہ وہ بھی عبادت ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لحاظ سے ان کو گناہ سمجھا گیا اور حکم کیا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے گناہوں سے جو صورتاً گناہ ہیں مغفرت مانگئے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے واقعی گناہوں سے بھی مغفرت مانگئے۔ (بیان القرآن)

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ”رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ نوح پ 29 ع 2 میں) (اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں پناہ لینے آیا ہے اس کو اور عام با ایمان مردوں کو اور با ایمان عورتوں کو بخش دیجئے۔)

قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعاء

1/1483- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (تشہد اور درود کے بعد سلام پھیرنے سے قبل) یہ دعاء پڑھا کرتے تھے، ”اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَآْثِمِ وَمِنْ الْمَغْرَمِ“ اے اللہ! میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (مجھے اس سے بچائیے) اور میں کانے دجال کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں زندگی کے فتنوں سے اور موت کے فتنوں سے۔ (مجھے ان سے بچائیے) الہی! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں گناہوں میں مبتلا ہونے سے اور قرض میں پھنسنے سے (مجھے ان سے بچائیے۔)

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرض سے بہت پناہ مانگا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بات یہ ہے کہ آدمی جب قرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو ادائیگی میں جو دیری ہوتی ہے اس کی وجہ سے جھوٹ بولنے لگتا ہے اور قرض کی ادائیگی کا جو

وعدہ کرتا ہے اس کو پورا نہیں کرتا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد جن چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے، ان کا بیان

2/1484- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (نماز کے آخری قعدہ میں) تشہد (اور درود سے

فارغ ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے کہ وہ اس کو ان چار چیزوں میں مبتلا ہونے سے بچائے۔

(1) جہنم کے عذاب سے، (2) قبر کے عذاب سے، (3) زندگی اور موت کے فتنوں سے

اور (4) کانے دجال کے شر سے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعا

3/1485- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح صحابہ

کرام کو قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے اسی طرح یہ دعا بھی سکھاتے تھے۔ (تا کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد

اور درود کے بعد اس کو پڑھا کریں۔)

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ

بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ“ الہی

میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں جہنم کے عذاب سے (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا

ہوں قبر کے عذاب سے (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کانے دجال کے

فتنہ سے (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے۔

(مجھے ان سے بھی بچائیے۔)

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

4/1486- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی کوئی دعاء سیکھائیے جس کو میں نماز میں (تشہد اور درود کے بعد پڑھا کروں) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دعاء پڑھا کرو: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاعْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ“ اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کر کے گناہ کیا ہے اور آپ کے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے، اس لئے آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ اپنے محض اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے، یہ آپ کی شان سے بعید نہیں کیونکہ آپ بہت مغفرت کرنے والے ہیں اور بہت رحم کرنے والے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

5/1487- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا سنو معاذ! اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے تم سے بہت محبت ہے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان (مجھے بھی سب سے زیادہ حضور سے ہی محبت ہے، اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا معاذ! میں تم کو بتقاضائے محبت ایک دعاء سکھاتا ہوں) اس کو تم نماز کے اخیر میں (تشہد اور درود کے بعد ضرور پڑھا کرو اور کبھی ترک نہ کرنا) (وہ دعاء یہ ہے) ”رَبِّ اَعِیْنِیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ“ اے میرے پروردگار میری مدد کیجئے کہ میں آپ کا ذکر اور شکر ہمیشہ کیا کروں اور آپ کی عبادت ایسی

کیا کروں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم اس خیال سے عبادت کیا کروں کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

6/1488- شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (تشہد اور درود کے بعد) یہ دعاء پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِیْ الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلٰی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ“ اے اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں کہ آپ مجھ کو دین پر استقامت اور ثابت قدمی عطا کیجئے اور آپ سے یہ بھی مانگتا ہوں کہ ہدایت اور سیدھی راہ پر خوب ہمت سے جمار ہوں اور یہ بھی مانگتا ہوں کہ آپ کی نعمتوں پر شکر کی توفیق ہو اور آپ کی عبادت ایسی کروں جس کو آپ پسند فرمائیں، اے میرے اللہ! میں آپ سے قلب سلیم مانگتا ہوں جو بُرے عقائد اور بُرے اخلاق سے پاک ہو، اور ایسی زبان مانگتا ہوں کہ جب کہے سچ کہے، اے اللہ! میں کچھ نہیں جانتا آپ کو ہر چیز کی خبر ہے آپ جس کو میرے لئے خیر سمجھتے ہیں وہ دیجئے اور جس چیز کو آپ میرے لئے شر سمجھتے ہیں مجھے اس سے بچائیے، اے میرے اللہ! میں گناہ کیا اور بھول گیا میرے سب گناہوں کی آپ کو خبر ہے ان سب گناہوں کو جن کو آپ جانتے ہیں بخش دیجئے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد کبھی یہ الفاظ بھی پڑھے گئے ہیں

7/1489- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں تشہد (اور درود کے) بعد (بعض وقت) یہ الفاظ بھی پڑھے ہیں، ”اَحْسَنُ الْکَلَامِ کَلَامٌ

اللَّهُ وَأَحْسَنُ الْهُدَى هَدَى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ”سب کلاموں سے بہتر کلام، اللہ کا کلام ہے اور سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ختم نماز پر سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ

8/1490- عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ (ختم نماز پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پھیرنا میری نظروں کے سامنے ہے مجھے خوب یاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے طرف اور پھر بائیں طرف سلام کے وقت چہرہ مبارک کو اتنا پھیرتے تھے کہ پیچھے والوں کو آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی تھی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز کو دو سلاموں سے ختم کرنے کا ثبوت اور اس کا مسنون طریقہ

9/1491- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ختم نماز پر) اپنی داہنی طرف چہرہ مبارک پھیرتے ہوئے ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ فرماتے تھے یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے رخسار مبارک کی سفیدی پیچھے والوں کو دکھائی دیتی تھی اور پھر بائیں جانب چہرہ مبارک پھیرتے ہوئے ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ فرماتے تھے یہاں تک کہ (پیچھے والوں کو) آپ کے بائیں رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی تھی (اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے کی ہے۔)

10/1492- اور ابن ماجہ نے بھی عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ترمذی نے

کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کو سلام سے ختم کرنے کے بارے میں جتنی روایتیں آئی ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہ ہے کہ نماز کے ختم پر دو سلام ہیں اور اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

اکثر اہل علم صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء کا اتفاق ہے۔

امام اور مقتدی دونوں کو سلام پھیرتے وقت کیا نیت کرنی چاہئے؟ اس کی تفصیل

11/1493- سَمَرَه رَضِی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (یعنی مقتدیوں کو) حکم دیا ہے کہ ہم (ختم نماز پر سلام پھیرتے وقت) یہ نیت کریں کہ ہم امام کے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ ہم نمازی ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہیں (اور آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے سلام سے) اس لئے امام اور مقتدی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں۔ (تاکہ آپس میں محبت پیدا ہو۔) اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

12/1494- اور بزار کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہم مقتدی (نماز کے ختم پر) نیت کریں کہ ہم امام کے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور یہ بھی نیت کریں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہیں۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ امام اور مقتدی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب امام ختم نماز پر اپنے سیدھے طرف سلام پھیرے تو سیدھے طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے اور جب امام بائیں طرف سلام پھیرے تو بائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے یہ امام کے سلام کی کیفیت ہے، اب رہا مقتدی کا سلام تو اس کی تین حالتیں ہوں گی، (1) ایک امام کے سیدھے جانب والے مقتدی، (2) دوسرے امام کے بائیں جانب والے مقتدی، اور (3) تیسرے وہ مقتدی جو امام کے بالکل پیچھے محاذی ہوں ہر ایک کے سلام کی صورت اس طرح ہوگی۔

(1) امام کے سیدھے جانب والے مقتدی جب اپنے سیدھے طرف سلام پھیریں تو اپنے ساتھ سیدھے جانب کے نماز پڑھنے والوں اور سیدھے جانب کے فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کریں اور جب یہ اپنے بائیں جانب سلام پھیریں تو اپنے ساتھ بائیں جانب کے نماز پڑھنے والوں اور بائیں جانب کے فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کے ساتھ امام کے سلام کا جواب دینے کی بھی نیت کریں۔

(2) امام کے بائیں جانب والے مقتدی جب اپنے سیدھے جانب سلام پھیریں تو امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کے ساتھ اپنے سیدھے جانب کے نماز پڑھنے والوں کی اور سیدھے جانب کے فرشتوں پر بھی سلام کرنے کی نیت کریں اور جب یہ اپنے بائیں جانب سلام پھیریں تو اپنے ساتھ بائیں جانب کے نماز پڑھنے والوں اور بائیں جانب کے فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کریں۔

(3) اور جو مقتدی امام کے بالکل پیچھے محاذی ہوں وہ اپنے سیدھے جانب سلام پھیرتے وقت امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کے ساتھ اپنے سیدھے جانب کے نماز پڑھنے والوں اور سیدھے جانب کے فرشتوں پر بھی سلام کی نیت کریں اور اسی طرح جب وہ اپنے بائیں جانب سلام پھیریں تو اس وقت بھی امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کے ساتھ ساتھ اپنے بائیں جانب کے نماز پڑھنے والوں اور بائیں جانب کے فرشتوں پر بھی سلام کی نیت کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے محاذی ہونے کی صورت میں پہلی دو صورتوں کے برخلاف ہر دو جانب سلام پھیرتے وقت امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کرے گا، یہ تفصیل اس نماز کی ہے جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور جو تنہا نماز پڑھنے والا ہے اس کو چاہئے کہ ختم نماز پر دونوں جانب سلام پھیرتے وقت کراماً کاتبین اور محافظ فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ (مرقات، رد المحتار، اشعۃ اللمعات۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے

13/1495- سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تو پلٹ کر ہماری جانب رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث

14/1496- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ اعتقاد کر کے شیطان کو اپنی نماز کا حصہ دار بنالے کہ سلام کے بعد مجھے سیدھی جانب ہی

پلٹنا چاہئے (کیوں کہ کسی غیر لازم امر کو اپنے اوپر لازم قرار دینے کا اعتقاد کرنا شیطان کے تابع ہونا ہے) حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب بھی پلٹتے دیکھا ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث
15/1497 - عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد اکثر اوقات اپنی بائیں جانب حجرہ مبارک کی طرف رخ فرما کر بیٹھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث
16/1498 - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلام کے بعد) کبھی اپنے سیدھے جانب پلٹا کرتے تھے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث
17/1499 - براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہماری خواہش رہتی تھی کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داہنے جانب رہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلام کے بعد) سیدھی جانب پلٹ کر ہماری جانب رخ فرماتے تھے، حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا ہے ”رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ“ اے پروردگار! جس دن آپ لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کریں گے تو مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچائے رکھے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نمازیں جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر اور عصر،

ان میں امام کو اختیار ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دہنی جانب پلٹ کر بیٹھ جائے یا بائیں جانب پلٹ کر بیٹھے اور مستحب یہ ہے کہ جس جانب امام کو جانے کی حاجت ہو اس جانب پلٹ کر بیٹھ جائے اور اگر دونوں جانب برابر ہوں تو پھر دہنی جانب افضل ہے اور ایک ہی جانب پلٹ کر بیٹھ جانے کو واجب جاننا بدعت اور مکروہ ہے اور بلا اعتقاد و جو دایک ہی جانب پلٹ کر بیٹھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، اور عشاء تو امام کو چاہئے کہ سلام پھیرنے کے بعد بہت دیر تک دعاء نہ مانگے بلکہ مختصر دعاء مانگ کر سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے۔ (اعلاء السنن۔ عالمگیری۔)

فرض نمازوں کے بعد سنن اور نوافل کیلئے جگہ تبدیل کرنے کا بیان

18/1500- مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ امام فرض نماز پڑھ چکا ہو، وہاں کوئی اور نماز (سنن و نوافل) نہ پڑھے جب تک وہ جگہ تبدیل نہ کرے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

فرض نمازوں کے بعد سنن اور نوافل کیلئے جگہ تبدیل کرنے کے بیان پر دوسری حدیث

19/1501- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص فرض نماز پڑھنے کے بعد اس بات سے عاجز ہے کہ نوافل ادا کرنے کیلئے فرض نماز کی جگہ سے ہٹ کر آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے یا اپنی دائیں بائیں جانب کھڑا ہو جائے حالانکہ یہ کچھ ایسا مشکل کام نہیں ہے کہ جس کے کرنے سے عاجز ہو، لہذا ہر شخص کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ختم نماز پر مقتدیوں کا امام کی دعاء سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے

20/1502- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کھڑی ہو جاتی تھیں (اور مردوں سے پہلے

مسجد سے چلی جاتی تھیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے (تاکہ مرد اور عورتیں مسجد سے نکلتے وقت ایک دوسرے سے مل نہ جائیں) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی مقدار معین نہ تھی بلکہ حالات کے لحاظ سے نمازوں کے بعد بیٹھنے کی مقدار مختلف ہوا کرتی تھی، جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ کی مقدار بیٹھتے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہ ہوں ان میں بقدر دعاء یا احکام الہی بیان کرنے کی مقدار تشریف رکھتے اور فجر کی نماز میں سورج کے طلوع ہونے تک تشریف فرما ہوتے تھے) پھر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ امام کے اٹھنے سے پہلے نہ اٹھیں۔) (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ختم نماز پر مقتدیوں کا امام کی دعاء سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے

21/1503- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام کو

ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دلاتے اور سلام کے بعد (ذکر اور دعاء میں شرکت کئے بغیر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اٹھ کر (مسجد سے) چلے جانے سے منع فرماتے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

(18/37) بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

(یہ باب نماز کے بعد دعاء اور ذکر کرنے کے بیان میں ہے)

فرض نمازوں کے بعد اللہ اکبر کہنے کی تحقیق

1/1504- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کی آواز سننے سے مجھے اطلاع ہوتی تھی کہ حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: ابوالحسن ابن بطل رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس حدیث کی اس طرح تاویل کی ہے کہ حدیث شریف میں فرض نماز کے بعد اللہ اکبر جہر سے کہنے کا جو ذکر ہے وہ ہر فرض نماز سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق جہاد کے موقع سے ہے جبکہ مجاہدین ہر فرض نماز کے بعد اللہ اکبر جہر سے کہا کرتے تھے تاکہ کفار پر رعب طاری ہو، اگر اس حدیث سے یہی مراد ہے تو یہ عمل اب بھی جاری ہے کہ مجاہدین جب نماز پنجگانہ سے فارغ ہوں تو ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد دشمن کو ڈرانے کے لئے آواز سے اللہ اکبر کہا کریں۔

ابن بطل رحمۃ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس کا تعلق مجاہدین کے ہر فرض نماز کے بعد جہر سے اللہ اکبر کہنے سے نہیں ہے، بلکہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے ختم ہونے کے بعد جہر سے اللہ اکبر فرمایا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ختم نماز کی علامت سمجھتے تھے تو یہ عمل اب اجماع سے منسوخ ہے کیوں کہ ہم نے نماز کے ختم پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کے قائل کسی عالم کو نہیں پایا۔

صاحب بنایہ نے امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ایام تشریق کے سوا دوسرے ایام میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مسنون نہیں ہے بلکہ جہر سے اللہ اکبر کہنے کے مواقع یہ ہیں: جبکہ دشمنوں کے مقابل ہوں یا ڈاکہ زانوں

کے مقابل ہوں یا آگ لگی ہو اور ایسے ہی تمام خوف اور دہشت کے موقعوں پر جہر سے اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔

فرض نمازوں کے بعد کبھی یہ دعاء بھی پڑھی گئی ہے

2/1505- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم (فرض) نماز کے سلام پھیرنے کے بعد (تعلیماً) یہ دعاء بلند آواز سے فرماتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، سارا اقتدار اعلیٰ اسی کا ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے گناہوں سے باز رہنا اور نیکیاں کرنا بغیر اللہ کی مدد کے نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس لئے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں، سب نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ فضیلت اسی کو ہے، جتنی بہترین تعریفیں ہیں سب اسی کو سزاوار ہیں (پھر ہم کہتے ہیں کہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے ہم اسی کی طاعت و عبادت اخلاص سے کرتے ہیں، ہمارا یہ اخلاص گو کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فرض نماز کے بعد دعاء کرنے کا ثبوت

3/1506- ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کس وقت کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری نصف کے درمیانی وقت کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے، ایسا ہی فرض نمازوں کے بعد کی دعاء بھی بہت مقبول ہوتی ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت

4/1507- اسود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ختم نماز پر) سلام پھیرا تو پلٹ گئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء فرمائی۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کی ہے اور اس حدیث کی تائید ابن سنی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت انہوں نے کتاب ”عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ“ میں انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ

5/1508- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بندہ ہر (فرض) نماز کے بعد دونوں ہاتھ پھیلا کر یوں دعاء کرتا ہے ”اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَ اِلٰه اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ اِلٰه جِبْرِیْلَ وَ مِکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَ تَعْصِمْنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلٰی وَ تَنَالِنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَ تَنْفِیْ عَنِّی الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسِّکٌ“ (اے اللہ! میرے معبود! اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہم السلام کے معبود! اور جبریل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کے معبود! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میری دعاء قبول فرمائیں اس لئے کہ میں بیقراری اور پریشانی کی حالت میں دعاء کر رہا ہوں، اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے دین کی حفاظت فرمائیں اس لئے کہ میں آزمائش میں پھنسا ہوا ہوں اور میں یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی رحمت سے میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، اس لئے کہ میں گنہگار ہوں اور میری یہ بھی عرض ہے کہ آپ میری محتاجی کو دور فرمادیں اس لئے کہ میں محتاج و تنگدست ہوں۔) تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ایسے شخص کی دعاء کو قبول فرمالے اور اس کے ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

ف: مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ان احادیث سے فرض نماز

کے بعد دعاء کرنا اور دعاء میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا یہ دونوں باتیں سید الانبیاء اور پیشوائے اقلیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جو علماء اذکیاء پر مخفی نہیں۔

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد مختصر دعاء کرنے کا بیان

6/1509- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں) ان کا سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر ”اللہم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام“ (اے اللہ! آپ تمام عیوب اور نقصانوں سے پاک و سالم ہیں اور تمام بندوں کو بلیات و آفات سے سلامت رکھتے ہیں آپ بہت برکت والے ہیں اے وہ پاک ذات! عظمت و جلال کے آپ ہی مستحق ہیں) کہنے کی مقدار بیٹھتے۔ (پھر مختصر دعاء فرماتے اور سنتوں کے لئے کھڑے ہو جاتے۔)

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں فصل کرنے کے لئے

مختصر دعاء کرنے کا بیان

7/1510- ازرق بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک امام نے نماز پڑھائی جنہیں ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا (ازرق کا بیان ہے کہ) ابو رمثہ نے کہا کہ میں نے بھی (ایک دفعہ) یہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی تھی، ابو رمثہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھی جانب کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص تکبیر تحریمہ میں آ کر شریک نماز ہوا (اور وہ مسبوق نہ تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نماز پر اپنے سیدھے اور بائیں جانب سلام پھیرا یہاں تک کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آئی، ابو رمثہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری

طرح قبلہ کی طرف سے پھر کر بیٹھے تو وہی شخص جو تکبیر تحریمہ میں آ کر شریک نماز ہوا تھا (بغیر کسی توقف کے اور جگہ بدلنے کے) سنتیں ادا کرنے کے لئے فوراً کھڑا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے اور اس شخص کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اہل کتاب اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان (ایسا) فصل نہیں کرتے تھے (جس سے معلوم ہو سکے کہ فرض ختم ہو چکے ہیں اور سنتیں شروع ہو رہی ہیں) اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر اٹھا کر دیکھے اور ارشاد فرمائے اے ابن الخطاب (تم نے سچ کہا) اللہ تعالیٰ ایسا ہی تمہارے ذریعہ سے لوگوں کی صحیح رہبری فرمائے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان فصل کرنے کا ذکر ہے، فصل کی کیا مقدار ہونی چاہئے اس کو شرح منیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایسی فرض نمازوں کے ختم پر جن کے بعد سنتیں ہوں ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ کا پڑھنا یا اس کے مقدار کوئی اور مختصر دعاء کرنا فصل ہے اس طرح مختصر فصل کر کے سنتوں کا پڑھنا مسنون ہے، اگر مختصر دعاء کے بجائے طویل دعائیں کی جائیں یا دیگر اوراد و وظائف پڑھ کر سنتوں کی ادائی میں دیر کی جائے تو اس سے سنتیں ادا تو ہو جائیں گی لیکن سنتوں کے ادا کرنے کا جو مسنون وقت ہے وہ فوت ہو جائے گا اور تاخیر کے ساتھ سنتوں کی اس طرح ادائی مکروہ تنزیہی ہوگی۔ رد المحتار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فصل کرنے کے لئے مختصر دعاء کرنے کا بیان

8/1511- ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز کے ختم پر جب سلام پھیرتے تو تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے میں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں) کہنے کے بعد اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فرماتے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے، اس سے ان کاسنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے

9/1512- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ فرماتے تھے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ“ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی اصل حکومت ہے اور اسی کو سب تعریف سزاوار ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جب آپ کسی کو دینا چاہیں تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جب آپ کسی کو نہ دینا چاہیں تو اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی مالدار کو اس کا مال آپ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے، اس سے ان کاسنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے، اس پر دوسری حدیث

10/1513- عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کی (کی سنت کے) اور نماز فجر کے فرض کے بعد کسی طرف پلٹے بغیر اس حالت میں کہ وہ ہیئت نماز پر ہی اپنے پیروں کو موڑے ہوئے (یعنی تشہد میں جیسا بیٹھا تھا ویسا ہی بیٹھا ہو) یہ دعاء دس بار کہے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ تو ہر بار کے کہنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے

دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں اور وہ شخص تمام دن ہر آفت و ناپسندیدہ چیز اور شیطان مردود سے اللہ کی حفاظت و نگہبانی اور امان میں رہے گا (یہ دعاء پڑھنے کے بعد پھر اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس دعاء کی برکت سے اس کو توبہ کی توفیق ہوگی) اور وہ اس گناہ کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہوگا، ہاں اگر اس نے اس دعاء کے پڑھنے کے بعد شرک کیا (تو اس دعاء میں جو توحید تھی وہ شرک سے زائل ہوگئی اور وہ مذکورہ ثواب سے محروم ہو کر عذاب میں گرفتار ہو جائے گا) اور اس دعاء کے پڑھنے والے کے نیک عمل اُن لوگوں کے مقابلہ میں جو اس کو نہ پڑھتے ہوں زیادہ لکھے جائیں گے البتہ جو شخص اس دعاء کو دس مرتبہ سے زیادہ پڑھے تو اس کے اعمال اس دس مرتبہ پڑھنے والے کے اعمال سے زیادہ ہوں گے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

11/1514- اور ترمذی نے بھی ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث میں صلوٰۃ مغرب کے بعد مذکورہ دعاء پڑھنے کا جو ذکر ہے یہاں صلوٰۃ مغرب سے مراد فرض معہ سنت ہے کیوں کہ صلوٰۃ مغرب کا اطلاق فرض اور سنت دونوں پر ہوتا ہے اس لئے اس دعاء کو پڑھنے والا مغرب کی دو سنتوں کے پڑھنے کے بعد ہیئت نماز پر ہی جیسے کہ وہ تشہد میں بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھے ہوئے یہ دعاء پڑھے البتہ فجر کے فرض کے بعد چونکہ سنتیں نہیں ہیں اس لئے فجر کے فرض کے بعد بھی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے یہ دعاء پڑھے۔

اور ترغیب و ترہیب میں نسائی کی جو روایت مذکور ہے اس میں بجائے مغرب کے عصر کا ذکر ہے اس لئے فجر اور عصر کے فرض کے بعد اسی ہیئت نماز پر یہ دعاء پڑھی جائے تو اس کے پڑھنے والے کو مذکورہ ثواب حاصل ہوگا۔ (اعلاء السنن)

فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے ان کا سنتوں کے بعد ادا

کرنا مراد ہے اس پر تیسری حدیث

12/1515- کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ الفاظ فرض نماز کے بعد پڑھنے کے ہیں جن کا پڑھنے والا (جنت اور ثواب سے) محروم نہیں ہو سکتا وہ الفاظ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور چونتیس بار اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھنا چاہئے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد جن تسبیحات کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے فرض کے بعد سنتوں سے پہلے ہی ان تسبیحات کا پڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ سنتوں کے بعد ان تسبیحات کو پڑھنا چاہئے کیونکہ سنتیں فرائض کے لواحق، توابع اور مکملات ہیں اس لئے (ان تسبیحات کا سنتوں کے بعد پڑھا جانا گویا فرض کے بعد ہی پڑھا جانا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو چیزیں سنتوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فرائض کے بعد ہی پڑھی گئیں۔ (ردالمحتار)

نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھنے کی فضیلت

13/1516- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ایک بار) چند فقراء مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے) بڑے بڑے درجات اور لازوال نعمت کے حصول میں دولت مند لوگ (صدقہ اور خیرات کی وجہ سے) ہم سے سبقت لے گئے، فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں یہ بھی پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں، مگر یہ خیرات کرتے ہیں اور ہم خیرات نہیں کر سکتے، یہ غلام، باندی آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے تو حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے تم ثواب حاصل کرنے میں اپنے سے آگے بڑھ جانے والوں تک پہنچ جاؤ گے اور پیچھے رہنے والوں میں سے کوئی شخص تمہاری برابری کو نہ پہنچ سکے گا اور کوئی شخص تم سے افضل نہ ہوگا، ہاں جو تمہاری طرح کرے گا وہ تمہارے برابر ہو جائے گا مہاجرین نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ضرور فرمائیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور چونتیس بار اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھا کرو ابوصالح راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ کچھ زمانہ بعد فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کئے کہ ہمارے دولت مند بھائیوں کو ہمارے اس عمل کا پتہ چل گیا ہے اور وہ بھی ہماری طرح ان تسبیحات کو پڑھنے لگے ہیں (اب ہم کیا کریں؟) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو خدا داد فضل ہے خدا جس کو چاہتا ہے سرفراز فرماتا ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔) ابوصالح راوی کا قول ”آخر تک“ نہیں ہے سوائے مسلم کے۔

14/1517- اور بخاری کی ایک روایت میں تینتیس کے بجائے دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس

مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہنا ہر فرض نماز کے بعد ذکر ہے۔

نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھنے کی فضیلت پر

دوسری حدیث

15/1518- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کے بعد چونتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تینتیس بار اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھے گا تو یہ نناوے دفعہ ہوئے اور سو کی تکمیل کے لئے ایک بار ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ کہے گا تو اس کے کل گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے کف کے برابر ہوں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھنے کی فضیلت پر

تیسری حدیث

16/1519- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حکم دیا گیا

ہے کہ ہم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور چونتیس بار اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھا کریں، اس کے بعد ایک انصاری کے خواب میں فرشتہ نے آکر پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد اتنی بار سُبْحَانَ اللّٰہ اور اتنی بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور اتنی بار اَللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ ان انصاری نے خواب میں جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی حضور علیہ السلام کا حکم ہوا ہے، یہ سن کو خواب ہی میں اس فرشتے نے کہا کہ ان تینوں کلمات کی تعداد کو (25, 25) بار کر لو اور اس میں (25) بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کا بھی اضافہ کر دو اس طرح یہ سو ہوئے (جب صبح ہوئی تو انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اس پر بھی عمل کرو تو بہتر ہے۔

(اس کی روایت امام احمد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

نماز کے بعد پڑھا جانے والا ایک تعوذ

17/1520- سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات سکھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد (ذیل میں آنے والی چیزوں سے ان الفاظ میں پناہ مانگتے تھے، ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبُکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبُکَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمْرِ وَاَعُوْذُبُکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ“ (اے اللہ! مجھے بزدلی اور کم ہمتی سے بچائیے، اے اللہ! مجھے بخل سے بچائیے ایسا نہ ہو کہ میں مال خرچ کرنے کی جگہ خرچ نہ کروں اور ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو علم پہنچانے میں کوتاہی کروں اور نہ ایسا ہو کہ جہاں مجھے خیر خواہی کرنا ہے وہاں خیر خواہی نہ کروں، اے اللہ! مجھے ایسی عمر کو نہ پہنچائیے کہ جس میں قویٰ ناکارہ ہو جانے سے میں آپ کی عبادت نہ کر سکوں، اے اللہ! مجھے دنیا کے فتنے سے بچائیے کہ دنیا اپنی زیب و زینت کے ساتھ میرے سامنے آ کر میرا دل لبھائے اور آخرت کو بھلا دے، اے اللہ! مجھے قبر کے عذاب سے بچائیے

کہ مجھ سے ایسے کام نہ ہوں جن کی وجہ سے قبر میں عذاب ہونے لگے۔
(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازوں کے بعد معوذتین پڑھنے کا بیان

18/1521- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر نماز کے بعد ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ کی سورتوں کو پڑھ لیا کروں۔
(اس کی روایت امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی الدعوات الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازوں کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت

19/1522- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص آیۃ الکرسی کو ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت میں داخل ہونے سے موت کے بعد قبر میں رہنے کے سوائے کوئی اور چیز مانع نہ ہوگی (جب قبر سے اٹھے گا تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور قیامت کے سب تکالیف سے محفوظ رہے گا) اور جو شخص سوتے وقت بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معہ اس کے گھر کے آفات و بلیات سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسی طرح اس کے پڑوس کے گھر کو اور اس کے اطراف کے گھر والوں کو بھی آفات و بلیات سے محفوظ رکھیں گے۔
(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ”صلاة“ یعنی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا ذکر ہے اور صلاة کا اطلاق فرض اور سنت دونوں پر ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آیۃ الکرسی کو سنتوں کے بعد پڑھنا چاہئے۔

اسی طرح جن جن حدیثوں میں فرض نمازوں کے بعد وظائف اور اوراد پڑھنے کا ذکر ہے، وہاں بھی یہی مراد ہے کہ ان وظائف کو سنتوں کے بعد ہی پڑھنا چاہئے اس لئے کہ سنتیں فرائض کے تابع ہیں البتہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں وہاں آیۃ الکرسی یا دیگر وظائف کو فرض کے بعد ہی پڑھنا چاہئے۔ (رد المحتار۔)

فجر اور عصر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے کی فضیلت

20/1523- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (فرض کرو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد غلام ہوگئی ہے تو شرافت نسب کی وجہ سے ان کو آزاد کرنا بہت بڑے ثواب کی بات ہے مگر مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے چار غلام آزاد کرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں، جو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں (اسی طرح) مجھے چار غلام آزاد کرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں جو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ (اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔)

نماز فجر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے کی فضیلت

21/1524- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک فوج روانہ فرمائی اس فوج نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور بہت جلد واپس آگئی ہم میں سے ایک ایسے شخص نے جو اس فوج کے ساتھ نہیں گیا تھا کہا ہم نے اس لشکر سے زیادہ کسی لشکر کو اتنا جلدی واپس آتے اور اتنا زیادہ مال غنیمت لاتے نہیں دیکھا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو اس جماعت کا پتہ نہ دیدوں جو مال غنیمت لوٹنے میں بہتر اور واپس ہونے میں اس سے بھی تیز تر ہو؟ (لوسنو) یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں حاضر ہوں (یعنی صبح کی نماز جماعت سے

پڑھیں) پھر بیٹھ کر آفتاب طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں تو یہ لوگ اس سے جلد واپس آنے والے اور بہتر مال غنیمت حاصل کرنے والے ہیں (کیونکہ اُن لوگوں کو متاع دنیا ہاتھ لگی اور وہ فانی ہے اور ان کو تھوڑی دیر میں بہت ثواب عقبی حاصل ہوا اور وہ باقی ہے۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے بعد ذکر میں بیٹھنے اور اشراق پڑھ کر اٹھنے کی فضیلت

22/1525- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی پھر (مسجد ہی میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا) پھر سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے پر (دو رکعت نماز پڑھ لی تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا، انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

(19/38) بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ

(یہ باب ان اعمال کے بیان میں ہے جن کا نماز میں کرنا جائز ہے

اور ان اعمال کے بیان میں ہے جن کا نماز کی حالت میں کرنا ناجائز ہے

(یعنی اس باب میں نماز کے مفسدات، مکروہات اور مباحات کا ذکر ہے)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ”وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ (سورہ بقرہ پ 2 ع 31 میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے (عمل کثیر سے بچتے ہوئے) ادب ٹ سے کھڑے رہو“۔

وَقَوْلُهُ ”الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ“ (سورہ مومنون پ 18 ع 1 میں) اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وہ لوگ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں“۔

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے

1/1526- معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتفاق سے جماعت میں سے ایک شخص کو چھینک آئی جس کے

جواب میں، میں نے یرحمک اللہ کہا تو لوگوں نے مجھے (آنکھ پھرا کر بغیر چہرہ پلٹائے) گھور کر دیکھا میں

نے کہا افسوس تم مجھے کیوں گھور کر دیکھ رہے ہو، یہ سن کر لوگ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قعدہ میں ہوا ہوگا جس میں رانوں پر ہاتھ مارنا عمل قلیل ہونے کی وجہ سے

فاسد نماز نہیں ہوا) جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں، غصہ تو بہت آیا لیکن

میں خاموش ہو گیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ حضور پر

قربان، میں نے کسی کو حضور سے قبل نہ بعد کبھی آپ سے بہتر تعلیم دینے والا نہ دیکھا، خدا کی قسم حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو مجھے جھڑکا نہ مارا، اور نہ برا بھلا کہا بلکہ ارشاد فرمایا میاں! یہ نماز ہے اس میں کوئی بات لوگوں کی گفتگو کی قسم سے (کسی طرح) ٹھیک نہیں، (نہ عمداً نہ سہواً نہ اصلاحِ صلاۃ کے لئے نہ کسی اور غرض سے خواہ واقف سے ہو یا ناواقف سے) کیوں کہ نماز تو تسبیح، تکبیر اور قراۃ قرآن (اور انہی کے مشابہ اعمال) کا نام ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگوں میں ہوں جو ابھی ابھی اسلام لائے ہیں اور عہدِ جاہلیت سے میرا زمانہ قریب ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے سرفراز فرمایا لیکن اب بھی ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جایا کرتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا تم نہ جایا کرو، پھر میں نے عرض کیا ہم میں بعض لوگ شگون لیتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ محض ان کے دلوں کا وہم ہے اس لئے ان کو شگون کی وجہ سے کام سے نہیں رکنا چاہئے، معاویہ بن الحکم نے کہا میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم میں بعض لوگ (علم جفر کے ذریعہ) لکیریں کھینچ کر کچھ حال معلوم کر لیا کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک نبی (علم جفر کی) لکیریں کھینچا کرتے تھے (جن کا یہ معجزہ تھا) اب جس شخص کی لکیریں ان کی لکیروں کے موافق ہوں گی تو اس کے لئے مباح ہے (لیکن موافقت کا یقینی علم تو ممکن نہیں اس لئے یہ ناجائز ہے۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے ”إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ“ (یہ نماز ہے اس میں کلامِ ناس یعنی لوگوں سے بات چیت (کسی طرح) ٹھیک نہیں، اس بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں کلامِ ناس کی نماز میں ممانعت مطلقاً مذکور ہے کہ جس میں عمداً یا سہواً واقف سے ہو یا ناواقف سے ہو۔ کسی قسم کی قید نہیں ہے اور اس طرح مطلقاً ممانعت میں ہمارے لئے اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں کلامِ ناس عمداً ہو یا سہواً اصلاحِ نماز کے لئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے یہ سب نماز کو باطل کر دیتے ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناواقف شخص سے نماز کے بعد ارشاد

فرمایا کہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی قسم کا کلام ناس کسی طرح ٹھیک نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلق ہونے کی وجہ سے ایسا ہی نماز کے منافی اور مفسد ہے، جیسا کہ نماز میں کھانا پینا نماز کے منافی اور مفسد ہے۔

صاحب عنایت نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف کے الفاظ ”إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ“ سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ہیئت ہی ایسی ہے کہ اس میں کلام ناس یعنی لوگوں سے بات چیت کا نہ ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز میں طہارت کا ہونا ضروری ہے تو جس طرح بغیر طہارت کے نماز جائز نہیں ہوتی اسی طرح کلام ناس سے بھی نماز جائز نہیں ہوتی، اور یہ ایک واضح بات ہے۔ (عنایت کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔) جامع الآثار میں لکھا ہے کہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے تحت واقع ہوتا ہے تو اس سے عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر حدیث شریف کے الفاظ ”إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ“ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ شیء نکرہ ہے اور نفی یعنی ”لَا يَصْلُحُ“ کے تحت واقع ہے جس سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ ہر قسم کا کلام ناس عمداً ہو کہ سہواً ہو، واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے نماز کے منافی اور مفسد ہوگا۔ (جامع الآثار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

اب رہی یہ بات کہ پھر کس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو اس بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں ان صحابی کو نماز کے لوٹانے کے حکم کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو واقعہ نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا امکان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو نماز کے لوٹانے کا حکم تو دیا ہو لیکن انہوں نے اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ (امام طحاوی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

امام طحاوی رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید ترمذی کے قول اور زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت خود ترمذی نے اس طرح کی ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بات چیت کر لیا کرتے تھے کہ ایک ساتھی اپنے پاس والے ساتھی سے بول لیا

کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ”وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ“ (نماز میں اللہ کے سامنے خاموش ہو کر کھڑے رہو) پھر ہم لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور بولنے سے منع کیا گیا۔

امام ترمذی اس حدیث کی روایت کر کے فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، اور سب علماء کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر بات کر لے تو وہ نماز کو لوٹائے، امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک کا یہی قول ہے۔ (ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ کو نماز کے اعادہ کا حکم فرمانا ممکن بتلایا ہے لیکن ترمذی کے اس مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اعادہ کا حکم یقیناً ہوا ہوگا۔

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر دوسری حدیث

2/1527- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے اور ہم حضور کو سلام کیا کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز ہی میں سلام کا جواب دے دیا کرتے تھے اور یہ ہمارے حبشہ جانے کے پہلے ہوا کرتا تھا، اور جب ہم حبشہ کی سرزمین سے واپس ہوئے تو میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا عادت کے موافق میں نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی نیا حکم دینا چاہتا ہے اور منجملہ ان احکام کے ایک نیا حکم یہ دیا ہے کہ تم نماز کی حالت میں بات چیت نہ کیا کرو۔ یہ فرما کر حضور علیہ السلام نے میرے سلام کا جواب دیا اور یہ بھی فرمایا کہ نماز صرف قرأت قرآن اور ذکر اللہ کے لئے ہے لہذا تم نماز کی حالت میں انہی چیزوں میں مشغول رہا کرو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر تیسری حدیث

3/1528- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تو حضور علیہ السلام بحالت نماز ہم کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (تو حضور نماز میں تھے) اور ہم نے آپ کو سلام کیا تو حضور علیہ السلام نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا نماز کے بعد ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ پہلے ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام کیا کرتے تو آپ ہم کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے (مگر اس دفعہ ہم کو جواب نہ ملا) تو حضور نے فرمایا کہ یقیناً نماز میں خود ہی بڑی مشغولیت رہتی ہے۔ (اس لئے دوسری طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر چوتھی حدیث

4/1529- زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ پہلے ہم نماز میں بات چیت کر لیا کرتے تھے ایک نمازی اپنے بازو والے نمازی سے نماز میں بات کیا کرتا تھا (اور کوئی ممانعت نہ تھی) مگر آیت ”وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ (اللہ کے سامنے خاموش کھڑے رہو) کے نزول کے بعد ہم کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم ہو گیا اور نماز میں بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: جامع الآثار میں کہا ہے کہ اس حدیث میں ”وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ“ یعنی ہم کو (نماز میں) بات چیت کرنے سے منع کیا گیا کا ارشاد مطلق ہے کہ اس میں عداً سہواً واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے ہو اصلاح نماز کے لئے ہو یا کسی اور غرض سے کسی قسم کی قید نہیں ہے اس لئے نماز میں بات کرنے کی ممانعت ہر قسم کے کلام سے متعلق ہوگی۔

نماز میں اشارہ سے بات کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے

5/1530- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور لوگ حضور علیہ السلام کو اسی حالت میں سلام کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کس طرح سلام کا جواب دیا کرتے تھے؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے اور اس میں بلال رضی اللہ عنہ کے بجائے صہیب رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔)

ف: شرح منیہ میں کہا ہے کہ نمازی کا ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ سے سلام کا جواب دینے کی یہ حدیث اس زمانہ سے متعلق ہے جبکہ نماز میں بات چیت کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا اور جب نماز میں بات چیت کرنا منسوخ ہو گیا تو نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینا بھی منسوخ ہو جائے گا کیونکہ اشارہ بھی کلام کی طرح ہے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

نمازی کو نماز میں چھینک آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

6/1531- رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی (نماز کی حالت میں) مجھے چھینک آگئی تو میں نے کہا ”الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى“ (سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے جو ریا سے پاک ہو اور خلوص سے کی جائے جس میں برکت ہی برکت ہو اور جو تعریف کرنے والے کے لئے بھی باعث برکت ہو ایسی تعریف جس کو ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور تعریف کرنے والے سے راضی ہو جائے۔)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر پلٹے تو ارشاد فرمایا کہ نماز میں چھینک کے

بعد ان کلمات کا کہنے والا کون تھا؟ اس ارشاد کو سن کر کسی نے کچھ نہ کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دریافت فرمایا تو بھی کسی نے کچھ نہ کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تیسری دفعہ دریافت فرمایا تو رفاعہؓ نے عرض کیا کہنے والا میں تھا یا رسول اللہ، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تمہیں سے زائد فرشتے دوڑے اور ان میں سے ہر ایک کی کوشش یہ تھی کہ ان کلمات کو لے کر میں آسمان پر چڑھوں۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں نماز کو چھینک آجائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ زبان سے الحمد للہ کہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نماز چھینک آنے پر الحمد للہ دل سے کہے یا خاموشی اختیار کرے، نہ تو دل سے الحمد للہ کہے اور نہ زبان سے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

نماز کو اپنا نماز میں ہونا کس طرح معلوم کرنا چاہئے

7/1532۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نماز میں کوئی ایسی چیز پیش آئے جس سے نماز کو اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع دینے کی ضرورت پڑے (مثلاً نماز کو کوئی باہر بلاوے یا نماز سے گھر میں آنے اجازت طلب کرے یا ناواقفیت سے کوئی نماز کے سامنے سے گزرنا چاہے) تو سبحان اللہ کہہ کر اپنا نماز میں ہونا معلوم کرائے۔ (یہ طریقہ مردوں کے لئے ہے اور ایسی صورت میں) عورتیں دستک دے کر اپنا نماز میں ہونا معلوم کرائیں۔ (دستک کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے، برخلاف اس کے اگر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے تالی بجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔)

8/1533۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ سبحان اللہ مردوں کے لئے ہے اور (مذکورہ طریقہ

سے) دستک دینا عورتوں سے متعلق ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تشبیک کے احکام کی تفصیل

9/1534- کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے اور (وضوء کے فرائض، سنن و مستحبات ملحوظ رکھ کر) اچھا وضوء کرے، پھر مسجد کے ارادہ سے نکلے تو تشبیک نہ کرے، یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کے انگلیوں میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ اس حالت میں حکماً نماز میں ہے۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: شرح النقایہ میں کہا ہے کہ نماز میں ایسی ہیئت اختیار کرنا جس سے ترک خشوع و خضوع ہو مکروہ ہے مثلاً نماز میں کپڑوں کے ساتھ یا جسم کے ساتھ یا بالوں کے ساتھ کھیلنا اور ایسے ہی نماز میں ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا جس کو تشبیک کہتے ہیں، مکروہ ہے اور اسی طرح انگلیوں، چٹخانا بھی مکروہ ہے، اور تواضع نماز جیسے مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا نماز کے لئے گھر سے با وضوء مسجد کی طرف چلنا وغیرہ ان حالتوں میں تشبیک ایسے ہی مکروہ ہے جیسے کہ عین نماز میں مکروہ ہے، نماز میں ہوں یا تواضع نماز ہر دو حالتوں میں تشبیک مکروہ تحریمی ہے، یہ رد المحتار میں مذکور ہے اور اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ خارج نماز اگر کسی ضرورت سے مثلاً انگلیوں کی راحت کے لئے تشبیک کی جائے تو یہ جائز ہے جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے ضرورتاً تشبیک کی اجازت ثابت ہوتی ہے، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے بنیاد کی طرح ہے اور آپ نے (بطریق مثال) اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر تشبیک فرمائی۔ البتہ بغیر کسی ضرورت کے خارج نماز بطور عبث تشبیک کی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (یہ مضمون اعلاء السنن سے ماخوذ ہے۔)

کولہوں پر ہاتھ رکھنے اور عصاء پر ٹیکہ دینے کے احکام

10/1535- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں

کولہوں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں لفظ ”خضر“ جو مذکور ہے اس کے معنی کولہوں پر ہاتھ رکھنا ہیں، اور اس معنی کو اکثر اہل علم نے اختیار کیا ہے اس کے علاوہ ”خضر“ کے معنی عصا پر ٹیکہ دینے کے بھی لئے گئے ہیں۔ ردالمحتار میں لکھا ہے کہ نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، اور خارج نماز کولہوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور مرقات میں کہا ہے کہ نماز میں بلا ضرورت عصا پر ٹیکہ دینا مکروہ ہے اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ضرورتاً جیسے بوڑھے یا بیمار وغیرہ نماز میں بجز عصا وغیرہ پر ٹیکہ دینے کے قیام پر قادر نہ ہوں تو ایسے لوگ بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بجائے عصا وغیرہ پر ٹیکہ دے کر قیام کریں۔ (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی۔) اور خارج نماز عصا پر ٹیکہ دینا مباح ہوگا جس پر دلیل قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (سورہ طہ پ 16 ع 1 میں) ”هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّلُ اَعْلَيْهَا“ (یہ میرا عصا ہے جس پر ٹیکہ دیا کرتا ہوں) اصول میں ثابت ہے کہ قرآن کسی چیز کو بیان کرنے کے بعد اس کو رد نہ کرے تو وہ چیز ہماری شریعت میں بھی مباح رہتی ہے اسی لئے خارج نماز عصا پر ٹیکہ دینا مباح ہوگا۔

نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنے کی وعید اور اس کا حکم

11/1536- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں کولہوں پر ہاتھ رکھنے سے دوزخیوں سے مشابہت ہوتی ہے (اس لئے کہ دوزخیوں کو محشر میں کھڑے کھڑے جب ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو) دوزخی کولہوں پر ہاتھ رکھ کر آرام لیں گے (اسی وجہ سے نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔) (اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔)

نمازی کا نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف کرنے کا حکم

12/1537- معقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو (نماز کی حالت میں) سجدہ کے مقام سے کنکریاں صاف کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو ایک بار صاف

کر لو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے بلا ضرورت کنکریوں کا صاف کرنا مطلقاً مکروہ ہے اور ضرورت کی حالت میں ایک مرتبہ صاف کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے ضرورت دفع ہو جائے گی اور اس کے بعد دوبارہ ایسا کرنا فضول ہوگا۔ (شرح نقایہ، اعلاء السنن۔)

نمازی کا نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف کرنے کے حکم پر

دوسری حدیث

13/1538- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرے تو وہ (نماز کی حالت میں) اپنے سجدہ کرنے کی جگہ کے کنکریاں صاف نہ کرے کیونکہ رحمت سامنے سے نازل ہوتی ہے (اور سجدہ کی جگہ پر رہتی ہے پس نمازی کو چاہئے کہ کنکریاں ہٹا کر رحمت میں تغیر نہ کرے۔) (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

عمل قلیل اور عمل کثیر کا بیان

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ بحالت نماز بلا ضرورت سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف نہ کرے اس لئے کہ نماز کی حالت میں ہر عمل قلیل بلا عذر مکروہ ہے، اس لئے معلوم کرنا چاہئے کہ عمل قلیل کیا ہے اور عمل کثیر کیا ہے؟ عمل کثیر یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کو دور سے دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے، جیسے نماز کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے عمامہ باندھنا وغیرہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، البتہ بحالت نماز ایسا عمل کثیر جو اعمال نماز سے ہو جیسے ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرنا، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ اعمال نماز سے ہے، اسی طرح ایسے عمل کثیر سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی جو اصلاح نماز کے لئے ہو، جیسے نماز کی حالت میں وضوء ٹوٹ جانے سے وضوء کرنے کے لئے چلنا اگرچہ کہ یہ بھی عمل کثیر ہے مگر اصلاح نماز کے لئے ہے اس لئے اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اور عملِ قلیل یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کے متعلق دور سے دیکھنے والے کو شک ہو کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں، جیسے نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے ایک ہاتھ سے کنکریاں صاف کرنا اگر بلا ضرورت کنکریاں صاف کی جائیں تو نماز مکروہ ہوگی البتہ ضرورت پر صرف ایک بار کنکریاں صاف کی جاسکتی ہیں۔ (رد المحتار، اعلیٰ السنن۔)

نماز میں ضرورت سے عملِ قلیل جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ

14/1539- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتا تھا (اور سخت گرمی کی وجہ سے) مٹھی بھر کنکریاں ایک ہاتھ میں لے لیا کرتا کہ وہ میری ہتھیلی میں ٹھنڈی ہو جائیں اور سجدہ کے وقت پیشانی رکھنے کی جگہ ان کو رکھ دیا کرتا تھا کہ میں ان پر سجدہ کر سکوں۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)
ف: شیخ سنڈھی نے شرح نسائی میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں عذر کی وجہ سے عملِ قلیل جائز ہے۔

نماز میں ضرورت سے عملِ قلیل جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ، اس پر دوسری حدیث

15/1540- ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور امامت فرما رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی امامہ بنت ابی العاص (جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لطن سے ہیں) حضور کے دوش مبارک پر سوار تھیں، اور جب حضور علیہ السلام رکوع کرتے تو ان کو اُتار دیتے اور سجدہ سے اٹھتے تو ان کو پھر اٹھالیتے۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے مگر بخاری میں امامت کرنے کا ذکر نہیں ہے۔)

ف: التعلیق المجدد میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں ہے جو قواعد شرع

شریف کے خلاف ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بچوں کے جسم اور ان کے کپڑے، جب تک نجاست کا یقین نہ ہو پاک ہی سمجھے جائیں گے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچی کو اٹھانا طہارت کی شرط کے خلاف نہ ہوگا اسی طرح نماز کے اندر عمل قلیل ایک ہی رکن میں تین مرتبہ نہ کیا جائے بلکہ متفرق ارکان میں متفرق طور پر کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ایسا ہی متفرق ارکان میں متفرق طور پر ہوا ہے اس لئے مفسد نماز نہیں۔ یہ شرح الزرقانی میں مذکور ہے اور رد المحتار میں بھی اسی طرح حلیہ سے منقول ہے اور عمدۃ القاری میں بدائع کے حوالے سے مذکور ہے کہ ہم میں سے کسی کے لئے بھی ضرورت کے وقت ایسا عمل قلیل مکروہ نہیں البتہ بلا ضرورت نماز میں عمل قلیل مکروہ ہوگا۔

نماز میں ضرورت سے عمل قلیل جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ، اس پر تیسری حدیث

16/1541- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گزشتہ رات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ایک جن (جوان کی قید میں تھا قید سے چھوٹ کر آیا) اور میری نماز توڑوانا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو عطا فرمایا تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ (صبح) تم سب اس کو دیکھ لیں (اور معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی قدرت دی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو دی تھی) لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ مقبول دعاء یاد آگئی ”رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ مَّ بَعْدِيْ“ (سورہ ص: 35) (الہی مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو) اس لئے میں اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے ”فَاَخَذْتُهُ“ (میں نے اس جن کو پکڑ لیا) پکڑنا عمل قلیل ہے جو

ضرورت سے تھا اس لئے یہ عمل قلیل مفسد نماز نہیں۔ (عمدۃ القاری۔)

اور مرقات میں ہے کہ ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث شریف اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جنات کا جسم نجس نہیں ہے اس لئے جنات کو نماز کی حالت میں پکڑنا طہارت کی شرط کے خلاف نہ ہوگا، اس لئے اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی۔ ابن الملک نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حالت نماز میں اگر نمازی کے دل میں ایسے افعال کا وسوسہ پیدا ہو جو افعال نماز سے نہ ہوں تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز میں سانپ اور بچھو کے مارنے کا حکم اور اس کی تفصیل

17/1542- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں دو سیاہ چیزوں کو مار ڈالو (ایک سانپ اور (دوسرے) بچھو۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں سانپ اور بچھو کو نماز کی حالت میں مارنے کا جو حکم ہوا ہے وہ مطلق حکم ہے اور اس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے اس لئے ان کے مارنے میں ایک ضرب سے کام لیا جائے یا متعدد ضربات سے نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ کہ یہ عمل کثیر ہے، ایسا ہی ان کے مارنے میں تین یا تین سے زائد قدم چلنا پڑے تو اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی، اگرچہ کہ یہ بھی عمل کثیر ہے، ایسا (قبلہ سے سینہ پلٹ جانے پر نماز کے فاسد نہ ہونے کا یہ مسئلہ فتح اللہ المعین علی شرح ملاسکین، الکفر، نور الایضاح، مراقی الفلاح اور حاشیہ طحاوی سے ماخوذ ہے۔) ہی ان کے مارنے میں سینہ قبلہ سے پلٹ جائے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ کہ یہ عمل بھی مفسد نماز ہے اس لئے کہ یہ سب عمل کثیر اصلاح نماز کے لئے کئے جارہے ہیں، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو ضرر کے اندیشہ سے دل بٹ جائے گا اور اطمینان و جمعیت باقی نہیں رہے گی اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے اصلاح نماز کے لئے عمل کثیر کر کے وضوء کرنے کی غرض سے چلنے کی اجازت ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ نماز کی حالت میں سانپ اور بچھو کو مارنے سے متعلق دو حکم ہیں، ایک مستحب

اور دوسرے واجب، اگر خود نمازی کو ان سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کو مارنا مستحب ہوگا، برخلاف اس کے اگر خود نمازی کو ان سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ان کو مارنا واجب ہوگا اور اگر ان کے ضرر کے اندیشہ سے نماز توڑ دی جائے تو بھی درست ہے، اگر نماز توڑے بغیر ان کو مار ڈالا جائے تو ان کے مارنے کے لئے نماز جہاں سے چھوڑی گئی تھی پھر وہیں سے شروع کی جائے، نئے سرے سے پھر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(در مختار، رد المحتار، ہدایہ، فتح القدیر، عنایۃ، عمدۃ الرعاۃ، اعلیٰ السنن، فتح اللہ المعین علی شرح ملا مسکین، الکفر، مراقی الفلاح، شرح نور الایضاح بر حاشیہ طحاوی۔)

نماز میں عمل قلیل کا جواز اور بحالت نماز مشی یعنی چلنے کے احکام کی تفصیل

18/1543- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کا دروازہ بند تھا میں دروازہ کھلوائی تو حضور علیہ السلام چل کر میرے لئے دروازہ کھول دیئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اٹے قدم) اپنی جگہ لوٹ آئے اور مجھے یاد ہے کہ حجرہ مبارک کا دروازہ قبلہ رخ تھا۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف (1): اس حدیث شریف میں تین چیزیں قابل غور ہیں: (1) ایک یہ کہ دروازہ کھولنا، (2) دوسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے لئے چلنا اور (3) تیسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے بعد پھر اپنی جگہ پرواپس ہونا، دروازہ کھولنے کے بارے میں بحر رائق میں لکھا ہے کہ دروازہ کا بند کرنا تو عمل کثیر ہے لیکن دروازہ کا کھولنا عمل کثیر نہیں بلکہ یہ عمل قلیل ہے، اس لئے یہاں جو دروازہ کھولا گیا ہے عمل قلیل ہونے سے مفسد نماز نہیں ہوا۔

دوسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے لئے چلنا، تو اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حجرہ مبارک اس قدر تنگ تھا کہ دروازہ کھولنے کے لئے ایک یا دو قدم سے زیادہ چلنے کی گنجائش ہی نہ تھی، اس لئے حدیث شریف میں دروازہ کھولنے کے لئے چلنے کا جو ذکر ہے وہ ایک یا دو قدم چلنے کی وجہ سے

عمل کثیر نہیں ہوگا بلکہ عمل قلیل ہی ہے، اس لئے یہ بھی مفسد نماز نہیں ہوا۔

تیسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے بعد اپنی جگہ پر واپس ہونا، تو اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ دروازہ کھولنے کے لئے آگے چلنا اور پھر واپس ہونا عمل کثیر تو ہے مگر اس لئے مفسد نماز نہیں کہ یہ چلنا اور واپس ہونا پے درپے نہیں تھا، اس لئے کہ دروازہ کھولنے میں ایک رکن کی ادائی کے مقدار وقت صرف ہونے کے بعد واپسی ہوئی اور نماز میں ایک رکن کی مقدار ٹھہر کر چلنا پے درپے نہ ہونے سے مفسد نماز نہیں ہوتا ہے جیسا کہ رد المحتار میں لکھا ہے کہ نماز کی حالت میں بقدر ایک مصلیٰ (یعنی قدم سے لے کر سجدہ کی جگہ) قبلہ رخ ایک یا دو قدم میں چل کر ایک رکن کی ادائی کی مقدار ٹھہرنے کے بعد پھر اتنا ہی چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، چونکہ اس حدیث شریف میں بھی ایسا ہی ہوا ہے اس لئے یہ عمل بھی مفسد نماز نہیں ہوا۔

بحالتِ نمازِ مشی یعنی چلنے کے احکام کی تفصیل

ف (2): حلیہ کی فصل مکروہات میں مذکور ہے کہ نماز کی حالت میں مشی یعنی چلنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ نمازی نماز میں بلا عذر چلے اور دوسرے یہ کہ نمازی کا نماز میں چلنا کسی عذر کی وجہ سے ہو، نماز میں بلا عذر چلنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ چلنا کثیر ہو، اور پے درپے ہو تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ کہ نمازی قبلہ رخ ہی کیوں نہ چلے، دوسرے یہ چلنا کثیر ہو لیکن پے درپے نہ ہو، بلکہ کئی رکعتوں میں متفرق طور پر چلا ہو تو اس صورت میں اگر نمازی کا سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نمازی کا سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پلٹے تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی، اگر نمازی نے نماز میں بلا عذر مشی قلیل کی اور اس کا سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹ جائے تو مشی قلیل ہونے کے باوجود بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پلٹا ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔

واضح ہو کہ مذکورہ صورتیں نماز میں بلا عذر چلنے کی تھیں اب نماز میں عذر کے ساتھ چلنے کی

صورتیں ملاحظہ ہوں۔

اگر نماز کی حالت میں مشی عذر کی وجہ سے ہو جیسے نماز میں وضوء ٹوٹنے کی صورت میں وضوء

کرنے کی خاطر چلا ہو یا صلاۃ خوف یعنی جہاد میں جو نماز ادا کی جاتی ہے اس میں چلنے کی نوبت آئی ہو یا نماز کی حالت میں (سانپ اور بچھو کو مارنے کے لئے چلنے کی ضرورت ہوئی ہو تو ان صورتوں میں نماز میں چلنے سے نماز نہ تو فاسد ہوگی اور نہ مکروہ ہوگی، خواہ مشی قلیل ہو یا کثیر ہو، اور چلنے میں سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹا ہو یا نہ ہو، ان مذکورہ صورتوں میں یعنی صلاۃ خوف یا نمازی کا حادث کے بعد وضوء کے لئے مشی کرنا یا سانپ اور بچھو کو مارنے کے لئے نماز میں چلنا ان کے علاوہ اگر کسی اور عذر کے بناء پر نمازی نے مشی قلیل کی ہو یا مشی کثیر جس میں اس نے اپنا سینہ قبلہ کی جانب سے پلٹ دیا ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، اگر نماز کی حالت میں عذر کی وجہ مشی قلیل کی ہو تو اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ، بشرطیکہ چلنے میں نمازی کا سینہ قبلہ کی جانب سے نہ پلٹا ہو، اگر نماز میں عذر کی وجہ سے مشی کثیر ہو اور پے در پے ہو تو یہ مشی نماز کو فاسد کر دے گی اور اگر مشی کثیر ہو لیکن پے در پے اور متواتر نہ ہو تو ایسی مشی کے مفسد نماز ہونے یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی نے نماز میں مشی کثیر کی ہو، جو پے در پے نہ ہو تو وہ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ تو اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے بشرطیکہ یہ مشی مطلق عذر کی بناء پر کی گئی ہو۔

بحالت نماز اور خارج نماز جمائی کو روکنے کے احکام کی تفصیل

19/1544- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکے اس لئے کہ شیطان منہ میں گھس جانا چاہتا ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔) اور بخاری کی ایک روایت میں:

20/1545- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکے اور (آواز سے) ہاء نہ کہے کیونکہ آواز ہاء کہنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے (اور نمازی جب جمائی کے وقت آواز سے ہاء کہتا ہے تو) شیطان اس پر ہنستا ہے (اس لئے کہ آواز سے ہاء کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی

ہے۔ (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔) اور شیطان کا مقصد یہی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے، اس لئے جہاں تک ہو سکے شیطان کی مزاحمت اور مدافعت کی جائے اور کوشش کی جائے کہ شیطان اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے پائے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نمازی کو نماز میں جب جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنا چاہئے واضح ہو کہ جمائی کو روکنے کے کئی تدبیریں ہیں، ایک تدبیر یہ ہے کہ جمائی کے وقت یہ خیال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تو اس خیال سے جمائی رک جاتی ہے، خلاصہ میں لکھا ہے کہ دانتوں سے ہونٹ کو دبا کر بھی جمائی کو روکنا چاہئے اور محتبیٰ میں مذکور ہے کہ نماز میں اگر بحالت قیام جمائی آجائے تو سیدھے ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ کر جمائی کو روکے اور قیام کے سوا نماز کے کسی اور رکن میں جمائی آجائے تو بائیں ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ کر جمائی کو روکنا چاہئے اور خارج نماز جمائی آنے کی صورت میں جمائی کو روکنے کی جو صورتیں اوپر بیان کی گئی ہیں ان سب کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ (یہ پورا مضمون ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔)

بحالت نماز جمائی کو روکنے کے حکم پر دوسری حدیث

21/1546- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں جمائی کا آنا شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

22/1547- اور ترمذی کی دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ لے اور ترمذی کی دوسری روایت کے الفاظ ابن ماجہ سے بھی مروی ہیں۔

مکروہات یا مفسدات نماز میں یہ چھ چیزیں بھی داخل ہیں

23/1548- عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے اپنے مرفوعاً

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قئے اور نکسیر یہ سب شیطان کی طرف سے ہیں۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)
 ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قئے اور نکسیر شیطان کی طرف سے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ تمام چیزیں جب نماز میں واقع ہوں تو شیطان کی خوشی کا سبب ہوتی ہیں اول الذکر تین چیزوں یعنی چھینک، اونگھ اور جمائی سے تو نماز مکروہ ہوتی ہے اور آخر الذکر تین چیزوں یعنی حیض، قئے اور نکسیر سے تو نماز فاسد ہی ہو جاتی ہے۔

اس حدیث شریف میں دوسری اور چیزوں کے ساتھ نماز میں چھینک آنے کو جو شیطان کی طرف سے ہونا ارشاد ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی حالت میں چھینک آنے سے توجہ الی اللہ، حضور قلب اور استغراق میں فرق پیدا ہو جاتا ہے ورنہ خارج نماز تو چھینک پسندیدہ ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَطَاسَ“ (اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے۔)
 خلاصہ بحث یہ ہے کہ چھینک خارج نماز مطلقاً محبوب ہے اور داخل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ (مرقات، اشعة اللمعات۔)

نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کا حکم

24/1549- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں (گردن موڑ کر) دائیں بائیں دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان کی جھپٹ ہے کہ شیطان بندہ کی نماز کے کچھ حصہ کو لے بھاگتا ہے۔ (اسی لئے نماز میں گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار
 (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کے حکم پر دوسری حدیث

25/1550- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کوئی بندہ نماز میں (گردن موڑ کر) ادھر ادھر نہ دیکھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہ کر نظر رحمت فرماتے رہتے ہیں اور جب وہ نماز میں گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے (نظر عنایت و رحمت) پھیر لیتے ہیں کہ جس سے ثواب کم ہو جاتا ہے۔ (اس لئے یہ عمل مکروہ تحریمی ہے۔) (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کے حکم پر تیسری حدیث

26/1551- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا نماز میں (خواہ نفل ہو یا فرض گردن موڑ کر ہرگز ادھر ادھر نہ دیکھا کرو! کیونکہ (نماز میں گردن موڑ کر) ادھر ادھر دیکھنا نماز کی تباہی کا سبب ہے اگر ایسا ہی کرنا ہے تو نفل نماز میں کر لیا کرو (کہ ایسا کرنے سے نفل نماز ہی خراب ہوگی) مگر فرض میں ہرگز ایسا نہ کرو۔ (کہ فرض اصل نماز ہے اور فرض میں ایسا کرنے سے اصل نماز ہی تباہ ہو جائے گی۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز میں دیکھنے کے اقسام اور ان کے احکام

27/1552- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (کبھی) کن آنکھوں سے دائیں اور بائیں طرف دیکھ لیا کرتے تھے (اس لئے نماز میں کبھی کن آنکھوں سے دیکھنا مباح ہے لیکن اس کی عادت ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے۔) (جیسا کہ درمختار، زیلعی، شرح ملتقی، الباقانی اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) گردن موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھتے تھے (اس لئے کہ ایسا کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور اگر نماز میں سینہ پلٹا کر ادھر ادھر دیکھیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔)

(جیسا کہ درمختار اور رد المحتار میں مذکور ہے۔) (اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

28/1553- عمدۃ القاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے سجدے کی جگہ کے علاوہ کہیں نہیں دیکھتے تھے۔

بحالت نماز اور خارج نماز آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے تفصیلی احکام

29/1554- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید کے ساتھ فرمایا کہ لوگوں کو نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آ جانا چاہئے ورنہ خوف ہے۔ (کہ ان کی نظریں چھین لی جائیں گی۔)
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں کہا ہے کہ نماز کی ہر حالت میں اور بالخصوص دعاء کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دعاء کے وقت نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھانا مکروہ ہے، البتہ خارج نماز دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کے بارے میں اختلاف ہے، قاضی شریح اور ایک جماعت نے خارج نماز بھی دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن اکثر علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ جس طرح کعبۃ اللہ قبلہ نماز ہے، اسی طرح آسمان قبلہ دعاء ہے۔

بحالت نماز نمازی اپنی نگاہ کہاں رکھے؟

30/1555- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! تم نماز میں اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر جمائے رکھو۔
(اس کی روایت بیہقی نے سنن کبیر میں کی ہے۔)

31/1556- اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ (قعدہ کے وقت گود پر) جو مقام اشارہ ہے رہا کرتی تھی اور اس سے متجاوز نہیں ہوتی تھی۔

(ابوداؤد کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کی نگاہ قعدہ کی حالت میں گود پر رہنی

چاہئے۔)

بحالت نماز اور بعد نماز پیشانی پر سے مٹی پوچھنے کے احکام

32/1557- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے (ایک مرتبہ) ہمارے ایک غلام کو جن کا نام ایلح تھا ہر سجدہ کے وقت (زمین پر) پھونک مارتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے ایلح اپنے چہرہ کو خاک لگنے دو۔

(کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے نہایت عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف (1): شرح النقایہ میں کہا ہے کہ نماز کی حالت میں پیشانی پر سے مٹی کو پوچھنا مکروہ ہے،

البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی پر سے مٹی کو پوچھنا مکروہ نہیں بلکہ عبادت کو چھپانے کی خاطر ریاکاری و شہرت سے بچنے کے لئے پیشانی کی مٹی کو بعد نماز کے پوچھ لینا مستحب ہے۔

نماز میں پھونک مارنے کے احکام

ف (2): عرف شندی میں بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نماز میں پھونک مارنے کے بارے میں

مذہب حنفی میں دو قول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ نماز میں آواز کے ساتھ پھونک مارنے سے نماز فاسد

ہو جاتی ہے ورنہ نہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز میں اس طرح پھونک ماری جائے جس سے حروف ظاہر

ہوتے ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، اور صاحب بحر نے اسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔

نماز میں رونے کے احکام اور ان کی تفصیل

33/1558- مطرف بن عبداللہ بن ثخیر رضی اللہ عنہما اپنے والد عبداللہ ابن ثخیر سے روایت

کرتے ہیں کہ ان کے والد عبداللہ بن ثخیر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس

میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے ہیں اور رونادبانے کی وجہ سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک سے ایسی آوازیں آرہی ہیں جیسے دیگ کے اندر سے دیگ کے جوش مارتے وقت آوازیں آیا کرتی ہیں۔

34/1559- اور دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن شخیر نے کہا میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونادبانے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی کے چلتے وقت چکی کی آواز آیا کرتی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی روایت امام احمد نے کی ہے اور نسائی نے بھی پہلی حدیث کی روایت کی ہے اور ابوداؤد نے بھی دوسری حدیث کی روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ نماز میں دھیمی آواز سے رونایا بڑی آواز سے رونا اگر یہ آخرت کے خیال سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور امید کی وجہ سے نہ ہوں بلکہ کسی درد یا دنیوی مصیبت کی وجہ سے ہوں تو ان سے نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ اس سے افسوس اور بے قراری کا اظہار ہوتا ہے اور یہ فعل حقیقت میں شکایت ہے کہ گویا نمازی کہہ رہا ہے کہ میری مدد کر اور نماز میں ایسا کہنا نماز کے اندر کلام ہوا، اور کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس کے برخلاف نماز میں دھیمی آواز سے رونایا بڑی آواز سے رونا آخرت کے خیال سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف یا امید کی وجہ سے ہو تو یہ حقیقت میں دعاء اور ثناء ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (شرح نقایہ، مرقات۔)

نماز میں وضوء ٹوٹنے کے احکام اور بناء کا جواز

35/1560- ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نماز میں (منہ بھر کر) قئے آئے یا تکیسیر پھوٹ پڑے (یا منہ بھر کر) اچھال ہو یعنی وہ قئے جو منہ میں آکر پلٹ جائے یا ندی آوے تو اس کو چاہئے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور وضوء کر کے اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے (یعنی جس رکن میں حدیث ہوا تھا،

اسی رکن سے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کر لے، اس لئے از سر نو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے) بشرطیکہ وہ وضوء کے لئے آنے اور جانے میں کوئی کلام نہ کرے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

36/1561- اور عبدالرزاق، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح موقوفاً روایت کی ہے۔

37/1562- دارقطنی نے اس حدیث کی روایت مرسلہ بھی کی ہے۔

صحابہ اور تابعین سے بھی بناء کا جواز ثابت ہے

ف (1): اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضوء کر کے پہلی نماز پر بناء کرنا جائز ہے، واضح ہو کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ اور تابعین کا اجماع ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں صحابہ میں سے حضرت علی بن ابی طالب، ابوبکر صدیق، سلمان فارسی، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے اور تابعین میں سے حضرت علقمہ، طاؤس، سالم بن عبداللہ، سعید بن جبیر، شعبی، ابراہیم نخعی، عطاء مکحول اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم اجمعین سے بناء کرنے کے ثبوت پر متعدد روایتیں کی ہیں، اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے کہ بناء کرنے کے اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کیونکہ بناء کا جواز حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، انس اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے نیز فقہاء و تابعین میں سے حضرات اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، حسن بصری، سفیان ثوری اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہم بھی جواز بناء کے قائل ہیں۔ (بنایہ یعنی عینی ہدایہ۔)

نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے بناء کرنے کے تفصیلی احکام

ف (2): واضح ہو کہ نماز میں حدث ہونے کی دو صورتیں ہیں (1) اختیاری (2) غیر اختیاری، اختیاری حدث اس حدث کو کہتے ہیں کہ جس کے واقع ہونے میں بندے کے اختیار کو دخل ہو، مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن پر کوئی ضرب لگا کر خون نکالے یا عمداً خراج ریح کرے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی، حدث غیر اختیاری اس حدث کو کہتے ہیں جس میں نمازی

کے ارادے کے بغیر خود بخود حدث واقع ہو جیسے ریح، پیشاب، پاخانہ، مذی وغیرہ کا خود بخود نکلنا تو اس صورت میں مصلیٰ کو چاہئے کہ وہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ کر وضوء کے لئے چلا جائے اگر بقدر ادائی ایک رکن بلا عذر ٹھہرا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بناء صحیح نہ ہوگی اور بناء صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے اور اسی طرح کسی رکن کو چلنے کی حالت میں بھی ادا نہ کرے اور وضوء کرنے اور وضوء کے لئے جانے کے دوران میں کوئی ایسا فعل نہ کرے جو نماز کے منافی ہو یا وضوء کے ضروریات سے نہ ہو اور وضوء کے بعد اپنی نماز کو جس رکن پر چھوڑا تھا اسی رکن سے شروع کرے اور اس رکن کا اعتبار نہ کرے جس میں حدث ہوا ہے۔

اگر نمازی منفرد ہے تو بعد وضوء کے جہاں وضوء کیا ہے وہیں قریب میں نماز پڑھ سکتا ہو تو وہیں نماز پوری کر لے اور یہی افضل ہے اور چاہے تو پہلے جہاں نماز پڑھ رہا تھا وہاں جا کر نماز پوری کرے یہ بھی درست ہے۔

اگر نمازی جس کو حدث لاحق ہوا ہو وہ مقتدی ہے تو اس کا حکم اس مدرک کے حکم کی طرح ہے جو ابتداء نماز سے شریک جماعت رہا ہو، اس لئے ایسا مقتدی وضوء کے بعد جب اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرنا چاہے تو وہ چونکہ مدرک کی طرح ہے اور چونکہ مدرک امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس لئے یہ مقتدی بھی قرأت پڑھنے کے موقع پر نہ الحمد پڑھے اور نہ سورہ ضم کرے بلکہ الحمد اور ضم سورہ کی مقدار خاموش قیام کر کے رکوع میں چلا جائے مقتدی کے لئے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو، اور جماعت ختم ہو چکی ہے اور اگر امام ابھی نماز پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ جماعت میں شریک ہو کر امام کے سلام پھیرنے تک امام کے ساتھ نماز ادا کرے اور امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی مذکورہ بالا طریقہ پر اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور اگر امام کو نماز میں حدث لاحق ہو تو امام کو چاہئے کہ وہ مقتدیوں میں سے جس کو اہل سمجھتا ہے اشارہ کر کے خلیفہ بنائے اور خود وضوء کرنے کے لئے فوراً چلا جائے اور وضوء کے بعد اگر جماعت کو پالے تو یہ مقتدی بن کر جماعت میں شریک ہو جائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اوپر بتائے ہوئے طریقہ پر اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کر لے۔

(شرح المنیہ، در مختار، رد المحتار، ہدایہ، عالمگیری۔)

نماز میں وضوء ٹوٹنے کے احکام اور بناء کے جواز پر دوسری حدیث

38/1563- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ جس کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا اس کا وضوء ٹوٹ جائے (تو اس کو کیا کرنا چاہئے) آپ نے فرمایا کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور وضوء کر لے (اور وضوء کے لئے آنے جانے میں) ذکر اللہ کے سوا کوئی کلام نہ کرے (اور وہ وضوء کے بعد جب) اپنی جگہ واپس آجائے تو اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کر لے اور جو کچھ نماز وضوء ٹوٹنے کے قبل ادا کی تھی اس کو شمار میں رکھے (اور یہ سمجھے کہ جو نماز پڑھ چکا ہے وہ ادا ہو چکی ہے اور باقی ماندہ نماز کی تکمیل اسی رکن سے کرے جس رکن پر حدیث ہوا ہے اور اگر وضوء کے لئے آنے جانے میں) بات کر لی تو از سر نو نماز کا اعادہ کرے۔ (اور جو نماز پڑھ چکا تھا اس کا اعتبار نہ کرے۔) (اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔)

39/1564- اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا منہ بھر کر) قئے آئے تو اس کو چاہئے کہ جا کر وضوء کرے اور بات نہ کرے اور (اگر چاہے تو بعد وضوء کے) اپنی کچھلی نماز پر بناء کرے۔ اس سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

نماز میں وضوء ٹوٹنے پر از سر نو نماز پڑھنے کے شرائط

40/1565- طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں (عمداً) ریح خارج ہو جائے تو اس پر وضوء کر کے از سر نو شروع سے نماز پڑھنا واجب ہے، اگر بغیر ارادے کے خود بخود ریح نکلے تو اس کو وضوء کر کے از سر نو نماز پڑھنا مستحب ہے اور جس قدر نماز پڑھ لیا ہے اس پر بناء کرنا بھی جائز ہے۔

(اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی کسی قدر زیادتی اور کمی کے ساتھ اس کی)

(روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث کے ترجمہ میں جو قیود مذکور ہیں، مرقات سے ماخوذ ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ اوپر کی حدیثیں جن میں حدث ہونے پر نماز کے بناء کا حکم ہے، اور یہ حدث جس میں حدث ہونے پر نماز کو شروع سے لوٹانے کا حکم ہے، تطبیق ہو جائے اور وہ اس طرح کہ اوپر کی حدیثیں جن میں نماز کے بناء کا حکم ہے ان کو غیر اختیاری حدث سے متعلق کیا جائے اور اس حدیث کو جس میں نماز کے لوٹانے کا حکم ہے، حدث اختیاری اور غیر اختیاری دونوں سے متعلق کیا جائے۔ اس حدیث کو دونوں صورتوں یعنی اختیاری اور غیر اختیاری حدث سے اس طرح متعلق کیا جائے گا کہ اگر حدث اختیاری ہو تو نماز کو لوٹانا واجب ہے اور اگر حدث غیر اختیاری ہے تو نماز کا لوٹانا مستحب یعنی افضل ہے۔ (یہ مضمون کچھ زیادتی کے ساتھ مرقات سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں امام کا وضوء ٹوٹنے پر کسی کو خلیفہ بنائے بغیر وضوء کے لئے جانے کا بیان

41/1566- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں کسی ایک نماز کو تکبیر تحریمہ کہہ کر شروع فرمائے (پھر حدث ہونے پر) اپنے دست مبارک سے صحابہ کو اشارہ فرمایا (جس کا مفہوم یہ تھا کہ ٹھیرے رہو) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ سے چلے گئے پھر (وضوء فرما کر) ایسی حالت میں واپس ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد مبارک پر پانی کا اثر تھا پھر آپ نے (بناء کر کے) نماز پڑھائی۔ (یعنی تکبیر تحریمہ کہے بغیر جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے نماز شروع فرما کر نماز کی تکمیل فرمائی۔) اس کی روایت امام محمد نے مؤطاء میں کی ہے۔

ف (1) امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی حدیث سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ جس کسی کا وضوء نماز کی حالت میں ٹوٹ جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور بات نہ کرے اور وضوء کر کے جو کچھ نماز پہلے پڑھ چکا ہے اسی پر بناء کر کے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور افضل یہ ہے کہ بات کر لے اور وضوء کر کے نماز کو از سر نو شروع سے پڑھے۔

ف (2) ردالمحتار میں لکھا ہے کہ امام کو نماز میں حدث ہو جائے اور پانی مسجد میں موجود ہو تو وہ نمازیوں کو اشارہ سے ٹھیرا کر کسی کو خلیفہ بنائے بغیر نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضوء کرے اور واپس آ کر بناء کر کے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور اگر پانی مسجد میں موجود نہ ہو تو امام کسی کو خلیفہ بنا کر خود وضوء کے لئے چلا جائے لیکن امام کے لئے خواہ پانی مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو نماز میں حدث ہونے پر ہر حالت میں وضوء کے لئے جانے کے واسطے کسی کو خلیفہ بنالینا افضل ہے۔

نماز میں وضوء ٹوٹنے پر وضوء کو جانے کے لئے شرمندگی دور کرنے کا طریقہ

42/1567- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی نماز پڑھے اور نماز میں اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو وہ اپنی ناک پکڑ لے (تاکہ لوگوں کو خیال ہو کہ اسے نکسیر آئی ورنہ ممکن ہے کہ وہ شرم کی وجہ سے وضوء ہی نہ کرے اور بلا وضوء ہی نماز پڑھے) پھر نماز کی جگہ سے ہٹ جائے۔ (اور وضوء کر کے بنا کرے۔) (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز میں امام کا وضوء ٹوٹنے پر خلیفہ بنانے کا طریقہ

43/1568- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے لوگوں کی امامت کی اور اپنے پیٹ میں تکلیف کا احساس کیا یا قئے کی آمد کا احساس ہو یا نکسیر کے چھوٹ جانے کا یقین ہوا تو اپنی ناک پر کپڑا رکھ لے اور مقتدیوں میں سے کسی کے ہاتھ کو پکڑ لے اور اس کو آگے بڑھاوے۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

ف: عمدة الرعاية میں بنایہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام کو مقتدیوں میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آئے تو مقتدی کو اپنی جگہ لے جانے کے لئے بات کہے بغیر اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچے یا ہاتھ سے اشارہ کرے اور اشارہ سے ہی اس کو اپنی باقی ماندہ نماز کی اطلاع کرے اور اگر خلیفہ بناتے وقت بات کر لی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد عمداً حدث کرنے والے کے لئے حکم

44/1569- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اخیر نماز میں قعدہ اخیرہ (بمقدار تشہد بیٹھنے کے بعد) سلام پھیرنے سے قبل عمداً وضوء توڑ دے تو اس کی نماز ہوگئی (اس واسطے کہ اپنے فعل سے نماز سے باہر آنا فرض ہے، اور یہاں مصلیٰ عمداً حدث کر کے اپنے فعل سے باہر ہو گیا ہے اور اس کے ذمہ کوئی فرض و واجب باقی نہ رہا اس لئے اس کی نماز ہوگئی۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

باب السَّهْو (20/39)

(یہ باب اس بیان میں ہے کہ اگر نماز میں سہو ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟)

نماز میں جس کسی کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے
1/1570- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا
 جس کو یہ یاد نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار (اور یہ شک اس کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ ہوا اور
 ایسے شک کی اس کو عادت نہیں) تو وہ (بات کر کے یا سلام پھیر کر) نماز توڑ دے اور پھر از سر نو نماز
 شروع سے پڑھے تاکہ اس کی نماز شک سے نہ ہو بلکہ یاد سے ہو۔

(اس حدیث کا ترجمہ ہدایہ، بنایہ، رد المحتار، مؤطاء، امام محمد، تعلیق مجد، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایۃ
 اور اعلیٰ السنن ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔)

2/1571- اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ہی اپنی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما
 سے ہی اس طرح روایت کی ہے کہ ابن عمر نے فرمایا میرا بھی ایسا ہی واقعہ ہوا ہے کہ (جب عمر بھر میں
 پہلی بار مجھ کو نماز میں شک ہوا کہ) میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، تو میں نے نماز توڑ کر از سر نو شروع
 سے نماز پڑھی ہے۔ (اس حدیث کا ترجمہ عمدۃ الرعایۃ سے ماخوذ ہے۔)

3/1572- اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں بھی ابن جبیر، شعبی اور شریح رضی اللہ
 عنہم سے اسی طرح روایت ہے کہ کسی کو عمر بھر میں پہلی بار نماز میں شک ہوا ہو تو وہ نماز توڑ کر شروع
 سے نماز پڑھے۔

نماز میں جس کسی کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

ایسا ہی ایک سے زیادہ مرتبہ شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

4/1573- طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب تم نے نماز پڑھی اور تم

کو (نماز میں عمر بھر میں پہلی مرتبہ) شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو نماز توڑ کر از سر نو شروع سے نماز

پڑھو، اگر دوبارہ ایسا ہی شک ہو کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں تو اب نہ تو نماز توڑو اور نہ از سر نو نماز پڑھو۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

5/1574- اور امام مالک نے عطاء سے اسی طرح روایت کی ہے۔

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے گمان غالب پر

عمل کرنا چاہئے

6/1575- بخاری اور ابوداؤد کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز کی (تعداد رکعات میں) شک ہوا

کرے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو اس کو چاہئے کہ تحری کرے یعنی سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے

اور تحری کے بعد جو ٹھیک بات معلوم ہو اس لحاظ سے اپنی نماز پوری کرے اور سلام کے بعد سہو کے دو

سجدے کرے۔

ف: واضح ہو کہ بخاری اور ابوداؤد کی اس روایت میں نماز میں شک واقع ہونے سے تحری کر کے

گمان غالب پر عمل کرنے کا جو حکم ہے، مذہب حنفی بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

ابوداؤد کا بھی اس بارے میں یہی قول ہے، اسی وجہ سے ابوداؤد نے جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے ”بَابُ

مَنْ قَالَ يَتِمُّ عَلَيَّ الْكَبْرِ طَنَّهُ“ یعنی جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ اپنے گمان غالب پر عمل کرے۔

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی

گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث

7/1576- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز کی تعداد اور رکعات میں شک ہوا کرے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تحری کر کے گمان غالب معلوم کرے اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو (وہ تیسری رکعت کے رکوع اور دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے اس تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے، اس لئے کہ چوتھی رکعت کا قعدہ فرض ہے) اس کے بعد کھڑا ہو کر چوتھی رکعت ادا کرے اور چوتھی رکعت کے بعد پھر قعدہ اخیرہ کرے اور اس میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے اور اگر تحری کے بعد اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو وہ قعدہ اخیرہ کے لئے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی

گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے اس پر تیسری حدیث

8/1577- عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابن عمر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو نماز کی تعداد (رکعات کے بارے میں) بھول ہو گئی اور اس کو یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک نے یہی فرمایا کہ وہ شخص تحری کرے یعنی سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے اور تحری کے بعد جو

بات ٹھیک معلوم ہو اسی لحاظ سے اپنی نماز پوری کرے اور سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی

گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے اس پر چوتھی حدیث

9/1578- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو کسی فرض

نماز کی رکعت کے بارے میں بھول ہو گئی ہو اور اس کو یاد نہیں کہ اس نے چار رکعتیں ادا کی ہیں یا تین تو ابراہیم نخعی نے جواب دیا (اگر اس کو یہ شک عمر بھر میں پہلی بار ہوا ہے اور ایسے شک کی اس کو عادت نہیں) تو وہ (بات کر کے یا سلام پھیر کر) نماز توڑ دے اور پھر از سر نو شروع سے نماز پڑھے اور اگر اس کو بھولنے کی عادت ہے تو وہ شخص تحری کر کے گمان غالب معلوم کرے اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اس نے پوری نماز پڑھ لی ہے تو وہ (سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کرے، اور اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں (تو وہ تیسری رکعت کے رکوع اور دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے اس تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے (اس لئے کہ چوتھی رکعت کا قعدہ فرض ہے) اس کے بعد کھڑا ہو کر چوتھی رکعت ادا کرے پھر سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (اس کی روایت امام محمد نے ”الآثار“ میں کی ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف

بھی قائم نہ ہو تو اس کو کمی رکعات پر عمل کرنا چاہئے

10/1579- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کو نماز کی (تعداد رکعات) میں ایسا شک ہو کہ اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہیں ہوتا ہے (مثلاً نہ تو چار رکعت پر جم رہا ہے اور نہ تین پر اور وہ ان دونوں احتمالات میں سے کسی احتمال کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے تو وہ اقل یعنی تین کو اختیار کر کے تین رکعت پر نماز کی بناء کرے اور چونکہ تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت کو ادا کرے، اسی طرح چوتھی پڑھتے وقت اس کو یہ خیال ہوگا کہ وہ چوتھی رکعت پڑھ رہا ہے یا پانچویں اب تک کی رکعت میں شک تھا اب زیادتی رکعت میں شک ہو رہا ہے، اس وقت اگر غلطی ہوگی تو یہی ہوگی کہ نماز زیادہ ہو جائے گی اور عبادات میں زیادتی کا ہونا بہتر ہے کمی ہونے سے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

(اس حدیث کا ترجمہ بنایہ، مرقات اور رد المحتار کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کسی رکعات پر عمل کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث

11/1580- اور ترمذی کی ایک اور روایت میں عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ سے ہی

مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کو نماز کی تعداد رکعات کے بارے میں بھول ہو جائے اور اس کو ایسا شک ہو کہ اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہیں ہو رہا ہے، نہ تو کسی رکعات پر خیال جم رہا ہے اور نہ زیادتی رکعات پر اور ان دونوں احتمالات میں سے کسی احتمال کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے (مثلاً) اس کو یہ یاد نہیں کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اس صورت میں وہ (اقل یعنی) ایک رکعت پر نماز کی بناء کرے (اور چونکہ اس ایک رکعت میں دوسری رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے ایک رکعت کے بعد قعدہ کر کے دوسری رکعت ادا کرے) اور اگر اس کو یہ یاد نہ ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو وہ دو رکعت پر نماز کی بناء کرے (اور دوسری

رکعت کے بعد قعدہ کر کے تیسری رکعت شروع کرے) اور اگر اس کو یہ یاد نہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تین رکعت پر نماز کی بناء کرے (اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت شروع کرے اور سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کرے۔

سجدہ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کا ثبوت

12/1581- عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرنے چاہئے۔ (اس کے بعد پھر تشہد۔) جیسا کہ ترمذی اور دیگر محدثین نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو آگے آرہی ہے۔) درود اور دعاء پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لئے دوبارہ سلام پھیرے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سجدہ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

13/1582- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں شک ہونے کی وجہ سے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

سجدہ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث

14/1583- علقمہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے ادا کئے اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

15/1584- ابن سیرین رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل) حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز کو (بجائے چار رکعت کے سہواً کم کر کے) دو رکعتیں پڑھیں (اور ایک صحابی کے یاد دلانے پر) باقی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ فرمایا، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ فرمایا، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، اس کے بعد آپ نے (نماز سے باہر ہونے کے لئے دوبارہ) سلام پھیرا۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

16/1585- عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے (ایک طویل) حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عصر کی نماز بجائے چار رکعت کے سہواً کم کر کے) تین رکعتیں پڑھائیں (اور ایک صحابی کے یاد دلانے سے) باقی ماندہ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کئے اور اس کے بعد (نماز کے باہر آنے کے لئے دوسرا) سلام پھیرا۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہوتا ہے، اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔

سجدہ سہود و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

17/1586- محمد بن صالح بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ محمد بن صالح نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی تو نماز میں ان سے سہو ہو گیا، اس پر انہوں نے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے (اور ختم نماز پر) ہماری طرف متوجہ ہو کر انس

رضی اللہ عنہ نے فرمایا واضح ہو کہ (سلام پھیر کر میں نے سہو کے دو سجدے کئے ہیں) یہ ایسا عمل ہے جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔)

نماز میں سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنے کا ثبوت

18/1587 - عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو ہو گیا اس پر آپ نے (سلام کے بعد) دو سجدے کئے اور اس کے بعد تشہد پڑھا (اور نماز سے باہر آنے کے لئے پھر) سلام پھیرا۔
(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور حاکم اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، اس لئے صحیح ہے۔)
ف: عمدة الرعاية میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سہو کے سجدوں کی وجہ سے سجدوں کے پہلے جو تشہد پڑھا جاتا ہے اس کا شمار نہیں ہوتا، اس لئے سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشہد پڑھنا چاہئے۔ (اور دوبارہ تشہد پڑھنے کے بعد حسب قاعدہ درود اور دعاء پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لئے سلام پھیرا۔)

سجدہ سہو و سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر ایک اور حدیث

19/1588 - عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے ایک رکعت کی زیادتی سے) پانچ رکعتیں پڑھائیں (ایک صحابی کے یاد دلانے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے (پھر تشہد درود اور دعاء پڑھ کر) آپ نے (نماز سے باہر آنے کے لئے پھر) سلام پھیرا۔
(اس کی روایت بخاری اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز میں سہواً کمی ہو یا زیادتی ہر دو صورت میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے کا ثبوت

ف: واضح ہو کہ ابن سیرین اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی دونوں حدیثیں جو اوپر گزر چکی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کمی ہونے سے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں زیادتی ہونے سے بھی سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں۔

اس طرح ثابت ہوا کہ نماز میں سہواً خواہ کمی ہو یا زیادتی دونوں صورتوں میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کریں، پھر تشهد (درو اور دعاء پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لئے پھر) سلام پھیریں اور یہی مذہب حنفی ہے۔
(یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں سہو کمی سے ہو یا زیادتی سے ہر دو صورت میں سجدہ سہو ادا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے

20/1589- ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نماز میں ہر سہو کے لئے (خواہ سہو کمی کی وجہ سے ہو یا زیادتی کی وجہ سے) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں۔

(اس کی روایت ابن ماجہ اور ابوداؤد نے کی ہے اور امام احمد، عبدالرزاق اور طبرانی نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔)

نماز میں سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو جائیں تو کیا کرنا چاہئے

21/1590- شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز پڑھائی تو وہ دو رکعتوں کے ختم پر (سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر) کھڑے ہو گئے (ان کی غلطی

محسوس کرانے کے لئے) مقتدیوں نے سبحان اللہ کہا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے (قعدہ کی طرف لوٹے بغیر خود بھی) سبحان اللہ کہا (تاکہ مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں) اور جب انہوں نے نماز پوری کی تو سلام پھیرا اور سہو کے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کئے (بخلاف سجدہ تلاوت کے کہ اس کو کھڑے ہو کر ادا کرنا مسنون ہے اور سہو کے سجدوں میں کھڑے ہونا نہیں ہے) نماز سے فارغ ہونے کے بعد مغیرہ بن شعبہ نے حاضرین سے کہا کہ (ایسے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ میں نے (اس وقت) کیا ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز میں سہو اُقعہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو جائیں تو کیا کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث 22/1591- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو آپ سے سہو ہو گیا کہ (آپ قعدہ اولیٰ کئے بغیر) دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے ہم نے اطلاع کی خاطر سبحان اللہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹے بغیر) اسی حالت میں نماز جاری رکھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے ادا کئے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز میں سہو اُقعہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہونے لگیں تو کیا کرنا چاہئے؟

23/1592- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام دو رکعتوں کے بعد (قعدہ اولیٰ کئے بغیر سہو) کھڑا ہونے لگے اور سیدھا ہونے سے قبل (یعنی گھٹنے زمین سے جدا ہونے سے پہلے) قعدہ اولیٰ نہ کرنا یاد آجائے تو وہ (قعدہ اولیٰ کے لئے) بیٹھ جائے (اور مفتی بہ یہ ہے کہ اس صورت میں سجدہ سہو نہ کرے) اور اگر امام

قیام کے قریب ہو گیا ہے (یعنی اس کے گھٹنے زمین سے جدا ہو چکے ہیں تو وہ قعدہ اولیٰ کے لئے) نہ بیٹھے اور (نماز پوری کر کے قعدہ اولیٰ نہ کرنے کی وجہ سے) سہو کے دو سجدے ادا کرے۔
(اس کی روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

خاتمة الطبع

الحمد لله کہ توفیق الہی سے آج بتاریخ 11 ربیع الثانی 1380 ہجری یوم دوشنبہ مطابق 3 اکتوبر 1960ء زجاجة المصباح کے اردو ترجمہ مسمی بہ ”نور المصباح“ کا دوسرا حصہ کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہو کر باب السہو پر ضروری تشریحات اور مباحث کے ساتھ مکمل ہوا جو ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام فرمائے اور مولف علام مدظلہ کے سایہ عاطفت کو دیر پا سلامت باکرامت رکھے آمین! امید ہے کہ اس کا تیسرا حصہ بھی بَابُ سُجُودِ الْقُرْآن سے شروع ہو کر ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح تکمیل کو پہنچے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِهِ الْکِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ
بَارَکَ وَسَلَّمْ ، وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

11 ربیع الثانی، 1380ھ یوم دوشنبہ

مطابق 3 اکتوبر 1960 عیسوی

منجانب

مجلس نشر و اشاعت نور المصباح
حسینی علم